پندرہ روزہ

قومی زبان

کراچی

انجمن ترقی اردو

مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان

اردو روڈ کراچی ۱

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ۔

مرتبہ ابرار حسین صاحب فاروقی ایم۔ اے لیکچرار جغرافیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ اس سے قبل انجمن علمی اصطلاحات کے سلسلے میں تین جلدیں یعنی فرہنگ اصطلاحات کیمیا، اصطلاحات طبیعیات اور اصطلاحات تاریخ و معاشیات و جغرافیہ شائع کر چکی ہے۔ یہ اس سلسلے کی چوتھی جلد ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

فرہنگ اصطلاحات فلکیات۔

یہ علمی اصطلاحات کی پانچویں جلد ہے۔ ان فرہنگوں میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل اردو مترادف دیئے گئے ہیں۔ اصطلاحات کے جمع کرنے میں بڑی تحقیق اور محنت سے کام لیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

اصطلاحات کیمیا۔

فن کیمیا (کیمسٹری) کی انگریزی اصطلاحات کے بالمقابل اردو اصطلاحات انجمن کے ماہرین فن کی ایک جماعت سے تیار کرائی ہیں حتی الامکان اردو اصطلاحات کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ صفحات کتاب ۱۲۰ دیباچہ کے علاوہ۔ قیمت غیر مجلد دو روپے پچیس پیسے مجلد تین روپے۔

وضع اصطلاحات۔

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز و عالم مولوی وحیدالدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے۔ یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ اس میں اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ قیمت پانچ روپے پچہتر پیسے۔

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو۔ اردو روڈ کراچی - ۱

انجمن ترقی اردو پاکستان کا پندرہ روزہ ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۴ شمارہ ۱-۲

یکم و ۱۶ر جولائی سنہ ۱۹۶۳ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی شمارہ
پچاس پیسے

انجمن ترقی اردو پاکستان اردو روڈ کراچی

فہرست

اداریہ

زبان

قدرت کی بعض نعمتیں ایسی ہیں کہ ان پر ہماری زندگی کا انحصار ہے، وہ نہ ہوں تو ہماری زندگی کا خاتمہ ہو جائے جیسے ہوا، پانی، تنفس وغیرہ لیکن عام یا بہ افراط ہونے سے ہمیں ان کی کچھ قدر نہیں ہوتی، یہی حال زبان کا ہے، بچپن سے لے کر مرتے دم تک یہ ہمارے ساتھ ہے اور روز مرہ کے استعمال کی وجہ سے وہ ایک معمولی چیز ہو گئی ہے اور ہم اس کی قدر نہیں کرتے جو کرنی چاہئے۔ ورنہ دیکھا جائے تو زبان کا انسان کی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اس کے نتائج اور اثرات نہایت عجیب اور دور رس ہیں۔ یہ ایک معمولی بات ہے جسے ہر شخص جانتا ہے کہ حیوان اور انسان میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اگرچہ جانوروں کے بھی زبان (جیبھ) ہے اور بعض کی ہم سے بہت بڑی ہوتی ہے۔ لیکن ان میں قوت گویائی نہیں۔ یہ خاص انسان کی امتیازی شان ہے۔ یہ محض اس کے خیالات کے اظہار کا آلہ ہی نہیں بلکہ اس کے خیالات کے بنانے اور سنوارنے کا بھی آلہ ہے وہ ہماری زندگی کے ہر شعبے میں دخیل اور کارفرما ہے۔ اگر ہم اس کے تحفظ و ترقی کے لئے جد و جہد کریں، جان لڑا دیں تو یہ ہمارا فرض ہے اور اس فرض سے غفلت کسی مذہب و ملت میں روا نہیں

(خطبات عبدالحق)

ایک اہم اعلان

مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان کی تقسیم و فروخت

کے لئے

پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی

مال روڈ لاہور

کو واحد تقسیم کنندہ (سول ایجنٹ) مقرر کیا گیا ہے

تمام

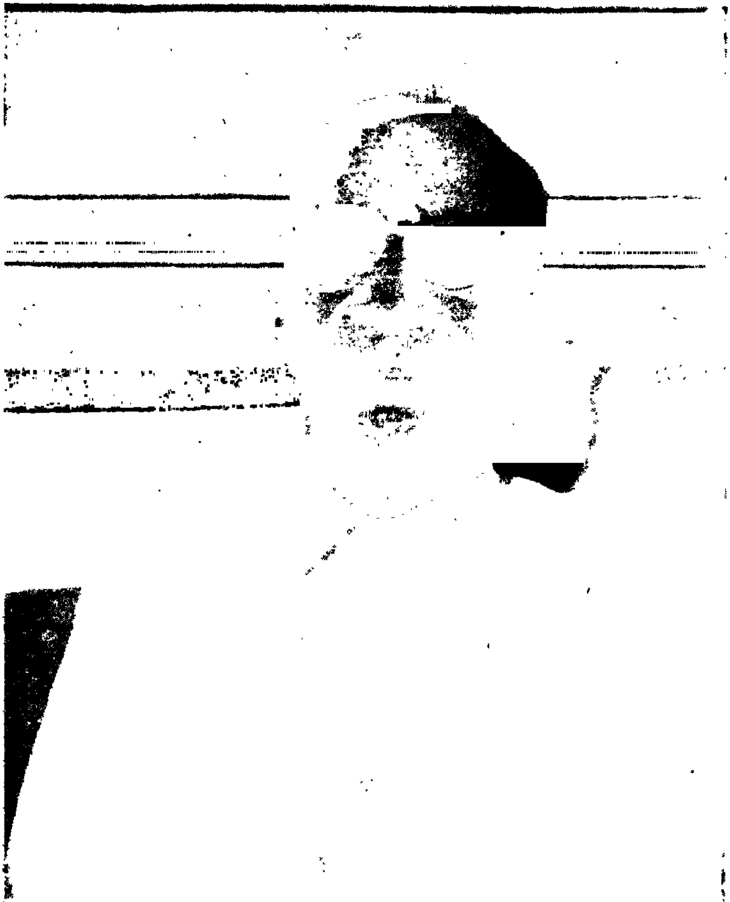
کتب فروشوں اور سرپرستوں سے گذارش ہے کہ

وہ انجمن کی مطبوعات کی خریداری کے لئے مذکورہ

ادارہ سے رجوع فرمائیں

ناظم مطبوعات

میاں بشیر احمد



آپ کے بارے میں ایک مضمون اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیے

شمیم احمد

میاں بشیر احمد

اردو کے ایک انتہا شیدائی، ترکی میں پاکستان کے سابق سفیر اور پینتیس[۳۵] سال تک مسلسل نکلنے والے اعلیٰ، معیاری ادبی اور قومی رسالے "ہمایوں" کے ایڈیٹر میاں بشیر احمد صاحب کو جب تک نہ دیکھا تھا، ذہن میں ان کا تصور ایک قوی الجثہ اور لئے دیئے رہنے والی شخصیت کا تھا۔ لیکن جب میاں صاحب کو دیکھا تو اس کا برعکس پایا۔ ایک دبلے پتلے سراپا محبت۔ شائستگی کے پیکر اور ریشم کی طرح نرمی لئے ہوئے شخص کو سامنے پایا۔ حیرت نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک عجیب سا احساس ہوا اور کانوں میں اقبال کا مصرعہ سرسرایا۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

اس کا پتہ بعد میں چلا کہ شخصیت کا یہ حسن، نرمی اور گھلاوٹ کہاں سے ان میں آئی ہے۔ دراصل ہماری پچھلے سو سال کی قومی جدوجہد جس قسم کی شخصیتیں تراشنا چاہ رہی تھی اسی کا ایک نمونہ میاں بشیر احمد ہیں۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کی اثباتی قوتوں کا ایک نقش۔

جب میں ان سے انٹرویو لینے پہونچا تو وہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ اسی محبت اور نرمی سے ملے کہ جس کی یاد اب بھی طبیعت میں گداز پیدا کر دیتی ہے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ پہلے کچھ ذاتی اور پھر اردو ذریعۂ تعلیم کے متعلق شاید وہ اس سلسلے کی بعض الجھنوں پر غور و فکر کر رہے تھے۔ اچانک موقع دیکھ کر میں نے سوال کیا۔ کراچی یونیورسٹی کے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے اقدام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔؟

انہوں نے کہا "اس اقدام پر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ ملک کو دراصل اسی فیصلے کی ضرورت ہے اور اس سبب ، پہلے پنجاب یونیورسٹی کو سبق لینا چاہیئے"۔ ان کا خیال تھا کہ پنجاب میں اکثریت اس فیصلے کی حامی ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ کراچی یونیورسٹی کی کامیابی پر سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی لبیک نہ کہے۔ ان کا ایک حتمی فیصلہ یہ تھا کہ اگر ملک کو ترقی کرنی ہے اور اپنی قومی دینی اور ثقافتی منزل کو حاصل کرنا ہے تو یہ فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہم انگریزی کو ہمیشہ سینے سے کب تک لگائے رہیں گے اور کیوں ؟

اس کے ساتھ ہی انہوں نے خود سوال کیا اب صرف یہ سوچنا باقی ہے کہ ہماری درسگاہوں میں ذریعۂ تعلیم کیا ہو۔ اردو یقیناً اردو ہی یہ خدمت انجام دے سکتی ہے مگر علاقائی زبانوں والے کہتے ہیں کہ نہیں اردو نہیں ہوگی انگریزی رہے گی۔ ورنہ سندھی ہوگی۔ پنجابی ہوگی۔ میاں صاحب کا خیال تھا کہ یہ سخت انتشار ذہنی کی علامت ہے۔ علاقائی زبانیں بولیاں ہیں۔ اور بولیاں کبھی اعلیٰ تعلیم تک ذریعۂ تعلیم نہیں بن سکی ہے اور یہی صورت حال ہمارے یہاں بھی ہے۔ کس علاقائی زبان میں ہم موجودہ سارے علوم کو اعلیٰ کلاسوں تک پڑھا سکتے ہیں۔ کسی میں بھی نہیں۔ اور اگر ان زبانوں کو اس قابل بنا بھی دیا گیا تو کیا وہ فارسی اور عربی الفاظ سے معمور نہیں ہو جائیں گی اور اس صورت میں اردو کا اور ان کا فرق کتنا رہ جائے گا۔ میاں صاحب کہہ رہے تھے کہ کیا ہم قومی زبان کی اہمیت اور ضرورت کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو یہ علاقائی بولیاں کیسے قومی زبان کی ضرورت کو پورا کر سکتی ہیں۔ سندھی اگر اس قابل ہو گئی تو کیا اس کو سارا مغربی پاکستان قومی زبان تسلیم کر لے گا۔ کیا پنجابی سارے مغربی پاکستان کی مشترک زبان بن جائے گی اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو اس حماقت اور انتشار کا سبب نامعلوم ہے اور اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اردو سے جو ان علاقوں کی مشترک بول چال کی زبان ہے ان حضرات کو کیوں بغض ہے۔ میاں بشیر احمد ایسی دل سوزی سے یہ پتے کی باتیں کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ انہوں نے کب کراچی یونیورسٹی کے فیصلے سے چل کر بات کو اردو کی اہمیت میں منتقل کر دیا۔ وہ کہہ رہے تھے میری ساری عمر اردو سے محبت کرتے گزری۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ میں اردو کو صرف اپنی ملکیت سمجھ رہا تھا بلکہ اس لئے کہ میں نے ہمیشہ اپنے قومی اور تہذیبی اتحاد، یگانگت، محبت اور پاک و ہند کی سینکڑوں برس کی مشترک جدوجہد اور ترقی کا آئینہ دار اردو کو سمجھا اور پایا۔ میں نے اپنی محبوبہ کو سب سے پہلے جو محبت نامہ لکھا تھا وہ اردو میں تھا اور اس لئے تھا کہ وہ میرے سارے جذبات اور خیالات کے اظہار کا سب سے خوبصورت سانچہ تیار کرنے پر قادر تھی۔ حالانکہ اردو میرے گھر کی بولی نہیں تھی۔ مگر میرے گھر کی بولیاں کئی تھیں۔ میں اپنے رشتہ داروں اور برادری والوں سے پنجابی میں بات کرتا ہوں اور بچوں سے اردو میں۔ لیکن میرے بچوں نے انگریزی کے ساتھ ملا کر اس کو بھی کھچڑی کر دیا ہے۔ دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا۔ وہ بہت ماضی میں جاتے جاتے ایک دم سنبھلے اور پھر بولے۔ بولی ہماری پنجابی ہے۔ مگر ہمارے گھروں کی پنجابی اور اردو میں بہت کم فرق ہے۔ دراصل ایسی ہی کئی بولیوں سے مل کر اردو بنی ہے۔ اردو اور پنجابی کے مشترک الفاظ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اردو ہماری کاروباری زندگی میں اتنی جلدی داخل ہو گئی ہے۔ ہمارے گھروں میں پنجابی ہی بولی جاتی ہے مگر جب کوئی جاٹ بھی اپنے گھر خط لکھواتا ہے تو اردو میں لکھواتا ہے۔ دراصل یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ ہمیں اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اس لئے میں نے دہلی میں بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کے سامنے اردو کانفرنس میں یہ فارمولا پیش کیا تھا کہ اردو ہماری زبان ہے اور پنجابی ہماری بولی۔ یہ دونوں بہت ملتی جلتی ہیں۔ پھر مغربی پاکستان میں تمام بولیوں اور علاقائی زبانوں کی قدیم شکل ایک سی ہے۔ خصوصاً پنجابی تو اردو کا روپ لئے ہوئے ہے۔ ہندوستان کے سارے مسلمانوں نے خواہ وہ کسی علاقے کے ہوں اور چاہے کوئی سی علاقائی بولی بولتے ہوں اردو کی ترقی میں برابر کا حصہ لیا ہے۔ اور مسلم لیگ کی تو بنیاد ہی اردو کی حفاظت پر رکھی گئی تھی۔ پنجاب نے اردو کی خدمت میں جو اہم حصہ لیا ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں ایک تجویز پنجاب میں پنجابی زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دینے

کی ہوئی تھی جس کی شدید مخالفت میرے والد جسٹس شاہدین مرحوم نے کی تھی۔ اس وقت سارے مسلمان اس پر آمادہ نہیں تھے اور اسی لئے یہ تجویز بالکل ختم ہو گئی تھی۔

میاں صاحب آہستہ آہستہ ماضی میں ڈوب گئے۔ اور انہوں نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ انہوں نے گونجتے ہوئے لہجے میں کہا کہ میرا خیال ہے کہ پنجاب نے اردو کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی اردو نے پنجاب کی کی ہے۔ اردو نے ہمیں ایک بڑی زبردست اسلامی تہذیب، قومی اسپرٹ اور سینکڑوں سالہ ثقافتی ورثہ سے روشناس کرایا۔ یہ ایک ایسا احسان ہے جسے ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ انہوں نے پورے جوش اور امید کے ولولے کے ساتھ زور دیتے ہوئے کہا اردو اور پنجابی کے یہ جھگڑے بہت جلد ختم ہو جائیں گے۔ میں پنجابی سے محبت کرتا ہوں وہ میری مادری بولی ہے۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا آخر یارک شائر میں کیا فرق پڑ گیا ہے۔ انہوں نے بڑی محبت اور اپنائیت کے جذبے کے ساتھ فرمایا میرا خیال ہے کہ اردو پنجابی دونوں ہی ہماری زبانیں ہیں۔ پنجابی میں بھی ہمیں لکھنا چاہیئے اس کا ادب ہمارا ادب ہے۔ میں ان دونوں کے ساتھ عجیب رشتہ وضع کر چکا ہوں۔ پنجابی میری ماں ہے اردو میری بیوی۔ رفیق زندگی۔ پھر انہوں نے پلٹ کر مجھ سے سوال کیا قائداعظم نے اردو کے حق میں کیوں نعرہ لگایا تھا؟ اس لئے کہ قومی زبان پر ہر زندہ قوم کی ترقی کا دارومدار ہے۔ اور قومی زبان مشترک زبان ہوتی ہے۔ جو اردو اور صرف اردو ہے۔ اچانک وہ چپ ہو گئے اور پھر مدھم لہجے میں بولے قومی سطح پر ہم نے بنگالی اور اردو کو قومی زبانیں تسلیم کر لیا ہے۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ مگر بنگال کے مسلمان کہتے ہیں کہ بنگالیوں کی مسلم اکثریت کی زبان پر عربی اور فارسی کے بڑے اثرات ہیں۔ یہ خوبی آپ نے دیکھی کیا بنگالی بھائی ان رشتوں کو اور گہرا نہیں کر سکتے یقیناً کر سکتے ہیں اور یہ اتحاد ہمارے درمیان قرآنی حروف پیدا کر سکتے ہیں۔ جس طرح ہم اور وہ قرآن کے رشتے سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں اسی طرح قرآنی حروف ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں کو بھی ایک ساتھ دھڑکنا سکھا سکتے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا مغربی پاکستان میں قومی زبان اور علاقائی بولیوں کا سوال ایک مصنوعی سوال ہے۔ جس کی ذمہ داری پچانوے فیصد علاقائی زبان بولنے والوں اور ۵ فیصد اردو بولنے والوں پر عائد ہوتی ہے اُن کا کہنا ہے کہ اردو مصنوعی زبان ہے۔ عوامی زبان نہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ بھول گئے کہ اردو ہر علاقے کی بولیوں کے اشتراک سے مل کر بنی ہے اور اس کو بولیوں سے ترقی دے کر زبان کا درجہ دینے والے پاک و ہند کے کروڑوں عوام تھے۔ اور یہی ایک مشترک اور قومی زبان کی صفت ہوتی ہے۔ جو اردو میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ پھر اس کا مقابلہ مقامی زبانوں اور بولیوں سے کیا جا سکتا ہے؟ یہاں انہوں نے پہلو بدل کر ذرا رازدارانہ انداز میں مجھ سے سوال کیا۔ علاقائی زبانوں کا مطالبہ غلط تو نہیں ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگے کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ پنجابی زبان کو زیادہ سے زیادہ اہمیت حاصل ہو۔ مجھے بھی اس سے محبت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ ترقی کرے۔ پھر انہوں نے کہا مگر تم یہ مسئلہ اچھی طرح نہ سمجھ پاؤ گے۔ مان لو کل سے میں اپنی مادری بولی کی ترقی کے لئے سر سے کفن دھ کر میدان میں اتر آتا ہوں۔ اور میری کئی نسلیں بھی اس کی ترقی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔ لیکن دو تین سو سال

کی محنت کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ پنجابی ترقی کرکے اردو بن جائے گی۔ یعنی پنجابی بولی میں جو الفاظ ہم اس کو زبان بنانے کے لئے ڈالیں گے وہ ظاہر ہے کہ اپنی تہذیب اور معاشرت کے مزاج کے مطابق ہونگے اور عربی فارسی سے لئے جائیں گے۔ اور جیسے ہی یہ عمل ہوا پنجابی اردو میں تبدیل ہونی شروع ہو جائیگی۔ کیونکہ اردو اسی طرح موجودہ زبان کے درجہ تک پہنچی ہے۔ تو اب بتایئے کہ جب میرے سامنے نتیجہ ہو تو میں دو تین سال کیوں اس حماقت کی نذر کردوں۔ اُردو نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ جو محض اس کی مخالفت میں پنجابی کو ترقی دینے کیلئے انگریزی کی غلامی دو تین سو برس اور کروں۔ اور پھر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات یعنی پھر اردو ۔ انہوں نے شاید اپنی اس خوبصورت دلیل پر میری آنکھوں کی چمک دیکھ لی تھی۔ میرا ہاتھ دبا کر بولے ترقی یافتہ پنجابی کا مصرعہ سنیئے۔

نقش فریادی ہے ہر پیکر تصویر وا

یہ بات ضرور ہے کہ جس طرح ہمیشہ علاقائی بولیوں کے الفاظ اردو کا جزو بنتے رہے ہیں اسی طرح آج بھی یہ عمل اردو کے ساتھ ہوگا اور اس کی ترقی کے لئے یہ عمل ضروری ہے۔ اس لئے میں ۵ فیصدی اردو بولنے والوں کو اُن کی کثر لسانی حدود کی خرابی کا احساس دلانا چاہتا ہوں۔ اردو اسی طرح پھلے پھولیگی۔ کراچی سے پشاور تک کون سی زبان ہر علاقے میں رابطے کا کام انجام دے رہی ہے سوائے اردو کے؟ اور یہی اردو کی اصل اہمیت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا پاکستان کی سالمیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اردو کی اہمیت کو سمجھیں۔ اگر خدانخواستہ پاکستان ختم ہو جائے اور پنجاب کے دونوں حصے ایک ہو جائیں تب بھی مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے زیر اثر پنجابی کو اپنی زبان آسانی سے نہیں بنا سکتے کیونکہ بولی اچانک زبان کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی۔ پھر انہوں نے مجھ کو یقین دلانے والے انداز میں کہا۔ دراصل یہ جھگڑا پنجابی اور اردو کا ہے ہی نہیں۔ اس میں ایک طرف انگریزی کی غلامانہ ذہنیت اور دوسری طرف غیر پنجابی حضرات کی لسانی نکتہ چینی کو بڑا دخل ہے۔ مگر اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ آپ مرض کو دور کرنے کے بجائے جسم ہی کو کاٹ کر پھینک دیں۔ یہ حماقت ہے۔ انہوں نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا ساری بولیوں والے صوبے سلامت رہیں۔ ساری بولیاں خوب پھلیں پھولیں۔ مگر اردو کی ضرورت اُن کی اپنی ضرورت ہے۔ اور یہ وہی ضرورت ہے جو اس کو یہاں سے ہانگ کانگ اور جبرالٹر تک پہنچاتی ہے

میاں بشیر احمد ۲۹ مارچ ۱۸۹۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے وہ جسٹس سر میاں شاہدین ہمایوں کے صاحبزادے ہیں جو ہندوستان میں چیف کورٹ کے پہلے مسلمان جج تھے۔ اور اس وقت وہ عمر کے اعتبار سے بھی ججوں میں سب سے کم عمر تھے۔ اُن کا انتقال ۱۹۱۸ء میں ہوا جسٹس شاہدین ہمایوں کا مسلم لیگ سے جو تعلق ہے اس کو تاریخ فراموش نہیں کرسکتی وہ مسلم لیگ کے پہلے صدر تھے اور ۱۹۱۳ء میں ہونے والے مسلم لیگ کے اس اجلاس کے صدر بھی تھے جس میں مسلم لیگ کے قواعد وضوابط مرتب ہوئے۔ جسٹس شاہدین ہمایوں سر سید کے خاص پیرو اور ان کے حلقۂ احباب میں سے تھے۔ سر سید نے ہمیشہ اُن کی حوصلہ افزائی کی۔ وہ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کرنے والے پہلے لیڈر تھے۔ اور پنجاب میں سر سید کے نقطۂ نظر کو عام کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی تقریروں میں اس بات پر زور دیا کہ ہم ایک الگ قوم ہیں اور ہم کو

خطوط پر سوچنا چاہیئے۔ جو ایک الگ قوم ہونے کی حیثیت میں ہمارے لئے مناسب ہو۔ اور سرسید کی پالیسی پر عمل کرنا چاہیئے جسٹس شاہدین ہمایوں ایک بڑے قومی رہنما، ماہر قانون اور شاعر تھے۔ اقبال سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے اور جسٹس ہمایوں نے نوجوان اقبال کو ہر ممکن مدد بھی پہنچائی۔ اقبال کی بعض نظموں میں اس تعلق خاطر کا اظہار ملتا ہے۔

میاں بشیر احمد اب ماضی کی سوگوار اور حسین وادیوں میں سیر کر رہے تھے۔ انہوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "میرے والد چونکہ سرسید اسکول کے اہم ترین فرد تھے اسی لئے ہمارے گھر میں شروع ہی سے سرسید اور ان کی رفقا کی علمی اور ادبی خدمات کا چرچا رہتا تھا اور قومی اور دینی ہمدردی اور محبت کے رنگ ہمارے ذہنوں پر شروع ہی سے چڑھنے شروع ہو گئے تھے۔ ہمارا سارا گھر اسی تعلیم میں رنگا ہوا تھا۔ حالانکہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نہیں پڑھا۔ لیکن میری ذہنی افتاد وہی تھی جو اس درسگاہ کی خصوصیت شمار ہوتی ہے۔" میاں صاحب نے خوابیدہ سی آواز میں کہا "ہمیں قومیت کا احساس دلانے اور ایک الگ قوم بنانے میں تین آدمیوں نے نہایت اہم کام انجام دیئے ہیں۔ سرسید۔ اقبال اور قائد اعظم یہ تینوں شخصیتیں تاریخ ساز تھیں مجھے فخر ہے کہ میرا گھر ان تینوں شخصیتوں سے ہمیشہ فیض اٹھاتا رہا۔ اس ماحول کے ساتھ میری ابتدائی تعلیم لاہور میں ہوتی رہی ایف۔ اے کرنے کے بعد آکسفورڈ چلا گیا۔" میاں صاحب کو شاید سنہ یاد کرنے کے لئے رکنا پڑا۔ "وہاں ۱۹۱۳ء میں۔ میں نے ہسٹری میں بی۔ اے آنرز کیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں لندن ہی میں بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا۔" وہ پھر رکے اور انہوں نے کہا "آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں جس سے اس وقت کے ہمارے گھر کے ماحول قومی جذبہ اور اردو کی محبت کا اندازہ آپ کو ہوگا۔ میں جب یورپ پہنچا تو طرابلس کی جنگ ہو رہی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں میری بہن نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ ہم نے طرابلس کے لئے فنڈ جمع کرنا شروع کر دیا ہے اور اپنے گھر ہی سے خاصا روپیہ جمع ہو جانے کی امید ہے اس نے لکھا تھا کہ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ جو شخص اپنی گفتگو میں ایک بھی پنجابی کا لفظ بولے گا اس پر جرمانہ کیا جائے گا اور یہ جرمانہ ہم طرابلس فنڈ میں دیں گے۔" اس وقت میاں صاحب کا چہرہ یادوں کے چراغوں سے روشن ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا "میرے ادبی ذوق نے مجھے ہمیشہ پریشان کیا اور ساتھ ہی بڑی راحت بھی بخشی ایک روحانی مسرت اور بے نیازی۔ اسی لئے میں نے یورپ سے واپسی پر بیرسٹری کا پیشہ ترک کر دیا۔ اور پروفیسری اختیار کرنی چاہی۔ علی گڑھ والے مجھے بلانا چاہتے تھے مگر میں وہاں نہیں گیا اور لاہور ہی میں اسلامیہ کالج میں دو سال تک اسلامی تاریخ پڑھاتا رہا۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں جنوری ۱۹۲۲ء میں "ہمایوں" جاری کیا جو ۳۵ سال تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ یہ ایک انوکھی مثال تھی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی "ہمایوں" دوسرے پرچوں سے ممتاز اور الگ خصوصیات رکھتا تھا۔ میں نے والد محترم کے اخلاقی، قومی اور ادبی معیار ذوق کو اس میں ہمیشہ برقرار رکھا۔ یہ اس رسالے کی ایک امتیازی خصوصیت تھی، جس نے اس کو عریانی اور دیگر عمومی اور رکیک تحریروں سے ہمیشہ بچائے رکھا۔ اسی لئے بعد کے نئے فیشن کے لوگوں میں وہ "قدامت پسند" سمجھا جاتا رہا۔ مگر اکثریت نے اس کو ہمیشہ پسند کیا۔ حالانکہ "ہمایوں" میں شاید ہی کوئی ایسا ادیب نہ چھپا ہو جو بعد میں ترقی پسندوں میں بھی بڑی اہمیت کا مالک نہ بنا ہو۔ منٹو جیسے افسانہ نگار کی تحریریں

بھی ہمایوں نے چھاپی ہیں۔ مگر سب عریانی سے پاک اور وہ تحریریں آج بھی منٹو کی بہترین تحریریں ہیں۔ منٹو کا افسانہ کوچوان جو بعد میں نیا قانون کے نام سے چھپا تھا پہلی بار ہمایوں میں شائع ہوا تھا۔ ہمایوں نے بعض بڑے نئے اور اہم نام اردو ادب کو دیئے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب تھے ضیاء الدین شمسی جن کے مضامین پڑھ کر مولوی عبدالحق صاحب نے حیدر آباد سے خط لکھا کہ اس شخص کو کہاں سے دریافت کیا۔ انہوں نے اپنے مضامین میں ایسے فکر انگیز خیالات پیش کیے جن سے ترقی یافتہ قومیں سبق سیکھ سکتی ہیں اور جنہوں نے ہمارے ذہنوں میں ترقی کی امنگ پیدا کی۔" "ہمایوں" کا ذکر کرتے ہوتے میاں بشیر احمد صاحب برابر مسکرا رہے تھے جیسے وہ اور اس کا تذکرہ اُن کے لئے محبوبیت کا درجہ رکھتا ہو۔ انہوں نے اس پر خاص طور سے زور دیا کہ ہمایوں نے ادبی معیار کے ساتھ ہی ہمیشہ قومی نقطۂ نظر کو سامنے رکھا۔ ہندو لکھنے والوں کو زیادہ نمایاں کیا۔ مغربی ادب کے شاہ کار پیش کئے۔ اور تاریخ مغرب کے بڑے آدمیوں کا تعارف تاریخی پس منظر کے ساتھ پہلی بار "ہمایوں" نے اردو داں طبقے کے سامنے پیش کیا۔ ہمایوں نے قوم کے سامنے ہمیشہ ایک مثالی کردار پیش کرنے کی کوشش کی (وہی کردار جو میاں صاحب کی شخصیت کا رنگ و روپ بناتا ہے) اور قومی جذبے کو پیدا کرنے میں بڑی خدمت انجام دیں۔ میاں صاحب نے مجھ سے سوال کیا؟" کیا یہ ترقی پسندی کے علاوہ کچھ اور چیز تھی؟ میں نے ہمیشہ اسی کو ترقی پسندی سمجھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا جو ابتدائے آفرینش سے ۱۹۳۲ء تک کی تاریخ کو محیط کرتا تھا۔" انہوں نے اپنی پہلی تصنیف" طلسم زندگی" کا ذکر بڑے جوش و خروش سے کیا۔ یہ ایک ایسی کتاب تھی جس میں میاں صاحب کے تخیلی مضامین شامل تھے۔ کتاب چار سو صفحات پر مشتمل تھی۔ انہوں نے بتایا" یہ مضامین نثریہ شاعری کہے جا سکتے ہیں۔ جسے ٹیگوریت کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس میں میں نے طلوع آفتاب اور دیگر فطری مناظر پر اپنے تاثرات تحریر کئے تھے۔ اسی کے ساتھ طباعت اور گٹ اپ کے لحاظ سے یہ اردو کی دلکش ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ غالباً مرقع چغتائی کے بعد سب سے خوبصورت کتاب یہی ہے اور اسی وجہ سے بہت مقبول بھی ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں "جذبات ہمایوں" کے نام سے اپنے والد مرحوم کے اردو کلام کا مجموعہ شائع کیا۔ اپنے بڑے لڑکے اصغر بشیر کی جواں مرگی پر جو ڈوب کر مر گیا تھا، ایک چھوٹی سی کتاب مرتب کی جس میں میرے جذبات کا اظہار ہے۔" میاں صاحب نے یہاں چند منٹ توقف کیا پتہ نہیں ان کو کیا کیا یاد آ گیا۔ پھر گویا ہوئے ۱۹۴۹ء میں ایک کتاب "کارنامہ اسلام" کے نام سے لکھی جب میں ترکی سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس کے دو ڈھائی سو صفحات میں ساری اسلامی تاریخ کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ۱۲ چارٹ بنائے ہیں۔ جن میں آنحضرتؐ کے زمانہ سے لیکر قائداعظم کے عہد تک کے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ یہ میرا خاص کام ہے۔ اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ لوگ ساری تاریخ ذرا سی دیر میں پڑھ لیں مگر قائداعظم کے انتقال کی وجہ سے یہ کام رک گیا تھا۔ ایک کتاب والد مرحوم پر لکھی جو ۱۹۱۱ء میں چھپی ہے۔ جس کا نام ہے

"شاہ دین ـــ حیات اور تصانیف" یہ کتاب انگریزی میں اس لئے لکھی ہے کہ والد صاحب کی تحریریں انگریزی میں تھیں۔" میاں صاحب "ہمایوں" کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ سمجھتے ہیں۔ جس کو انہوں نے زندگی۔ ادب اخلاق اور قومی کو ہم آہنگ کر کے ایک مثالی نمونہ بنا دیا تھا۔ انتخاب ہمایوں چھاپنے کا ارادہ ہے۔ اور وہ بے شمار مضامین بھی جو میاں صاحب

نے ہمایوں کے لئے لکھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات اور مسائل پر بے شمار چھوٹے چھوٹے پمفلٹ بھی تحریر کئے ہیں۔

میاں صاحب کو پاکستان سے جو محبت ہے اس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں وہ پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کا ذکر کرتے ہوئے عجیب کیفیت میں ڈوب جاتے ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں شملے میں جب وہ قائداعظم سے ملے تھے، تو انہوں نے میاں صاحب کو سیاست میں آنے کی دعوت دی۔ اس پر میاں صاحب نے جواب دیا "میں ادبی کام کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور کام دلچسپی سے نہیں کرسکتا" قائداعظم نے جواب دیا "اردو کا معاملہ تو سیاسی بھی ہے" پھر ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کرنے قائداعظم کے ارشاد ہی پر میاں صاحب لکھنؤ گئے۔ وہ کہتے ہیں "میں نے قائداعظم سے وعدہ لیا تھا کہ بابائے اردو کو بلائیے تو میں بھی آؤنگا۔ لکھنؤ کے اس اجلاس میں مولوی صاحب نے شرکت کی اور میں نے بھی اور اسی اجلاس میں اردو کے سلسلے میں زبردست ریزولیشن منظور ہوا سبجکٹ کمیٹی میں اردو کے حق میں پہلی بار مشترکہ مسلم لیگی نقطۂ نظر کا اعلان ہوا۔ میں وہاں یہ جوش اور ولولہ دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ میں نے لاہور میں آکر مسلم لیگ کی تنظیم کی۔ اور علامہ اقبال کی صدارت میں ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کا جوائنٹ سکریٹری رہا۔ اقبال کے جو خطوط جناح کے نام مشہور ہیں اسی زمانے میں لکھے گئے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں قائداعظم کے ارشاد کے مطابق میں نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت سنبھال لی۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے مجھے مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا رکن نامزد کیا۔ میری یہ حیثیت پاکستان کے قیام تک رہی۔ ہم لوگ قائداعظم کی قیادت میں سول نافرمانی کے سلسلے میں چھ ماہ تک جیل میں بھی رہے تھے میاں صاحب سیاست کا ذکر کرتے کرتے پھر اپنے اصل مزاج کی طرف لوٹے، "پاکستان بننے کے بعد بھی میں نے ہمایوں کا علمی اور ادبی کام جاری رکھا۔ ۱۹۴۹ء میں حکومت پاکستان نے جس کے وزیراعظم لیاقت علی خاں مرحوم تھے مجھے ترکی میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا۔ جہاں میں سوا دو سال تک یہ خدمت انجام دیتا رہا" اس کے بعد پھر میاں صاحب کو پرانی لگن نے ستایا۔ اور وہ سفارت کا عہدہ ترک کرکے علمی اور ادبی خدمت کے لئے واپس آگئے۔ اور "ہمایوں" سنبھال لیا۔ میاں صاحب نے ہمیشہ علمی اور ادبی کاموں کو دوسرے کاموں پر ترجیح دی۔ مگر ہمایوں اب زیادہ دن جاری نہیں رہ سکا اور ۳۵ سال جاری رہنے کے بعد جنوری ۱۹۵۷ء میں بند ہوگیا۔ اس کے بعد وہ بہت کچھ کرتے رہے مگر یہ خواہش ہنوز باقی ہے کہ "انتخاب ہمایوں" شائع کیا جائے۔

میاں بشیر احمد نے ساری زندگی قومی، ادبی اور اردو کی خدمت میں اس طرح گزاری ہے کہ اس کو والہانہ کیفیت کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جاسکتا اور اب بھی وہ اسی طرح اس آگ میں جل رہے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ اپنی زندگی کے تمام تجربات کو قلمبند کرسکیں تو بڑا کام ہوجائے گا۔ ایک کتاب وہ قائداعظم پر بھی لکھنا چاہتے ہیں۔ مگر جو کتابیں ان کے ذہن میں اپنے خاکے مرتب کرچکی ہیں۔ وہ اقبال عبدالحق اور رشادین پر ہیں۔ دیکھئے یہ کام کب انجام تک پہنچے، یہ اتنا ہی بڑا کام ہوگا جتنا ہمایوں نے کئی نسلوں کے لئے کیا ہے۔ اس کے بعد وہ بولتے بولتے تھک چکے تھے اور میں ان کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ اجازت چاہی مگر چلتے وقت میں نے محسوس کیا کہ اس مہر و محبت اور نرمی کا سبب جاننا زیادہ مشکل نہیں تھا (جس سے ان کی شخصیت کی آب و تاب میں ایک .... دلکشی پیدا ہوگئی ہے) اعلیٰ تعلیم قومی جذبہ، اسلامی نقطۂ نظر اور اردو کی محبت میاں بشیر احمد جیسے افراد پیدا کرسکتی ہے۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری

علمی مسائل

محمد احسن خاں صاحب لاہور کے کچھ سوالوں کے جوابات پچھلے شمارے
میں شائع کئے جا چکے ہیں بقیہ جوابات درج ذیل ہیں (ادارہ)

س ۔ کیا "ضرور" عربی زبان کا لفظ ہے یا "مہند" ہے ؟
کیا "بالضرور" عربی ترکیب اور درست ترکیب ہے ،
کیا "ضرور بالضرور" بھی درست ہے یا صرف "ضرور"
ایک صاحب نے (آپ انہیں اچھی طرح سمجھتے اور پہچانتے ہیں) غالب کی عربی دانی کی تحقیر کے لئے ان کی دو غلط ترکیبیں بتائی ہیں (عربی زبان کی)
(۱) "ضروری الاظہار" (۲) "اصلاح بین الذاتین"
کیا ترکیب (۱) اور (۲) آپ کے نزدیک بھی غلط ہیں ؟ اگر یہ غلط نہیں تو ان میں کیا غلطی ہے اور ان کے مفہوم کو کون سی درست ترکیب سے ادا کیا جا سکتا ہے ۔

ج ۔ "ضرور" عربی "ضرورۃ" سے بنایا گیا ہے "بالضرور" اختصار ہے "بالضرورہ" کا ۔ اور یہ عربی قاعدے سے درست ہے "ضرور بالضرور" میں تاکید و توثیق ہے ۔
"ضروری الاظہار" اور "اصلاح بین الذاتین" عربی ترکیبیں ہیں اور عربی قواعد کے مطابق درست ہیں ۔ تفصیل میری کتاب "غالب ۔ فکر و فن" (مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی) میں ملاحظہ فرمائیں ۔

س ۔ کیا حرفِ "ربط" (جار) کا اثر صرف "معطوف" پر پڑتا ہے یا معطوف اور "معطوف علیہ" دونوں ہی پر ؟
ا ۔ تین خانگیاں اور دو کسبیوں سے آج ملاقات ہوئی ۔

ب۔ تین خانگیوں اور دو کسبیوں سے آج ملاقات ہوئی۔

فقرہ "ا" درست ہے یا "ب" ؟

ج۔ حرف مغیرہ کا اثر معطوف اور معطوف علیہ دونوں پر ہوتا ہے

فقرہ (ب) اردو محاورے اور روزمرہ کے مطابق ہے

س۔ "قدر" عافیت (بلا اضافت) درست اور فصیح تر ہے یا "قدرِ عافیت" (بہ اضافت) ؟

"دارمدار" درست اور فصیح تر ہے یا "دار و مدار" (بہ معنی انحصار) واو عطف کے ساتھ ؟

ج۔ "قدرِ عافیت" (اضافت کے ساتھ) فارسی ہے اور قدر عافیت (بلا اضافت) اردو ہے۔

"دار و مدار" (عطف کے ساتھ) کا استعمال زیادہ ہے۔

س۔ (۱) "پٹی دار" درست ہے یا "پتّی دار" ؟

(۲) "پھننگ" درست ہے یا "پھلنگا" ؟

(۳) "کمل" درست ہے یا "کمبل" ؟

ج۔ "پھننگ" درست ہے۔

"پٹی دار" زمینداری کا حصہ دار ہے اور "پتّی دار" کے معنی ہیں محض حصہ دار۔ اس کے علاوہ "پٹی دار" اس پتنگ کو بھی کہتے ہیں جس میں آڑی دھجیاں ہوں۔ دونوں میں معنوی فرق ہے۔

"کمبل" اور "کمل" دونوں طرح درست ہے۔ اول اصل کے اعتبار سے دوسرا اس کی ایک بدلی ہوئی شکل کے اعتبار سے۔

س۔ بعض ہندی لفظوں کا املا "ٹ"، "ٹھ" دونوں سے درست بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک مندرجہ ذیل الفاظ کا کونسا املا زیادہ درست ہے۔

ا۔ "ڈھیٹ" یا "ڈھیٹھ"، (ب) "ٹھیٹھ" یا "ٹھیٹ"

کیا بطور اصول یہ بات طے کی جاسکتی ہے کہ اگر کسی ہندی لفظ کے آخر میں "ٹ" اور "ٹھ" دونوں درست ہوں تو محض "ٹ" کو ترجیح دینی چاہیئے ؟

ج۔ میرے خیال میں "ھ" کے بغیر زیادہ فصیح ہے۔ کسی حد تک یہ اصول درست ہے کہ جن ہندی الفاظ کے آخر میں ہائیہ ہے ان کا ہائیہ عموماً وقفیہ ہوگیا ہے۔ جیسے "اوبھ" سے اوب۔

س۔ بعض عربی لفظوں کی جمع کے آخر میں "ء" ہوتا ہے مثلاً "انبیاء" "احباء" "حکماء" وغیرہ۔ کیا اردو میں یہ لفظ "ء" کے ساتھ ہی درست ہیں یا "ء" کے بغیر بھی؟ قابلِ ترجیح کس طرح ؟

"استفعال" اور "افتعال" کے وزن پر جو لفظ اردو میں مستعمل ہیں ان کے آخر میں "ل" حرف نہ لکھنا غلط ہوگا ؟ مثلاً

"استغفار" درست ہے یا "استغفا" "استغناء" درست ہے یا "استغنا" "استثناء" یا "استثنا" کیا عربی لفظوں کو عربی قاعدوں ہی کے مطابق لکھنا درست ہے یا اردو میں ان میں بھی تصرف کیا جا سکتا ہے؟

ج۔ اس قسم کے جملہ عربی الفاظ کو اردو میں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیئے اس لئے کہ اہل اردو اس ہمزہ کا تلفظ نہیں کرتے الّا یہ کہ یہ الفاظ بصورت ترکیب اضافی توصیفی یا عطفی واقع ہوں۔ اس صورت میں ہمزہ لکھا جائے گا جیسے استغنائے ذات انبیائے متاخرین۔ علماؤ انبیاء (اردو ترکیب میں ہمزہ کی ضرورت نہیں۔ جیسے انبیا اور علما)

س۔ اردو زبان میں "فصیح" اور "بلیغ" دو لفظ خوب ہی رواج پا چکے ہیں اسی طرح "فصاحت" اور "بلاغت" بھی۔ براہ کرم "فصاحت" اور "بلاغت" کا فرق اچھی طرح واضح فرمائیں۔ تاکہ آئندہ میں "فصاحت" اور "بلاغت" کو خلط ملط نہ کروں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے مطالعے کی روشنی میں "فصاحت" اور "بلاغت" کی جامع اور مانع تعریف بیان کریں گے بالعموم کہا جاتا ہے کہ "فصحا" کے ہاں یہ لفظ یوں ہے۔ "فصحا" سے مراد ایسے فقروں میں کون اہل علم ہوتے ہیں؟ میں نے بعض لغات سے استفادہ کیا مگر ذہنی اطمینان نصیب نہیں ہوا۔

ج۔ فصاحت منفی صفت ہے یعنی اس کلمہ اور کلام کو فصیح کہیں گے جس میں ذیل کے عیوب نہ ہوں۔

تنافر، غرابت، مخالفت، قیاس لغوی. تعقید (لفظی ومعنوی)

بلاغت کے معنی ہیں (الف) کلام فصیح ہونا (ب) اور موقع و محل کے مطابق ہونا۔

فصاحت گویا بلاغت کا ایک جز ہے۔ فصاحت کے لئے بلاغت ضروری نہیں لیکن بلاغت کے لئے فصاحت ضروری ہے۔

س۔ کیا آپ کے نزدیک بھی حضرت غالب کی طرح اردو میں "گزشتن" "گزارش" اور "پزیرفتن" صرف ز سے درست ہیں اور ذ سے غلط محض؟ کیا یہ لفظ فارسی میں "ذ" سے بھی درست ہیں"؟

کیا آپ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی مندرجہ ذیل رائے سے متفق ہیں کہ "گذشتن" "گذاشتن اور پذیرفتن یہ سب ذال سے ہیں البتہ گزاردن ز سے صحیح ہے۔ مرزا غالب نے پہلے نادانی سے پھر سخن پروری اور سینہ زوری سے ذال کو فارسی سے خارج کرنے کی کوشش کی۔ اردو میں یہ لفظ ز سے لکھئے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر فارسی میں ذال لکھنا ضروری ہے۔؟ ان لفظوں کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

ج۔ اس باب میں مجھے غالب سے اتفاق ہے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے فاضلانہ مضمون کے جواب میں میں نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا "ذال معجمہ فارسی میں" "غالب فکروفن" میں یہ مقالہ شامل ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔

س۔ "فرقہ وارانہ فساد" درست ہے یا "فرقہ وار فساد" کیا فرقہ وارانہ میں وار اور "انہ" نسبت کے دو حرف یکجا غلط نہیں ہیں۔

ج۔ "فرقہ وارانہ فساد" درست ہے "فرقہ وار" کے معنی ہیں۔ فرقہ والا (سوگوار: سوگ والا) اور فرقہ وارانہ کے معنی

ہیں فرقہ والوں کا جیسے خردمندانہ کے معنی ہیں عقلمندوں کا۔ خردمندانہ میں نسبت کے دو حرف اگر غلط نہیں تو فرقہ دارانہ میں کس لئے غلط ہوں گے۔

س۔ ا۔ یکدم یہ آواز آئی

ب۔ یکایک یہ آواز آئی

ا اور ب میں سے کون سا فقرہ درست ہے۔؟

ج۔ فقرہ ب درست ہے۔

س۔ ا۔ ایک دم کمرے سے باہر نکل جاؤ۔

ب۔ ایک دم میں کمرے سے باہر چلے جاؤ۔

ا اور ب میں سے کون سا فقرہ درست ہے؟

ج۔ فقرہ ا درست ہے

س۔ اردو میں "مزہ" زیادہ فصیح ہے یا "مزا" شبہ یا شبہہ "جبّہ" یا "جبہہ" "اعزہ یا اعزا"؟

ج۔ مزہ، شبہہ، جبہہ صحیح بھی ہیں اور فصیح بھی۔ "اعزہ" اور "اعزا" دونوں صحیح ہیں۔ میں "اعزہ" لکھتا ہوں۔

س۔ اردو زبان میں مترادفات کے اصول استعمال کے متعلق آرزو لکھنوی کی تصنیف "نظام اردو" کا پایہ کیا ہے؟ کیا دریائے لطافت انشاء کی تصنیف اردو گرامر پر ایک معیاری کتاب ہے؟

ج۔ "نظام اردو" اور دریائے لطافت مستند معیاری تصانیف ہیں۔ لیکن آخری حرف کی حیثیت نہیں رکھتیں۔

س۔ "گنڈا، فصیح ہے یا "غنڈا، غنڈہ" "گپ" درست ہے یا "غپ" کیا آپ اس امتیاز کو درست اور مطابق اصول سمجھتے ہیں کہ تنہا "گپ" درست ہے لیکن "شپ" کے ساتھ "غپ شپ" میں "گپ شپ" غلط ہے؟ کیا غنڈا کے معنی (دکنی زبان میں) بلا کی ہیں؟

ج۔ "گنڈا" سنسکرت گونڈ (ایک قبیلہ) اور پراکرت گونڈ (جنگل) سے ماخوذ بتایا جاتا ہے "غنڈا" اس کی تو ریدہے اسی طرح اصل لفظ "گپ" ہے۔ "گ" کو "غ" سے بدل کر اسے مورد کرلیا گیا ہے "گپ شپ" کے صحیح و فصیح ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

س۔ آپ کے نزدیک اردو کے معیاری نثر نگار کیا بلحاظ صحتِ الفاظ حسنِ انتخاب اور کیا بلحاظ سلاست کون کون ہیں؟

ج۔ معیاری نثر نگار بے شمار ہیں۔ کس کس کے نام گنوائے جائیں۔

س۔ اگرچہ کے ساتھ "تاہم" درست ہے یا "بریں ہم" کیا "تاہم" بے معنی نہیں ہے؟

ج۔ اردو میں "تاہم" درست ہے اور عام طور سے استعمال ہوتا ہے۔

س۔ ا۔ ان طلبہ کی عظیم اکثریت اعلیٰ تعلیم پائے ہوئے ہے (ب) ان طلبہ کی عظیم اکثریت اعلیٰ تعلیم پائی ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا فقروں میں سے کون سا فقرہ درست ہے۔

ج۔ فقرہ (ا) درست ہے۔

سہ ماہی

اُردو

بابائے اُردو نمبر

شائع ہو گیا ہے

چند لکھنے والے

ڈاکٹر سید عبداللہ — • ڈاکٹر سلام سندیلوی • ڈاکٹر اعجاز حسین — • اسلوب احمد انصاری
ڈاکٹر ریاض الحسن — • پروفیسر سید محمد • ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان — • غلام احمد فرقت کاکوروی
ڈاکٹر عبادت بریلوی — • خواجہ تہور حسین • ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ — • ڈاکٹر رحیم الدین کمال
دیوان سنگھ مفتون — • سید مبارز الدین رفعت • حامد اللہ افسر میرٹھی — • شیخ محمد حسن (برادر بابائے اردو)
پروفیسر حمید احمد خاں — • غلام ربانی • ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی — • عبداللطیف کشتہ
ڈاکٹر طاہر فاروقی — • انور عنایت اللہ • ڈاکٹر محمد حسن — • ابن فرید

قیمت

۵ روپے

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اُردو پاکستان

ایک یادگار خطبۂ افتتاح

ذیل میں عالی جناب اختر حسین صاحب صدر انجمن ترقی اردو کی ایک تقریر شائع کی جارہی ہے، جو انھوں نے اردو کانفرنس لاہور (منعقدہ ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء) کے افتتاح کے موقع پر کی تھی۔ واضح رہے کہ جناب موصوف اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔

جسٹس رحمٰن، خواتین و حضرات

اردو کانفرنس کی رسم افتتاح میں شرکت میرے لئے موجب مسرت ہے۔

جہاں تک علم کا زبان سے اور زبان کا فہم سے تعلق ہے۔ اردو ہی وہ زبان ہے جس میں ہم آسانی سے لکھ پڑھ سکتے ہیں اور جسے ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ اردو ہی مغربی پاکستان کی قومی زبان ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر ملک کی قومی زبان ہی تدریس و تعلیم کا ایک کامیاب ذریعہ بن سکتی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قومی زندگی کی تعمیر لسانی وحدت ہی کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے حکومت پاکستان نے زبان کے مسئلے کے متعلق نہایت صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا ہے اور اس فیصلے کی بنا پر اردو زبان کو پاکستان کی قومی زبانوں میں سے ایک زبان ہونے کا مقام حاصل ہو چکا ہے۔ آپ کو اس بات کا بھی علم ہوگا کہ آپ کی حکومت نے قومی تعلیم کے نظام کی نئی تشکیل کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دیا ہے جو اپنے کام میں بڑی سرگرمی سے مصروف ہے، چونکہ اس کمیشن کے دائرہ عمل میں تعلیم سے تعلق رکھنے والے تمام اہم مسائل شامل ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ کانفرنس اردو زبان کے مناسب مقام کے متعلق جو مفید اور قابل عمل تجاویز مرتب کرے گی وہ اس کمیشن کے لئے کارآمد ثابت ہوں گی۔

موجودہ حکومت پاکستان اس وقت قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کے منصوبے بنانے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے کام میں ہمہ تن مصروف ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت کی نظر میں پاکستان کی قومی زبانوں کی ترقی کی اہمیت ملک کی ترقی کے کسی دوسرے منصوبے سے کم نہیں۔ حکومت پر یہ امر واضح طور پر روشن ہے کہ جہاں تک وحدت فکر و عمل کا تعلق ہے اہل قلم کی کوششیں اس جد و جہد سے کچھ کم وقعت نہیں رکھتیں

جس میں ملک کے ارباب نظم و نسق حصہ لے رہے ہیں ۔

میں اس ضمن میں اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حکومت ان زبانوں کی ہر دلعزیزی کو نظر انداز نہیں کر سکتی جو پاکستان کی علاقائی زبانوں کے نام سے تعبیر ہوتی ہیں ۔ انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ کسی حصۂ ملک کے باشندوں کی مادری زبان کی اہمیت میں کوئی کمی روا نہ رکھی جائے ۔

خوش قسمتی سے پاکستان کے باشندے اسلامی روایات ثقافت اور آداب معاشرت کے وارث ہونے کی حیثیت سے آپس میں کچھ اس طرح مل جل چکے ہیں کہ ان کی علاقائی زبانوں کا اختلاف ان کی یک رنگی اور یگانگت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا بلکہ صورت حال تو یہ ہے کہ یہی علاقائی زبانیں ہماری قومی زبانوں کی وسعت اور صلاحیت کا سرمایہ ہیں ۔

اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اردو زبان میں اتنی زیادہ قوت جذب اور وسعت نظر ہے کہ حسب ضرورت اس میں ہر زبان کی گنجائش نکل سکتی ہے اس لئے اردو سے کسی علاقائی زبان کی رقابت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ۔ ہر علاقائی زبان کا اپنے اپنے حصۂ ملک میں دائرہ عمل واضح طور پر متعین ہے اور یہ سب زبانیں مختلف وسائل اظہار سے ایک ہی ثقافتی نصب العین اور ایک ہی دستور حیات کی ترجمان ہیں ۔ اس لحاظ سے ان میں ایک ایسی ہم آہنگی پیدا ہو گئی ہے کہ یہ ہماری قومی زبان کے لئے بڑی قوت کا سرمایہ بن سکتی ہیں ۔

قومی زبان ان بولیوں کی متبادل زبان نہیں ہوتی جو کسی ملک کے مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں ، قومی زبان کا لقب اسی زبان کو زیب دیتا ہے جس کی وساطت سے تعلیم و تدریس کا نظام قائم ہو ۔ ۔ ۔ جو ایک ملک کے نظم و نسق کے اداروں اور عدالتوں کی دفتری زبان ہو ۔ اس لئے اردو کو مغربی پاکستان کی قومی زبان کے منصب پر فائز کرنے سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اسے ان مختلف بولیوں کی متبادل زبان کے طور پر رائج کیا جائے جو مغربی پاکستان کے مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں ۔

اردو زبان کو فروغ دینے یا اسے قومی زبان کی حیثیت سے ایک وسیع پیمانے پر رائج کرنے کا تہیہ کوئی نیا تجربہ نہیں ہے ۔ پچھلے ڈیڑھ سو برس میں اس کا کئی بار تجربہ ہو چکا ہے اور ہر تجربہ پہلے سے زیادہ کامیاب رہا ہے ۔ انہی تجربوں سے تقویت پا کر اور اردو زبان میں موجودہ زمانے کی ضروریات کے پیش نظر ایک دفتری زبان کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے خیال سے حکومت پنجاب نے ۱۹۴۹ء میں ایک سرکاری ادارے کی تشکیل کر دی تھی اور اس ادارے پر یہ فرض عائد کیا گیا تھا کہ وہ سرکاری دفاتر کی انگریزی اصطلاحات کی بجائے اردو اصطلاحات وضع کرے ، یہ ادارہ آپ کی مجلس استقبالیہ کے صدر جسٹس رحمان کی رہنمائی میں دس سال سے کام کر رہا ہے اور اس وقت تک ہزاروں کار آمد اصطلاحات کا ذخیرہ مرتب کر چکا ہے ۔

میں اس ضمن میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جب تک انگریزی زبان کو بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے ہم اس زبان کی تعلیم کو پس پشت نہیں ڈال سکتے اور جب تک ہماری مرکزی حکومت کی دفتری زبان انگریزی ہے ہم اپنے سکریٹریٹ کی موجودہ دفتری زبان کو نہیں بدل سکتے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ مغربی پاکستان کی عدالتوں اور حکومت کے ضمنی دفاتر کی زبان میں حسب ضرورت تبدیلی نہ ہو سکے مگر شرط یہ ہے کہ اردو زبان میں ایسی صلاحیت اور وسعت پیدا ہو جائے کہ وہ عدالتوں اور سرکاری اداروں میں دفتری زبان کی حیثیت سے انگریزی زبان کی جگہ لے سکے ۔ یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ مناسب اور موزوں دفتری اصطلاحات کے اعتبار سے ابھی اردو زبان میں

یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ آسانی سے اس خلا کو پورا کرسکے جو انگریزی زبان کو ترک کرنے سے پیدا ہو جائے گا اس بات کی بھی شکایت ہے کہ اردو شارٹ ہینڈ ابھی تک کسی با قاعدہ نظام کے مطابق وضع نہیں کیا گیا اور اردو ٹایپ کی مشینوں کی درآمد اس قدر کم ہے کہ وہ ہماری دفتری ضروریات کو پورا نہیں کرسکتیں۔ اس کے علاوہ ان مشینوں کے "بورڈ" کی تشکیل ابھی تک اردو رسم الخط کے مطابق نہیں ہوئی اور اس لئے دفتری کے کاروبار میں جس تیزی سے انگریزی زبان میں کئے جا سکتے ہیں ممکن ہے کہ اردو زبان میں انجام نہ پا سکیں - یہ باتیں یقیناً اہم ہیں اور ان کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اردو زبان کو ایک دفتری زبان کی حیثیت سے اختیار کرنے سے پہلے ہم ان کوتاہیوں کو دور کرنے سے کوشش کریں جنکا وجود ہمارے دفتری کاروبار کے انصرام کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے -

مجھے امید ہے کہ آپ کی کانفرنس ان تمام امور کو نہ صرف زیر بحث لائے گی بلکہ ان شکوک پر غور و فکر کرکے ان کے ازالے کی کوئی عملی صورت پیدا کرے گی - غرض اگر ہم چاہتے ہیں کہ اردو زبان کو عملی طور پر مغربی پاکستان کی قومی زبان کے منصب پر فائز کریں تو لازم ہے کہ ہم علمی فنی اور دفتری اصطلاحات کا ایک ایسا وافر ذخیرہ مہیا کردیں جس سے تعلیم و تدریس اور دفتری کاروبار کا سلسلہ بکمال حسن و خوبی جاری رہ سکے - اگر اردو زبان میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ دنیا کی کار آمد زبانوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہونے کے قابل ہو جائے - ظاہر ہے کہ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے اور ایک ایسے کام کا منصوبہ جس کی تکمیل کے لئے ہمیں بہت سی دشوار گزار منزلیں طے کرنی پڑیں گی - لازم ہے کہ اس کام کو ہم ایک قومی فرض سمجھ کر پوری توجہ اور یکجہتی سے انجام دیں اور اسے ملک کی خدمت کے منصوبوں میں ایک ایسا منصوبہ سمجھیں جس پر ہمارے ملک کی ترقی اور قوم کی ثقافت کا دار و مدار ہے - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت اس سلسلے میں اپنے فرض کی انجام دہی میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی - لیکن ایک زندہ اور آزاد قوم کے افراد ہونے کی حیثیت سے آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قومی تعمیر کے کام محض حکومت کے سہارے پر پورے نہیں ہوا کرتے - حکومت بھی وہی راہ اختیار کرتی ہے جس پر قوموں کی ہمت اور ان کا شوق انہیں لے جاتا ہے - یقین رکھئے کہ اگر آپ ہمت سے کام لیں گے جو آج اس کانفرنس کے انعقاد کا محرک ہوا ہے تو بلاشبہ وہ دشواریاں دور ہو جائیں گی جو اس عظیم الشان مقصد کے حصول کی راہ میں حائل نظر آتی ہیں -

یاد رہے کہ جب دانشور قومیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی منصوبہ تیار کرتی ہیں تو ان کی ترقی کی تمنائیں احتیاط کے تقاضوں کا دامن نہیں چھوڑتیں - ترقی کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی - لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو ترقی کا شوق اس قدر بے تاب نہ کردے کہ اس کے منصوبوں کی تعمیر کا کام اعتدال اور توازن کی حدود سے ناآشنا ہو جائے - قومی منصوبوں کی تکمیل صبر و مشقت چاہتی ہے اور آپ کو بھی اپنے مقصود کے حصول کے لئے صبر و مشقت سے کام لینا ہوگا - مغربی پاکستان کی وسیع حدود کے اندر جو لسانی امکانات ہیں ان کا جائزہ لینے کے بعد آپ کو اردو زبان میں وہ صلاحیتیں پیدا کرنی ہوں گی جو اس عظیم الشان خطۂ ملک کے نظام تعلیم اور دفتری کاروبار کی ضروریات کو پورا کرسکیں - جس ذمہ داری کا بار اب تک انگریزی زبان پر پڑا ہوا ہے اس کے لئے آپ کو ایک نیا سہارا تلاش کرنا پڑیگا ایک ایسا سہارا جو غیروں کے ہاتھ سے میسر نہ آیا ہو بلکہ ایک ایسا سہارا جسے آپ نے اپنے ہاتھوں سے استوار کیا ہو اور جسے آپ کے وشوق نے سنوارا ہو جو ہمارے قومی اور ثقافتی مزاج کے سانچے میں ڈھلا ہو ہماری نئی قومی قدروں اور قدیم

اسلامی روایتوں کے شایانِ شان ہو اور ہمارے بلند سے بلند تصورات کے اظہار پر قادر ہو۔

خدا کرے آپ کی کوششیں کامیاب ہوں اور اردو زبان جلد از جلد ترقی کے ان مدارج اعلیٰ پر پہنچ جائے جو ہمارا النصب العین ہیں اور یہ ہماری قومی زبان اس شرف کی آئینہ دار بن جائے جو قدیم ایشیائی روایات اور اسلامی ثقافت کے وارث ہونے کی حیثیت سے ہمارے حصے میں آیا ہے۔ اس کا ہر لفظ صداقت کے اظہار کے لئے ہو۔ اس کی ہر تحریر قومی تنظیم کے لئے ہو اس کی ہر تصنیف پاکستان کی شیرازہ بندی کے لئے ہو اور اس کا ہر اہل قلم جو کچھ بھی لکھے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھے کہ اس کے قلم سے نکلا ہوا ہر فقرہ پاکستان کی عظمت کا کفیل اور ہر جملہ اس کے باشندوں کی شرافت کا ضامن ہو۔

میں ان الفاظ کے ساتھ اس کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں۔

محمد سخاوت مرزا

خواجہ گیسو درازؒ کے چند ہندی گیت

حضرت قدوۃ العارفین سید محمد حسینی گیسو دراز الملقب بہ عاشق شہباز بلند پرواز المعروف بہ خواجہ بندہ نواز دہلوی ثم گلبرگوی قدس سرہ العزیز کے علمی، ادبی، تحقیقی کارنامے مشہور و معروف ہیں۔ اور اردو ادب میں آپ کا اوّلین معماروں میں شمار ہے۔ آپ نے ۱۰۵ سال کی طویل عمر پائی۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ کمسنی میں بزمانہ منتقلی پایۂ تخت، دولت آباد (دکن) والد بزرگوار کے ساتھ آئے، علماء دولت آباد سے استفادہ کیا۔ والد کے وصال کے بعد تبلاش پیر والدہ ماجدہ کے ساتھ دہلی آئے اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید ہوگئے، اور قاضی عبد المقتدر علوم باطنی کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کی بھی تکمیل فرمائی، حضرت چراغ دہلویؒ سے برسوں فیض حاصل فرمایا اور خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔

غرض حضرت خواجہ بندہ نواز جب دکن تشریف لائے ہیں تو ان کی عمر شریف اسّی سال سے کم نہ تھی۔ بڑے بڑے جید علماء و فضلاء و عرفا آپ کے خلفا میں شامل ہیں۔ حضرت میر اشرف جہانگیر سمنانیؒ حضرت سے ملنے کے لئے گلبرگہ شریف آئے تھے اور بعض دقایق کے متعلق تبادلہ خیال بھی ہوا تھا۔

حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ کے بعض دکنی رسالے معراج العاشقین، شکار نامہ منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور ان میں اولیت کا سہرا سب سے اوّل بابائے اردو مغفور کے سر ہے۔

ہم یہاں بعض خاص ہندی گیتوں کے متعلق جو صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں اور خاص "بند سماع" یعنی بند حجرے کی قوالی سے متعلق ہیں۔ جس میں خاص خاص لوگ ہی شریک ہو سکتے تھے۔ چنانچہ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر اب بھی یہ رواج جاری ہے۔ اور "بند سماع" کے نام سے مشہور ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ (المتوفی ۸۲۵ھ) ہندی سے کما حقہٗ واقف تھے چنانچہ آپ کی نہایت مشہور تصنیف "اسماء الاسرار" میں خود حضرت موصوف تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک محبوبہ کے مکالمہ کو ہندی سے فارسی کا روپ عطا کیا ہے۔

نیز خواجہ علیہ الرحمتہ کی نظر سے ہندو مذہب کی کتابیں گزری تھیں اور سادھوں جوگیوں سے توحید کے متعلق بحث مباحثہ بھی ہوا تھا۔

ان گیتوں میں مصنف نے اپنا نام و تخلص بلکہ اپنے مرشد کا نام بھی ظاہر کیا ہے بلکہ اپنے پیارے اور لاڈلے پوتے سید شاہ ید اللہ عرف میاں تبولا کا بھی۔ اور ان سے اپنی والہانہ محبت کا اشارہ بھی فرمایا ہے (گیت ۲) البتہ الفاظ میں بوجہ امتداد زمانہ اور قوالوں کی کم علمی کی وجہ سے تغیرات ہوئے ہیں۔ دریں اثنا یہ چیز ہے جو صدیوں سے قلم بند نہ ہو سکی، اگرچہ تاریخی اعتبار سے مستند ہونے کا ثبوت دینے میں تامل ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ قدیم منثور نظمیں جیسے مہابھارت یا یونانی ایلیڈ وغیرہ ایسی موجود ہیں۔ جو سینہ بہ سینہ چلی آتی رہیں اور صدیوں بعد معرض تحریر میں آئیں۔ ان گیتوں کا صرف آپ کی خانقاہ تک محدود رہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی بڑی حد تک اصلیت ہے۔ لسانی نقطہ نظر سے اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال ہم یہاں ان میں سے بعض گیت مع صراحت و تشریح ضروری ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں :-

اللہ میں تجو باج کیوں رہوں ایک تلّا
شاہ کا بیراھا بھیدان میرے کٹے یاں (تکرار قوالی)

حل لغات

تجو، تجہ، باج (دکنی) سوا، تلّا، تل، لحمہ
بھیدنِ (بھید، جدائی، تفرقہ، بیدھا، ممانعت، رکاوٹ، بیراھا،
پہریا، پہرہ دار، محافظ

مطلب: یا اللہ میں تیرے بغیر ایک پل کیسے چین سے رہوں، تیرے آستانہ کا محافظ مجھے اندر جانے نہیں دیتا۔

سہ
خواجہ نصیرالدین تن میں ٹھہرے رچین ہاں تن میں ٹھہرے رچین رہ۔ سید محمد ادھوری
دویں انید ہاں ؛ ہاں سے موری ہو ونید ہاں سے موری بودین درس، الا نیدرے کی سجنا، الا نیدرے کی انوار الانیدرے کی قبولت کرو، میں اتن قبولت کرو، من اتن قبولت کرو، من اتن درس، (یا میرے اللہ میں تجو باج کیوں رہوں یک تلّا)

حل لغات :
ٹھہرے (ٹھہرے) یا ٹھہرا ہوا یعنی قائم مستحکم، رچین (رچ) شوق، مزہ
ادھوری، (آدھارا رہے) سوچ، بچار، وسیلہ، نیدھاں، نیدھیان یعنی دیدار،
وصل، درس، درشن، الا نیدرے (اللہ نیدھاں یعنی دیدار) آنن (م) چہرہ، منہ، دیدار

مطلب: خواجہ نصیرالدین میرے جسم میں سما جائیں یعنی (فنا فی المرشد) ہو جانے میں عجب لذت ہے اور انھوں نے سید محمد کا وسیلہ بن کر وصل حق کی لذت سے مستفیذ کر دیا ہے یا اللہ میرے انوار تجلیات اور دیدار قبول ہو جائے۔ مجھے وصل الٰہی حاصل ہو جائے کسی صورت سے۔ میں دیدار کے لئے تڑپ رہا ہوں۔

حقیقت (راگ حقیقت) آج بیراسے کی آگ مجھ تن لاگ رہے، مجھ تنے لاگے رہے؛ دھر؟
سو کا دکھلاتے کار، سو کا دیکھلائے کار، رادی کرسی نکائے۔
آج بیراسے کی آگ مجھ تنے لائے رہے
ہاں ابو اللہ حسینی (ید اللہ؟) تو مرا لالہ رہے، ہاں ابو اللہ حسینی (ید اللہ) تو مرا لالہ رہے،

ہاں عشقوں بھیدیں میرے، میرے (میرا؟) بالا رے

بیرا ہے۔ برہ۔ (ہ) ودیہ (ہ) عمدہ، روشن۔ کارن (ت) مقصد یا کارن (ہ)

رادی۔ رادھی (رادھیکا) رادھا (کرشن جی کی معشوقہ) کرسی (ع) تخت شاہی

اور کرسی (ہ) یا چک دشتی۔ ایواللہ حسینی۔ (ا،) یداللہ حسینی ؟) خواجہ بندہ نواز رح

آج میرے تن بدن میں عشق کی آگ بھڑک رہی ہے۔ میرا مقصد بر آیا۔ رادھا (معشوق) کرسی لگائے بیٹھی ہے (یا رادھا (معشوق) نے یا چک دشتی کی سی آگ لگا رکھی ہے ؟)

اے یداللہ حسینی تو تو میرا لالہ ہے۔ میرے عشق کا بھید ہے، تو میرا لاڈلا ہے

راگ حقیقت:- اُٹھنا سہاگن سیجا سے تیرا لالہ نہ جاگے

تس دین شو تیرا جاگا تھا میرے اللہ : تس دین شو تیرا جاگا تھا

تجھ کو تیداڑی لائے تجھ کو ان کاڑی لائے، تجھ کو نیداڑی لاگے

اُٹھنا سہاگن سیجا سے تیرا لالہ نہ جاگے

شو بمعنے مبارک۔ شیوجی، مہادیو کا نام۔ شو (ت) شوہر۔ اگر شو کا ماخذ شوبھ ہے تو بمعنے حسن۔ تس (ہ) جس، دن۔ تیداڑی (نیندڑی ؟) نیند۔ ان کاڑی۔ (انکارن (ہ) خواہ مخواہ۔ کارا (بمعنی دکھ)

اے سہاگن اپنی سیج اس طرح اٹھ کر تیرا عاشق نہ جاگ اُٹھے اور اس کی نیند خراب نہ ہو

اے میرے اللہ جس دن تیرا حسن جلوہ گر ہوا تھا تو تجھ کو نیند لگ گئی ؛ افسوس !

شاہ کی سیجا نادا کی جو کوئی جاگے سو پائے، جو کوئی جاگے سو پائے

آج ایک جاگو نہ عاشقوں کا میرے اللہ ! آج ایک جاگو نہ عاشقوں کا گیا !

پھر جاگا انوار ! کیا ؟ پھر جاگا انوار اسے۔ اٹھنا سہاگن سیجا سے

حل لغات نادا کی (نیدا کی) ؛ نیند سے۔ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سیج تک رسائی وہی حاصل کر سکتا ہے جو بیدار

و مطلب (ہ) بقول جو جاگا سو پایا۔ اے میرے اللہ ایک بھی عاشقوں میں سے بیدار نہ ہوا۔ پھر جاگا انوار۔ ارے دیکھو تو سہی تجلیات الٰہی کے کیسے انوار روشن ہیں۔

بقول سعدیؒ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

غفلت نیدان تجھے اگی ہے　دتیار تھا کب ؟　(تکرار)
در دیکھ دلوں کی سیجا سے　(تکرار)
. . . . اٹھنا سہاگن سیجا سے ترا لالہ نہ جاگے۔
مخفی جاگا تھا سیجا سے، ظاہر جاگا انوار، ظاہر جاگا انوار،
سوتی تھی میں بھر نیندوں میں، اللہ! سوتی تھی میں بھر نیندوں،
حسینی تُرمان جگائے، شاہ باز تُرمان جگائے حسینی تُرمان جگائے
اٹھنا سہاگن سیجا سے ترا لالہ نہ جاگے

تُرَ نُم (دھ) تم. تُرمان. تم (تمن ؟) دکنی۔

بقول صوفیا:۔ میں مرتبہ غیب الغیب میں ایک گنج مخفی کی حیثیت رکھتا تھا. جہاں امتیاز علمی و عینی بھی نہ تھا. اس کے بعد امتیاز علمی اور عینی پیدا ہوا — تو نے مجھے عالم شہود میں جلوہ گر کر دیا۔ ورنہ میں تو علم الٰہی میں محو خواب تھا، تیرے اشتیاق ظہور نے مجھے جگا دیا۔

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ؎

بود اعیاں جہاں بے چند و چوں　زامتیاز علمی و عینی مصئوں
ناگہاں در جنبش آمد بحر جود　خویشتن را خود بخود با خود نمود

میر دوست محمد برہان پوریؒ

سوتی تھی سکھ چین سوں گھر اپنے پالوں پسار
موہن موھو جگائے کے پھر پودوائے دوار

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

قومی اسمبلی میں قومی زبان کی دُرگت

قومی اسمبلی ہمارے ملک کا سب سے باوقار، مقتدر اور نمائندہ ادارہ ہے۔ اس لئے ہمارے عوام کی اکثریت اس بات کی متمنی رہتی ہے کہ قومی اسمبلی میں قومی جذبات کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ اردو اور بنگالی پاکستان کی دو قومی زبانیں ہیں۔ لیکن اسمبلی میں ارکین عموماً یہ بات بھول جاتے ہیں اور شاید ہی کبھی ایسا خوش قسمت لمحہ آتا ہو جبکہ وہ اپنی قومی زبان میں اظہار خیال کرنے کی زحمت گوارہ فرماتے ہوں اور ہمارے تمام معزز ممبر جو اسمبلی سے باہر انگریزوں کے دورِ غلامی کو ہمیشہ کوستے رہتے ہیں۔ جب بولتے ہیں انگریزی ہی بولتے ہیں اور اگر کوئی غلطی سے اپنی کسی قومی زبان میں بولنا چاہے۔ تو اس کے خلاف غصہ بھی انگریزی ہی میں نکالا جاتا ہے۔

اس بار قومی اسمبلی میں وزیر داخلہ جناب حبیب اللہ خاں نے غیر شائستہ اشتہارات کے متعلق سرکاری بل پر اردو میں تقریر شروع کی۔ جس پر قومی اسمبلی کے ایک ممبر سید محمد حبیب الحق نے مطالبہ کیا کہ وزیر داخلہ انگریزی میں تقریر کریں وزیر داخلہ نے جواب دیا کہ اردو ہماری قومی زبان ہے۔ میاں عبدالباری نے وزیر داخلہ کے موقف کی پرزور تائید کی اور انہوں نے کہا کہ اگر قومی زبانوں کی اس طرح توہین کی گئی تو وہ واک آؤٹ کر جائیں گے۔

> **نیا بجٹ اور اردو**
>
> نئے بجٹ میں اردو کی ترقی کے لئے سابقہ بجٹ کی نسبت کم رقم رکھی گئی ہے ۶۳-۱۹۶۲ء کے بجٹ میں اس مقصد کیلئے ۷ لاکھ ۵۵ ہزار روپیہ رکھے گئے تھے۔ لیکن نئے بجٹ میں یہ رقم ۷ لاکھ ۲۹ ہزار روپیہ کردی گئی ہے گویا نئے سال میں ۲۶ ہزار روپیہ کم کر دیئے گئے ہیں اس کے برعکس بنگالی زبان کی ترقی کے لئے وہ رقم برقرار رکھی گئی ہے۔ جو پچھلے بجٹ میں مخصوص کی گئی تھی ——

اردو دشمنی کی ایک اور مثال

روہڑی میں سرکاری پرائمری سکول میں اردو

میں تعلیم پانے والے طلبا کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم پر بڑا برا اثر پڑ رہا ہے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے اس کا ذمہ دار محکمۂ تعلیمات کو ٹھہرایا ہے۔ جو اردو اساتذہ کے مطالبے کو پورا نہیں کر رہا ہے۔ جبکہ روہڑی میں عام شکایت ہیڈ ماسٹر کی ہے جو خود نہیں چاہتا کہ اردو میں تعلیم ہو اور اردو کے اساتذہ رکھے جائیں اس زہریلی اور مجرمانہ ذہنیت کا سدباب محکمۂ تعلیم کو فوراً کرنا چاہیئے۔

مضحکہ خیز کارکردگی

پرائمری اور مڈل اسکولوں کے لئے جو ضابطہ ۱۹۲۳ء میں بنایا گیا تھا وہ اردو میں تھا۔ ۱۹۳۹ء میں جو ترمیمی ضابطہ شائع ہوا وہ بھی اردو میں تھا لیکن پاکستان میں قومی زبان اردو بننے کے بعد جو ضابطہ اور دستور ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا وہ انگریزی میں ہے اور اس کا جواز یہ پیش کیا گیا ہے کہ پرائمری اور مڈل اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور استانیاں اس کو جلد حفظ کر لیتی ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اردو کی اس "ترقی" اور قومی زبان کے اس "احترام" پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے اور یہ سب کچھ اردو کے ایک اہم مرکز لاہور میں ہو رہا ہے "چو کفر از کعبہ برخیزد..."

پاکستان میں ابھی بھی انگریزی راج ہے؟

محکمۂ تعلیم کے مذکورہ ضابطے کی دفعات ملاحظہ کرنے سے پہلے اپنے آپ کو یہ یقین دلا دیجئے کہ آپ ایک آزاد مملکت اور اسلامی ریاست کے آزاد شہری ہیں اور آپ کو ترقی یافتہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب اس ضابطے کی دفعہ ۱۵۸ ملاحظہ کیجئے۔ اس کے تحت زمینداری وظائف ہندو اور سکھ کاشتکاروں کو دیئے جاتے ہیں۔ اب ذیل مقام کر دفعہ ۱۷۱ ملاحظہ کیجئے۔ اس کے تحت جارج پنجم سلور جوبلی کی خوشی میں وظائف دیئے جاتے ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

تصویر کا دوسرا رُخ

اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے

اورینٹل کالج کے طلبائے قدیم کے ایک اجلاس میں پنجاب یونیورسٹی کے حکام سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ سائنس اور آرٹس کے مضامین کی تدریس کیلئے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے فوری طور پر اقدامات کئے جائیں۔ اجلاس میں کراچی یونیورسٹی کے ڈگری اور پوسٹ گریجویٹ مضمون میں اردو کو ذریعہ تعلیم اور امتحان بنانے کے جرأت مندانہ فیصلے پر مبارکباد دیتے ہوئے ایک

لندن میں اردو اخبار کی مقبولیت

بارک شائر کے ہفت روزہ اردو اخبار "انقلاب" شمالی انگلستان کا واحد اخبار ہے جس کی اشاعت پانچ ہزار ہے۔ اب اس کو خبریں اور اشتہار فراہم کرنے کیلئے ایک دفتر مانچسٹر میں قائم ہو گیا ہے۔ انقلاب کا اجرا کراچی کے سابق صحافی احمد ... نے کیا تھا۔ ... میں پاکستانیوں کی تعداد خاصی ہے

قرارداد کے ذریعے مغربی پاکستان کی یونیورسٹیوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس شاندار مثال پر عمل کریں اور اپنی قومی زبان کو اپنانے کی کوشش کریں قرارداد میں گورنر مغربی پاکستان کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے کراچی یونیورسٹی کے فیصلے کو منظور کر لیا اور اس کو ... کی گئی کردہ قومی مفاد کی خاطر دوسری یونیورسٹیوں کو بھی کراچی یونیورسٹی کی تقلید کرنے کے علاوہ کریں۔

کراچی کارپوریشن کا مطالبہ

کراچی کارپوریشن نے آج اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مطالبہ کیا ہے کہ پورے مغربی پاکستان میں اردو کو عدالتی زبان قرار دیا جائے۔ کارپوریشن نے حکام سے مطالبہ کیا ہے وہ متعلقہ قوانین میں ترمیم کر کے اردو کو عدالتی مقاصد کے لئے سرکاری زبان قرار دیں۔

اردو میں کارروائی

بلدیہ ملتان نے اپنے ایک اجلاس میں جس کی صدارت سردار حزب اللہ خان چیئرمین بلدیہ نے کی یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ بلدیہ کے اجلاس کی تمام کارروائی اردو میں ہوا کرے گی۔ یونین کمیٹیوں نے محلوں اور گلیوں کے نام تبدیل کرانے پر بھی منظوری دی ہے۔ اردو کی کارروائی کے سلسلے میں تجویز متفقہ رائے سے منظور ہوئی ہے۔

اردو اکیڈمی سائنس

اردو اکیڈمی کے سالانہ اجلاس میں جو سینیٹ ہال لاہور میں منعقد ہوا تھا الطاف گوہر سیکرٹری مالیات نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سائنسی اور دوسرے موضوعات کی اصطلاحات کو اردو زبان میں منتقل کرتے وقت اہل علم کو اپنی زبان کے مزاج پر نظر رکھنی چاہیئے۔ آپ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ قومی مسائل پر غور کرتے وقت انہیں اس زبان میں پیش کرنا چاہیئے۔ جسے قوم کے تمام افراد بخوبی سمجھ سکتے ہوں انہوں نے سائنسی اصطلاحات کو اردو کا جامہ پہنانے والوں سے کہا کہ وہ اپنے کام میں ہم آہنگی پیدا کریں اور بے سوچے سمجھے بڑے بڑے منصوبے حتی الامکان نہ بنائیں۔

ایک نئی ادبی جماعت کی تشکیل

بزم ترقی اردو کا ایک عام اجلاس عصمت منزل کالج روڈ راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں بزم کا آئین منظور کیا گیا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ سکولوں اور کالجوں میں اردو کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا جائے۔ بزم کے قیام کا مقصد عوام میں اردو کو مقبول بنانا اور نشر و اشاعت کے ذریعہ گھر گھر پہنچانا ہے

علمی - تہذیبی اور تعلیمی خبریں

ان گمشدہ تہذیبوں کا مدفن

پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر چودھری محمد علی نے کہا ہے کہ پشاور یونیورسٹی عنقریب اس علاقے کا تاریخی جائزہ لے گی اور تحقیقات کا کام شروع کر دیگی۔ اس

مقصد کے لئے اس سال سے عمرانیات اور علم الانسان کی کلاسیں شروع کی جا رہی ہیں۔ وائس چانسلر نے سینٹرل ریکارڈ آفس سے متعلق تاریخی کتابوں کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ اعتبار سے سابق صوبہ سرحد کا علاقہ تاریخی نوادر سے بھرپور ہے۔ کیونکہ ہندوستان پر جتنے حملہ آوروں نے حملہ کیا ان میں سے بیشتر لوگ اسی علاقے سے گزرے اور انہوں نے یہاں اپنی تہذیب کے نشانات اور اپنے کلچر اور تمدن کے اثرات چھوڑے انہوں نے کہا یہاں وہ تہذیبیں دفن ہیں جن کی تحقیق سے تاریخ میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔

ثقافت کا مطلب رقص و موسیقی نہیں

ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عثمان غنی نے طلبہ پر زور دیا ہے کہ وہ خود کو اخلاقی اعتبار سے بلند کریں اور ثقافتی و روحانی قدار کو اختیار کر کے یہ ثابت کر دیں کہ وہ تہذیب و ثقافت کے وارث ہیں۔ انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی ہال میں ہفتہ ثقافت کا افتتاح کرتے ہوئے وضاحت کی کہ ثقافت کا مطلب رقص و موسیقی اور تفریحی سرگرمیاں نہیں بلکہ زندگانی کو بامقصد بنانا ہے۔ انہوں نے کہا اس سے زندگی میں انقلاب پیدا کرنے اور اپنے لئے صحیح سمت کا تعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے

سب سے کثیر الاشاعت اخبار

یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق روس میں سب سے زیادہ رسالے اور کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ اور روسی کمیونسٹ پارٹی کا ترجمان "پراودا" دنیا کا سب سے کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ اس کی روزانہ اشاعت ۷۰ لاکھ ہے۔ پراودا کا پہلا شمارہ ۵ مئی ۱۹۱۲ء کو شائع ہوا تھا اور اس وقت اس کی کل ۶۰ کاپیاں چھاپی گئی تھیں۔ پراودا کے بعد دوسرا نمبر "ازوستیا" کا ہے جو ۵۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتا ہے۔ اخباروں کے علاوہ روسی مطبوعات بھی کثیر تعداد میں شائع ہوتی ہیں اور نو ہزار کے قریب ایسے رسالے اور اخبار ہیں جو روس کی درجنوں زبانوں میں شائع ہوتے ہیں اور جن کی مجموعی اشاعت ۱۷ کروڑ ۹۰ لاکھ کے قریب ہے۔ مثال کے طور پر بچوں کے اخبار "پائنیرسکا" کی اشاعت ساٹھ لاکھ اور عورتوں کے رسالے "روبٹ نسٹا" کی اشاعت ۴۴ لاکھ ہے

اقوام متحدہ کا ثقافتی ادارہ

اقوام متحدہ کا ادارہ تعلیم و ثقافت اسوان کے قریب ابوسمبل کے قدیم مندروں کی حفاظت کے لئے نئی تجاویز پر غور کر رہا ہے ایک تجویز متحدہ عرب جمہوریہ کی حکومت نے اور دوسری تجویز فرانس کے قومی کمیشن نے پیش کی ہے۔ منصوبوں پر لاگت کا تخمینہ اٹلی کے منصوبے سے بہت کم ہے۔ عرب جمہوریہ کا منصوبہ سوئٹزرلینڈ کے ماہروں نے مرتب کیا ہے۔ اس کے مطابق مندروں کے مختلف حصوں کو اکھاڑ کر دوسری جگہ منتقل کرایا جائے گا جہاں کسی اونچے چبوترے پر دوبارہ ان حصوں کو جوڑ دیا جائے گا تاکہ یہ مندر نیل کے سیلاب سے محفوظ رہیں اس منصوبے پر لاگت کا تخمینہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لئے اقوام متحدہ سے درخواست کی جائے گی کہ وہ دو کروڑ ۵۴ لاکھ ڈالر کا مرکزی فنڈ قائم کرے۔

مجلسِ مذاکرہ

حلقۂ اربابِ فکر و نظر کے زیر اہتمام مری میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں مقرروں نے کہا کہ فنون لطیفہ میں غیر صحت مند عناصر قوموں کے زوال کا باعث بن جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ

فنون لطیفہ پر گرد و پیش کی زندگی کی ترجمانی کے علاوہ انسانی جذبات کی تطہیر اور جمالیاتی ذوق کی تسکین کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے، اور اسلام ہر قسم کے علوم و فنون کو ترقی دینے کا داعی ہے مگر ننگ انسانیت اور نام نہاد فنون لطیفہ کی سختی سے تکذیب کرتا ہے۔

ادیبوں کے لئے کواپریٹو سٹور

وزارت اطلاعات کے سیکرٹری قدرت اللہ شہاب نے ملتان میں انکشاف کیا کہ ادیبوں کے فائدے کیلئے ساری ملک میں کواپریٹو اسٹور کھولے جائینگے انہوں نے بتایا کہ رائٹرز گلڈ نے لاہور میں جو پریس ہوٹل خریدا ہے اسے بطور ہوٹل نہیں چلایا جائیگا بلکہ اسکے بجائے کئی منزلہ عمارت تعمیر کی جائیگی جس میں ادیبوں کیلئے بڑا کوآپریٹو سٹور، دفاتر، ریسٹوران اور سینما قائم ہونگے اس کوآپریٹو سٹور کی شاخیں ساری پاکستان میں قائم کی جائینگی گلڈ کے تمام ارکان ان اسٹوروں کے حصہ دار ہونگے

مصنف ناصر

متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کے طالب علمی کے زمانے میں لکھے ہوئے ناول "آزادی کی خاطر" کو اب تین ایکٹ کے ڈرامہ کی شکل دیدی گئی ہے۔ یہ ڈرامہ انقلاب مصر کی گیارہویں سالگرہ کے موقع پر اہرام مصر کے دامن میں کھلی ہوا میں پیش کیا جائیگا۔

تراجم کی فہرست

اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارے یونیسکو نے ترجموں کی فہرست کا چودھواں ایڈیشن شائع کیا ہے جس میں دنیا میں سب سے زیادہ ترجمہ ہونے والی کتابوں کی فہرست میں بائیبل سر فہرست ہے۔ اس کے مطابق بائبل کے دو سو چھیالیس ترجمے منظر عام پر آچکے ہیں۔ کتابوں کی اس درجہ بندی میں ایک نیا نام نمودار ہوا نظر آتا ہے یہ نام رابندر ناتھ ٹیگور کا ہے جن کی کتابوں کے ایک سو ایک ترجمے ہوتے ہیں۔ اس فہرست تراجم میں بتیس ہزار نو سو اکتیس ترجموں کا ذکر ہے۔ جو ۱۹۶۱ء کے دوران دنیا کے ستتر ملکوں میں ہوئے تھے۔ سب سے زیادہ اضافہ ادبیات کے زیر عنوان ہوا۔ جس میں ۱۹۶۰ء کی نسبت ۵ سو گیارہ ترجمے برآمد ہوئے ہیں۔ افسانے زیادہ تر بلغاریہ، آسٹریا، فرانس، جرمنی، بھارت اور ایران میں ہوئے ہیں۔

ادیبوں کا بین الاقوامی اجتماع

نیویارک یونیورسٹی میں اس سال اگست میں ادب اور جدید زبانوں کی بین الاقوامی تنظیم کی نویں کانگریس منعقد ہونے والی ہے۔ جس میں دنیا کے پانچ سو زیادہ عالم شرکت کریں گے۔ اقوام متحدہ کی علمی ثقافتی اور تعلیمی تنظیم کے زیر اہتمام مشرق اور مغرب کے ملکوں کے ادیبوں کا ایک مذاکرہ منعقد کیا جائے گا جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔

کام شاستر انگریزی

ہندوستان کی قدیم کلاسیکی کتاب "کام شاستر" جو جنسیات کے موضوع پر ہے، سستے ایڈیشن میں شائع ہوگئی ہے۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ برٹن اور ارتبنھاٹ نے ۱۹ ویں صدی میں کیا تھا اس کتاب کو بغیر کسی حذف کے شائع کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال اس کتاب کے ڈیڑھ ایڈیشن نکل چکے ہیں اور یہ کتاب اس سال کی سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں کی فہرست میں جگہ پا چکی ہے۔

فصل المقال انگریزی میں

اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسکو نے اہم کتب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا کام شروع کر رکھا ہے۔ حال میں بارھویں صدی کے عظیم اور شہرۂ آفاق اسلامی عالم، مفکر اور فلسفی ابن رشد کی کتاب "فصل المقال" کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے۔ مترجم جارج الف ہورانی ہیں۔ ابن رشد نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک کی صداقتیں اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتیں جب تک انسان میں اعلیٰ سوجھ بوجھ نہ ہو اور وہ سائنسی استدلال پر دسترس رکھتا ہو۔ یہ کتاب فلسفہ کی اہمیت پر ایک شاندار کارنامہ ہے۔ اس کتاب کا مسودہ سو سال پیشتر تک تاریکی میں تھا۔ ایم جی ملر نے اس کا مسودہ تلاش کر کے نکالا اور بعد ازاں جلد اس کے ترجمے جرمن، ہسپانوی، فرانسیسی اور دوسری زبانوں میں ہوئے۔ انگریزی کے ترجمے کا فخر یونیسکو کو حاصل ہوا ہے۔

روس میں اردو ادب

روس کے عوام اور حکومت کی توجہ روز بروز اردو ادب اور اردو زبان سے بڑھتی جا رہی ہے۔ اسی دلچسپی کے پیش نظر ماسکو کے لینن گراڈ اور تاشقند میں ایسے اسکول کھولے گئے ہیں جہاں بچوں کو مشرقی زبانیں سکھائی جاتی ہیں اور روسی لڑکے اور لڑکیاں ان اسکولوں میں بڑے شوق سے مشرقی علوم حاصل کر رہے ہیں۔ ان مشرقی زبانوں میں اردو کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ روسی زبان میں پاکستانی ادیبوں اور شاعروں اور اردو کے تمام اہم مصنفین کی نگارشات کے تراجم بڑے اہتمام سے شائع ہو رہے ہیں۔ اردو کے ان مصنفین میں جو متراجم روس میں بے حد مقبول ہوئے ہیں میر امن، غالب، اقبال، منٹو، فیض اور احمد ندیم قاسمی شامل ہیں۔ گزشتہ برسوں میں سے اشاعت گھر نے مشرقی ممالک کے علوم کے انسائیکلوپیڈیا کے ۱۹۶۲ء ایک سو چھبیس کتابیں شائع کی ہیں جو پاک و ہند کے مشہور ادیبوں کی تصنیف ہیں۔

کتاب کی قیمت ۲۹۰۰ پونڈ

لندن کے ایک نیلام گھر میں ایک اطالوی تاجر کولی ڈیلا ورجینہ نامی کتاب کو ۲۹۰۰ پونڈ میں خرید لیا ہے۔ یہ کتاب فلارنس میں ۱۴۸۱ء میں طبع ہوئی تھی۔ اس میں سو تصویریں ہیں جو لکڑی پر کندہ کرا کے بنائی گئی ہیں۔

قدیم تختیوں کا سراغ

مشرقی چین میں کھدائی کے دوران مہاتما بدھ کے اہم خطبات کے تراجم پتھر کی تختیوں پر لکھے ہوئے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ تراجم ایک بودھ بھکشو بودھ بہادر نے کئے تھے جسے چین بلایا گیا تھا۔ یہ علاقہ ان دنوں بودھ مذہب کا اہم مرکز تھا۔ یہ تحریریں بودھ مذہب کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

عشقیہ ناول اور عصمت فروشی

فرانس کے محکمۂ سائنس کے ٹریبونل کے نائب صدر مسٹر سیکا نے نئے سماجی کالم کیوں میں کہا ہے کہ فرانس کی ایک لاکھ طوائفوں میں سے بیس ہزار ایسی نوجوان لڑکیاں بھی ہیں جنہوں نے محض عشقیہ اور جنسی ناولوں، مخرب الاخلاق فلموں اور ڈراموں کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے عصمت فروشی کے طوفان کو روکنے کے لئے عشقیہ ناولوں اور جنسی رجحانات کے حامل ادب اور فلموں اور تھیٹروں کے خلاف زبردست مہم شروع کرنے پر زور دیا ہے۔

دستخط

تاریخ صوفیائے پاکستان

تاریخ صوفیائے پاکستان کی تیسری جلد مکمل ہو چکی ہے۔ یہ تاریخ مولانا اعجاز الحق قدوسی نے ۵ سال کی محنت شاقہ کے بعد لکھی ہے۔ اس سلسلے کی پہلی دو کتابیں تذکرہ صوفیائے سندھ اور تذکرہ صوفیائے پنجاب، شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تیسری جلد بنگال کے صوفیائے کرام پر ہے جس میں بنگال کے ۸۵ مشاہیر صوفیا کا ذکر کیا گیا ہے۔

ننگی تصویریں رکھنا ایک سنگین جرم

یمن کی انقلابی حکومت نے ایک فرمان کے ذریعے عریاں تصویریں رکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ یمن کے صدر عبداللہ السلال نے ایک بیان میں کہا ہے کہ جس یمنی باشندے کے پاس سے کوئی عریاں تصویر برآمد ہوگی اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ انہوں نے کہا ہے کہ مغربی طاقتیں عربوں کے جذبۂ ایمان کو کمزور کرنے کے لئے ایسی تصاویر پھیلا رہی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلم معاشرے میں عریانی اور فحاشی شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور مغربی طاقتوں کے یہ حربے مسلم معاشرے کے خلاف سازش کا درجہ رکھتے ہیں۔

آدم جی ادبی انعامات

۱۹۶۳ء میں آدم جی ادبی انعام پانے والے پانچ حضرات میں ... کو صدر مملکت نے ایوان صدر میں ایک ایک ہزار روپیہ کے چیک دیئے۔ ادبی انعام کے سیکریٹری جمیل الدین عالی نے ان حضرات کو یکے بعد دیگرے صدر کے سامنے پیش کیا اور ان کا تعارف صدر سے کرایا۔

سرسید کے مضامین

مجلس ترقی ادب لاہور کی جانب سے سرسید احمد خاں کے مضامین و مقالات کی اشاعت کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ یہ مضامین اور مقالے چودہ جلدوں میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ جن میں سے دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

شاہ بھٹائی کی برسی پر "مفکر مہران" کی اشاعت

[illegible]

عبداللطیف بھٹائی کی برسی کے موقع پر ایک کتاب "مفکر مہران" کے نام سے پیش کی جا رہی ہے۔ شاہ بھٹائی پر اب تک مختلف ادیبوں کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں کوئی تصنیف اس سے قبل شائع نہیں ہوئی۔ یہ پہلی صحیح کتاب پیش کی جا رہی ہے جس کے مصنف اختر انصاری اکبرآبادی ہیں۔ اختر صاحب تین سال ہوئے ایک کتاب "نغمات لطیف" بھی ترتیب دے چکے ہیں۔

[illegible]

اسلام کی سالگرہ

... شاعر نذرالاسلام کی سالگرہ کے موقع پر نذرل اکیڈمی کے نام ایک پیغام میں صدر

ایوب نے کہا ہے کہ نذرِ آلاسلام نے اپنی شاعری سے نہ صرف ہمارے عوام کے ذہنی جمود کو حرکت میں بدل دیا ہے بلکہ ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا نذرالاسلام کی شاعری فطری ہے اور ایک اعلیٰ مقصد کی طرف دعوت دیتی ہے، اس لیے اس کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خاں نے اپنے پیغام میں نذرالاسلام کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ایک سپاہی اور شاعر ہیں جنہوں نے عوام کو غیر ملکی غلامی کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا مغربی پاکستان میں اقبال اور مشرقی پاکستان میں نذرِ آلاسلام نے مل کر عوام کا شعور بیدار کیا اور ان کے دلوں میں ایک نئی تڑپ پیدا کی۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ ہال میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ ہوا جس میں لاہور کے منتخب دانشور، پروفیسر، وکلاء اور مصنفین شامل ہوئے تھے۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی جناب اے۔ کے بروہی تھے۔ جناب بروہی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس وقت ملک کو ایسی مثالی شخصیتوں کی ضرورت ہے جو نئی نسل کو قومی استحکام کے اہم فریضے کی اہمیت دلا سکیں اور ملک میں ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد دیں۔ جو ہر اعتبار سے مفید ہو۔

شاعر کی بھوک ہڑتال

اردو کے ایک شاعر خیال امروہوی نے لاہور میں اعلان کیا ہے کہ اگر ان کی تعلیمی قابلیت کے مطابق روزگار فراہم نہ کیا گیا تو وہ گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے بھوک ہڑتال کر دینگے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایم۔ اے ہونے کے باوجود وہ گذشتہ دو سال سے بیروزگاری کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔

جرمنی کے ادیب صدر کے ساتھ

مشہور جرمن پروفیسر اور ادیب اتالیذر نے گزشتہ ماہ کے دوسرے ہفتے میں راولپنڈی میں صدر پاکستان سے ملاقات کی وہ آج کل ایشیا کے جدید رہنماؤں کے متعلق ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ اور اسی سلسلے میں پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ صدر ایوب سے ان کی ملاقات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے افریقہ کے نئے رہنماؤں کے متعلق بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ جو گزشتہ سال چھپ چکی ہے۔

یادوں کے چراغ

لندن میں یوم اقبال

مرکز ثقافت اسلامیہ لندن میں یوم اقبال کے موقع پر علامہ اقبال کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا۔ اقبال کی پچیسویں برسی کی تقریب میں مقررین نے کہا کہ اقبال کا شمار نہ صرف اس صدی کے بہترین شعراء میں ہوتا ہے بلکہ وہ مملکت پاکستان کے ایک بڑے معمار بھی ہیں۔ پروفیسر ایل۔ ایف۔ رشبروک ولیمز

انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ اقبال ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے لئے ایک الگ مسکن اور مامن کی ضرورت محسوس کی۔ انہوں نے کہا جب وہ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن آئے ہوئے تھے تو مجھے پہلی بار علامہ اقبال کی صلاحیت اور ان کی تعمیری سیاسی فکر کا اندازہ ہوا تھا۔ ملت اسلامیہ کے اس شاعر نے اپنی وفات تک کے ہنگامہ خیز دور میں مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے اور ہندوستان کے مسلمانوں کا تعلق دنیا کی مسلم برادری سے جوڑا اور احساس یگانگت پیدا کیا۔

شوکت تھانوی کی یاد میں

انجمن مصنفین پاکستان ذیلی حلقہ سکھر کی جانب سے ایک ادبی اجتماع منعقد ہوا جس میں شوکت تھانوی کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ اس اجلاس میں شوکت تھانوی کی شخصیت اور فن پر متعدد مقالات پڑھے گئے۔

اطالیہ میں یوم اقبال

یوم اقبال کی تقریب پر اطالیہ پاکستان ثقافتی مرکز ادارہ مشرق وسطیٰ و مشرق بعید اور سفارت پاکستان نے وزارت خارجہ اطالیہ کے تھیٹر میں ایک تقریب منعقد کی جس میں مشہور مستشرق جناب ایساندرو بوسانی نے تقریر کرتے ہوئے علامہ اقبال کے فلسفے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی پروفیسر ایساندرو نے اقبال کے کلام کے تراجم اطالوی زبان میں کئے ہیں۔ پاک اطالیہ ثقافتی مرکز کے صدر سفیر انریکو چرولی نے بھی اس موقع پر شاعر مشرق کو خراج عقیدت پیش کیا

یوم حسرت

نوابشاہ میں یوم حسرت کے موقع پر ایک مشاعرہ ہوا جس میں سابق سندھ اور کراچی کے شاعروں نے شرکت کی مشاعرے سے پہلے ایک جلسے میں حسرت موہانی کے متعلق تقریریں ہوئیں اور مقالات پڑھے گئے، جن میں مولانا کی زندگی اور فن پر روشنی ڈالی گئی۔

ماتم میں ہم شریک

مولانا محمد سلیمان بدایونی کی وفات

مولانا محمد سلیمان یکم جون ۱۹۶۳ء کو مکہ معظمہ میں انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ علوم دینی اور تاریخ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ مرحوم نے جنگ آزادی سے متعلق ایک محققانہ کتاب "بدایوں ۱۸۵۷ء" لکھی جو علمی حلقوں میں بڑی مقبول ہوئی۔ آپ کے متعدد تحقیقی اور علمی مقالات ملک کے مشہور رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں ایک اور اہم کتاب جو زیر طبع ہے "بدایوں ۱۹۴۷ء" ہے۔ مولانا کراچی کی کئی سماجی اور مذہبی انجمنوں کے سرپرست تھے اور جمعیت علماء پاکستان کے ایک ممتاز رکن بھی تھے۔

پشتو کے مشہور ادیب اور شاعر کی رحلت

پشتو کے مشہور شاعر ادیب اور کہنہ مشق صحافی جناب میاں راحت زاخیلی طویل علالت کے بعد ۹ مئی کو رحلت فرما گئے آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے بیشتر نثر میں ہیں۔ آپ کی طویل نظموں کا مجموعہ زیر ترتیب تھا۔ آپ آخری دنوں میں روزنامہ شہباز سے منسلک تھے۔ آپ کی رحلت سے پشتو کے ادبی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے۔ جو پر نہیں ہوسکتا۔

ناظم حکمت کا انتقال

ترکی کے مشہور شاعر ناظم حکمت ۵ جون کو روس میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر ۶۱ برس تھی اور روس میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ناظم حکمت ان شاعروں میں سے تھے جنکو اشتراکی نقطۂ نظر کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل تھی۔ آپ ایک پرگو اور صاحب فن شاعر تھے اور آپ کی شاعری نے ترکی میں اشتراکی نظریہ کو مقبول بنایا تھا۔ جلاوطنی کا سبب بھی یہی تھا۔ اور اسی باعث آپ کو اشتراکی ملکوں اور ادبی حلقوں میں بے حد مقبولیت حاصل تھی۔

ڈاکٹر ہادی حسن کی رحلت

۲۳ مئی ۱۹۶۳ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مشہور پروفیسر اور ہندوستان کے ممتاز عالم ڈاکٹر ہادی حسن کا انتقال ہوگیا۔

ڈاکٹر صاحب تقریباً ۳۰ سال بحیثیت پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ رہے۔ وہ اپنی دلنواز شخصیت، غیر معمولی ذہانت کردار کی پختگی کے لحاظ سے سارے ملک میں اور ساری اسلامی دنیا میں مقبول تھے۔ آپ نے فارسی انگریزی اور اردو کی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی پہلی تصنیف "مطالعات ادب فارسی" (انگریزی) تھی جو ۱۹۲۳ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ آپ نے لندن ہی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی اور ہندوستان کی مختلف قومی درسگاہوں میں مدتوں تشنگانِ علم کو فیض یاب کرتے رہے۔ ان درسگاہوں میں جامعہ ملیہ، شانتی نکیتن اور مسلم یونیورسٹی شامل ہیں۔ آپ نے مسلم یونیورسٹی کی جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ اور آپ کی اعلیٰ منتظمانہ صلاحیتوں اور مدبرانہ خصوصیات کی شاہد ہیں اگر ڈاکٹر صاحب نہ ہوتے تو میڈیکل کالج کا افسانہ علی گڑھ یونیورسٹی میں کبھی نہ ہوسکتا تھا۔

ڈاکٹر ہادی حسن ایک صاحب نظر ادیب اور ماہر تعلیم ہی نہ تھے بلکہ آپ ایک تہذیبی شخصیت بھی تھے جس سے لوگ بہت کچھ سیکھتے تھے۔ آپ ایک دل موہ لینے والی شخصیت رکھتے تھے اور اپنی سحر انگیز تقریروں اور متاثر کرنے والی گفتگو سے ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے تھے۔ آپ انگریزوں میں انگریز کی طرح اور ایرانیوں میں ایرانی کی طرح اتنی روانی اور خوبصورتی سے تقریر کرتے تھے کہ اہل زبان بھی دنگ رہ جاتے تھے۔

آپ کو حکومت ایران کی جانب ایران کا اعلیٰ اعزاز "نشان دانش" عطا کیا۔ آپ کی والدہ حیات ہیں اور آپ کے بھائی سماجیات کے ممتاز عالم پروفیسر ڈاکٹر جعفر حسن ہیں۔ ڈاکٹر ہادی حسن ۳ ستمبر ۱۸۹۴ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے علمی دنیا میں جو مقام حاصل کر لیا تھا۔ اب اس کی جگہ پُر ہونا آسان نہیں رہا ہے۔

بھارت میں

بھارت میں انگریزی

مدراس میں ایک جلسے میں شریک ہونے والے تمام لیڈروں نے اتفاق رائے سے یہ اظہار کیا کہ قومی استحکام اور اتحاد کی خاطر بھارت کے آئین میں ترمیم کی جائے اور اس بات کی ضمانت

دی جائے کہ انگریزی بھارت کی سرکاری زبان رہے گی۔
اس اجلاس میں سی راجگوپال اچاری، سی اننددو رائے۔
بشیر احمد اور دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔ راجگوپال اچاری نے
کہا کہ عوام کو ہمیں یہ بتانا چاہیئے کہ سرکاری زبان کا کردار کیا
ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اگر ہندی عوام پر ٹھوپ دی گئی تو اس کا
ملک کی ترقی پر کیا اثر پڑے گا۔

سنسکرت ایک جدید زبان؟

جولائی ۱۹۶۶ء سے جب یوپی میں اسکول کھلیں گے تو انگریزی اور ہندی کے بعد تیسری زبان سنسکرت پڑھائی جائیگی حکومت ہند کی سہ لسانی کمیٹی نے تین زبانوں کے فارمولے کی توضیح کرتے ہوئے بتایا تھا کہ انگریزی اور ہندی کے بعد جدید ہندوستانی زبان پڑھائی جائیگی مگر یوپی کی وزارت تعلیم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جدید زبان سنسکرت ہوگی لیکن انسانوں کی آواز پر جواب دیا گیا ہے کہ اردو کا ذکر ہی غائب ہے

اردو کمیٹی کی رپورٹ

اچاریہ کرپلانی نے جو امروہہ الیکشن کے بعد مسلمانوں کی فرقہ پرستی کا چرچا کرتے پھر رہے ہیں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اردو کمیٹی کی رپورٹ کا نہ اب تک ترجمہ ہوا ہے اور نہ وہ چھپی ہے۔ "اردو کمیٹی" وہ نام نہاد کمیٹی ہے جو مدت دراز سے سرکاری فیصلوں کے انتظار میں فائل میں محفوظ ہے۔ اور اس نام نہاد اردو کمیٹی نے یوپی کے سرکاری زبان "ہندی" قرار دینے کے مفاد میں بڑا اہم کام انجام دیا ہے اور اسی کی بنیاد پر اردو کو پنپنے اور پھیلنے سے روکنے کے لئے اور اس کا حلقہ محدود تر کرنے والی سفارشات کی گئی تھیں۔

ترجمان القرآن کی ضبطی

بھارتی حکومت نے اردو جریدے "ترجمان القرآن" کی اپریل کی اشاعت کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والا مواد شائع کرنے کی بنا پر ضبط کر لیا ہے مذکورہ جریدہ مولانا مودودی کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

قدیم اور نادر کتب

مقبوضہ کشمیر کے ریاستی محکمہ ریکارڈز کی سروے کمیٹی نے چھتہ بل کے ایک باشندے کے پاس نایاب کتابیں دریافت کی ہیں ان میں سے ایک مسودہ سنہ ۱۲۶۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کتابوں کے اس ذخیرے میں عربی۔ فارسی کے ۶۰ قلمی مسودات شامل ہیں۔ جو تاریخ ریاضی۔ علم نجوم۔ طب۔ فلسفہ اور خوشنویسی کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ مطبوعہ کتابوں میں بھی بعض نایاب کتابیں شامل ہیں۔ محکمہ ان کتابوں کو حاصل کرنے یا خریدنے کے سلسلے میں مناسب اقدامات کر رہا ہے۔ نایاب اور پرانی کتابوں کا ذخیرہ علمی اداروں کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے

ہندوستان میں عربی کتب کی اشاعت

نائب صدر ہند ڈاکٹر ذاکر حسین نے کہا کہ دائرۃ المعارف سے شائع شدہ کتابوں کی افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں اشاعت سے ان ملکوں اور ہندوستان کے درمیان قریبی اور مخلصانہ تعلقات میں مدد ملیگی نائب صدر نے دائرۃ المعارف اور اسلامک کلچرل بورڈ کا معائنہ کیا۔ ان کو بتایا گیا کہ گذشتہ دو سال میں مرکزی وزارت برائے سائنسی تحقیقات۔ ثقافتی امور اور ریاستی حکومت کی سرپرستی میں ان اداروں نے کیا ترقی کی ہے دائرۃ المعارف نے ابتک ساڑھے تین سو سے زیادہ نایاب عربی کتابیں شائع کی ہیں۔ نائب صدر نے دائرۃ المعارف کو ہر طرح کی امداد دینے کا یقین دلایا ہے

حیدرآباد میں اردو ادبی سیمینار

حیدرآباد کی مختلف ادبی، تہذیبی

اور سماجی تنظیموں اور ممتاز ادبی شخصیتوں کے ایک نمائندہ اجتماع میں ایک ادبی سیمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ جس کے اہتمام کے لئے اہم اور ممتاز ادیبوں اور شاعروں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ اس سیمینار میں " ادب کے عصری تقاضے " آندھرا پردیش میں اردو کا موقف اور مسائل ۔ " آندھرا میں اردو ادب " کے موضوع پر تقریریں ہوں گی ۔

جنوبی ہند میں ڈائرکٹ ایکشن

ہندوستان کی حکومت نے جنوبی ہند میں ہندی زبان نافذ کرنے کے لئے جو سامراجی اقدام کیا ہے ۔ اس کے خلاف احتجاج کے لئے جنوبی ہند میں بہت جلد " ڈائرکٹ ایکشن " شروع کیا جائے گا ۔ اس ڈائرکٹ ایکشن کو شروع کرنے کے لئے تفصیلات مرتب کی جا رہی ہیں ۔ تحریک کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ حکومت ہند نے جنوبی ہند میں ہندی ٹھونس کر سازش کی ہے اور جنوبی ہند کے لوگوں کو دوم درجہ کا شہری بنانے کی کوشش کی ہے تحریک میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے آئین میں جن ۱۴ زبانوں کو تسلیم کیا گیا ہے اور انہیں کو سرکاری زبان تسلیم کیا جائے ۔

انگریزی اور ہندی

یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ اور راجستھان کے گورنر سمپورنانند نے ہندوستان اکادمی الہ آباد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ اب ہندی اور اردو میں جھگڑا نہیں ہے بلکہ ہندی اور انگریزی میں جھگڑا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سنسکرت کو ملک کی قومی زبان ہونا چاہیئے ۔ جب ہم ایک غیر زبان سیکھ سکتے ہیں ۔ تو ایک قدیم قومی زبان کیوں نہیں سیکھ سکتے ۔ سمپورنانند کی اس تقریر کا اثر یہ لیا جا رہا ہے کہ انہوں نے جو اردو کے ساتھ جھگڑا ختم کیا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں اب یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ سہ لسانی فارمولے کے تحت سنسکرت پڑھائی جائیگی ۔ چنانچہ اردو خود ختم ہو جائے گی ۔ اس لئے اب انہوں نے انگریزی کے خلاف تحریک چلائی ہے ۔ تاکہ صرف سنسکرت اور ہندی زبانیں رہ جائیں ۔

ھندی کی مُخالفت

بھارتی سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسکے باوجود کہ انگریزی زبان کو بہر صورت سرکاری زبان کی حیثیت سے ختم کرنا ہے سرکاری زبان کیلئے وہ ہندی کبھی قبول نہیں کرینگے ۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کی جگہ کسی ایسی زبان کو یہ درجہ دیا جائے جسے سب صوبے سمجھ سکیں انہوں نے کہا کہ ہندی زبردستی لوگوں کی مرضی کے خلاف نہیں ٹھونسی جا سکتی

سلسلہ نمبر ۵

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

مرتبہ

افسر صدیقی امروہوی

ابتک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جاچکے ھیں

۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام جس محیط
۳	وصیت نامہ	شاہ حسین حقیقت
۴	دیوان حقیقت	واجد علی شاہ اختر
۵	مثنوی بحر الفت	اعزالدین نامی
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	طالب علی خان عیش
۷	دیوان عیش	حکیم آغا جان دہلوی
۸	مجموعہ حکایات	شیخ احمد حسرت کرنولی
۹	دیوان عیش	عبداللہ خان اوج سردھنوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	سید ابوالحسن حیرت
۱۱	دیوان اوج	مرزا علی عیش
۱۲	دیوان حیرت	دائم
۱۳	دیوان عیش	تشفی
۱۴	کرامات نامہ	الفت
۱۵	مثنوی باغ ایمان	میر محمد حیات حسرت
۱۶	مثنوی ایمان درپن	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۷	طوطی نامہ	شاہ قدرت دھلوی
۱۸	مثنوی بوستان خیال	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۱۹	دیوان قدرت	سید عبدالولی عزلت
۲۰	دیوان بیان	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۱	مثنوی راگ مالا	علی ابراہیم خان
۲۲	تذکرہ گلشن راز	ہمرنگ
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	محمد باقر آگاہ
۲۴	مثنوی دو دلیہ	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۶	قصہ چار درویش	میر فریدالدین آفاقی۔
۲۷	کلام شاکر	
۲۸	مثنوی دانش افروز	

ترجمہ منطق الطیر

سائز ۱۱ × ۷ صفحات (۳۶۴) سطور (۱۱) سنہ تصنیف ۱۲۲۷ھ سنہ کتابت

یہ کتاب فارسی کی تصنیف منطق الطیر کا منظوم ترجمہ ہے جسے فریدالدین آفاق اور الٰہی بخش شہرت کی متحدہ کوشش کا نتیجہ کہنا چاہئے۔ خط نستعلیق اور خوبصورت ہے اتنے بڑے سائز کے صفحہ میں صرف ۱۱ سطریں لکھی گئی ہیں جس سے بین السطور کافی نمایاں ہے جدولیں دورنگی ہیں عنوانات سرخی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں ابتدائی پانچ ورق ندارد ہیں اسی طرح آخر کے بھی کچھ اوراق شامل نہیں اس لئے یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ مصنفین نے اس ترجمہ کا نام کیا رکھا تھا اور کس سنہ میں کس کاتب کے قلم سے نقل ہوا محض اس بنا پر کہ اس میں منطق الطیر کا نام آیا ہے اسے ترجمہ منطق الطیر" کا نام دیا گیا ہے۔ وہ ابیات یہ ہیں ؎

منطق الطیر اب جو ہے یہ فارسی   چشم دل سے جوں نگہ خوبان کو کی
پر صفا ہر شعر ہوا اس کا کمال   اوس کا ہر صفحہ ہے آئینہ مثال
سر بسر آئینۂ عرفاں ہے یہ   معرفت کے حسن کی دوکاں ہے یہ
ہو زبان ریختہ میں یہ اگر   فہم میں آئے ہر ایک کے خوب تر

کلیلہ دمنہ کے اُردو ترجمے کے ضمن میں آفاق و شہرت کے حالات درج کئے جا چکے ہیں یہ دونوں بھائی شمس الامرا شمس الملک شمس الدولہ ابوالخیر خاں بہادر تیغ جنگ کے درباری تھے۔ منطق الطیر کا ترجمہ بھی انہیں کی ہدایت کے مطابق کیا گیا۔

ابتدا کے پانچ اوراق میں غالباً حمد اور نعت کی ابیات ہونگی۔ ان کے بعد اپنے پیر مولانا فخرالدین دہلوی کی منقبت لکھی ہے جس کی آخری ابیات زیر تبصرہ مخطوطہ میں موجود ہیں ؎

غور کر لے پیر از پا تا بفرق   لجۂ عصیان میں شہرت ہے غرق
دستگیری کر کے لے اس کو نکال   جلد لے اس پا فتادہ کو سنبھال
کر نہ محروم اس کو اے فخر جہاں   چھوڑ کر یہ در ترا جائے کہاں
عرض کرنے کی نہیں کچھ احتیاج   ہوئے اپنے کی ہر ایک کو آپ لاج

آفاق نے اپنے بھائی شہرتِ کی تعریف اس میں بھی اسی طرح کی ہے جس طرح کلیلہ دمنہ کے ترجمے میں ہے وہ کہتے ہیں ؎

خان شہرتِ وہ برادر ہے عزیز — ذی خرد، ذی فہم، ذی ہوش و تمیز
کیا کہوں اس کی ذکاوت کی میں بات — کی برابر فکر اس نے میرے ساتھ

آفاق و شہرتِ دونوں بھائیوں نے ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۲۷ھ کو ترجمہ کا آغاز کیا اور اسی سال میں ۱۶ ذی الحجہ کو اسے ختم کر دیا۔ اس کی تفصیل وہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

سولویں تاریخ ذی قعدہ کی تھی — جب یہ تصنیف اس کی میں آغاز کی
سولویں ذی الحجہ کو پھر نو وقت شام — ایک مہینے میں ہوئی یعنی تمام
سال ہجری پھر گنے جو میں نے سب — سن تھے بارہ سو پہ ستائیس جب

ترجمہ منطق الطیر کی ابیات کا مجموعہ چار ہزار کے قریب ہے اور اشعار کی اتنی کثیر تعداد کا نظم کرنا آفاق و شہرت کی قادر الکلامی کی دلیل ہے۔ ۱۶ ذی قعدہ سے ۱۶ ذی الحجہ تک صرف ۳۰ دن ہوتے ہیں۔

منطق الطیر کا ترجمہ چونکہ نواب شمس الامراء کی فرمائش اور انہیں کے عہد میں کیا گیا تھا اس لئے مناجات کے بعد ان کی توصیف و تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ اس مدح کی ابیات (۱۲) ہیں ؎

شمس الامراء رب بخشش مہر و جاہ — حق رکھے اس کو سلامت دیرگاہ
ہے وہ نواب اس قدر عالی جناب — فیض سے ہے جس کے عالم فیضیاب
پانی پانی بحر ہے دیکھ اس کا دل — ابر دُربخشی سے اس کی ہے خجل

اس مدح کے بعد وجہ تالیف کا ذکر کر کے حضرت عمرؓ کی حکایت نظم کی ہے پھر حضرت علیؓ اور رابعہ بصریؒ کی چند حکایتوں کے بعد شیخ فریدالدین عطار کے حوالہ سے ایک مسافر و قطاع الطریق کا قصہ بیان کیا ہے پھر ہدہد صعوہ، طوطی، کبک، شہباز، طاوس، تدرو، قمری، فاختہ، باز، سفید، مرغ زریں سے خطاب کیا ہے ان خطابات کے بعد یہ عنوان ہے ؎

ترتیب دادن مجلس جمیع مرغاں در رہبری کردن ہدہد تمامی مرغاں را

ان طائروں کا مجلس میں جمع ہونا اور ہدہد کے ساتھ گفتگو کرنا جس میں بہت سے بزرگان سلف کی نصیحت آمیز اور دلپسند حکایات شامل ہیں بہت ہی عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔

آغاز۔ زیر نظر مخطوطہ مناجات کی ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ابتدا میں اپنے پیر کی تعریف کی ہے ؎

اہل تقویٰ، عارف شب زندہ دار — شیخ وقت و صوفی پرہیزگار
[illegible] عجب سا — [illegible] دل سے مہر و طبع و صفا

اختتام۔ زیر نظر مخطوطہ کا آخری عنوان ہے "حکایت بادشاہ کہ بر پسر وزیر عاشق شدہ بود" اس عنوان کی (۵۸) ابیات

موجود ہیں۔ آخری دو ابیات یہ ہیں ؂

جب کہ ہوگا روز حشر آشکار — لے گا بدلہ ...... پروردگار

سن کے جب یہ دم سنا اس سے جواب — ہوگیا دل غم سے ...... تاب

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

34727

مثنوی ضمیر

سائز ۱۰ × ۶ صفحات ۲۵ سطور (۱۷) سنہ تصنیف قبل از ۱۲۷۲ھ سنہ کتابت

یہ مثنوی میر ضمیر لکھنوی کی ہے۔ خط اگرچہ شکستہ ہے لیکن خوشنما ہے عنوانات نہیں لکھے گئے ان کی جگہ ایک ایک سطر چھوڑ دی گئی ہے۔ سنہ تصنیف کا اظہار نہ مثنوی کی کسی بیت سے نہ ہوتا ہے نہ کاتب نے کہیں اشارہ کیا ہے کل ابیات (۴۰۷) ہیں۔ یہ ایک عاشقانہ مثنوی ہے جو مثنوی گلزار نسیم کی بحر میں لکھی گئی ہے۔

حالات مصنف ۔ ضمیر ہندوستان کے مشہور مرثیہ گو ہیں ان کا نام میر مظفر حسین تھا میر قادر حسین کے فرزند ارجمند اور لکھنؤ کے باشندے تھے۔ شعر گوئی میں شیخ غلام ہمدانی مصحفی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ دربار حسین کے مصنف کا بیان ہے کہ ضمیر ضلع گوڑگاؤں کے موضع پنگھوڑ کے رہنے والے تھے یہ موضع قصبہ سلطانپور کے قریب واقع ہے۔ ضمیر کے والد میاں الماس علی خاں خواجہ سرائے شاہی کے مصاحب و ملازم تھے جو نواب شجاع الدولہ و آصف الدولہ کے وقت میں ملازم تھے نواب سعادت علی خاں کے زمانہ تک حیات رہے آدمی مالدار تھے مگر علم سے بالکل بے بہرہ، میر ضمیر کے والد فیض آباد میں بھی میاں الماس کے ساتھ رہے اور جب دار السلطنت لکھنؤ تبدیل کیا گیا تو ان کے ساتھ ہی لکھنؤ آگئے ضمیر بھی ہمراہ تھے طبیعت میں ایجاد و اختراع کا خداداد مادہ تھا مرثیہ میں سراپا کا اضافہ کرکے مرثیہ کی جدید طرز کی بنیاد رکھی یہ واقعہ ۱۲۴۹ھ کا ہے چنانچہ خود ایک مرثیہ کے مقطع میں کہتے ہیں ؂

جس سال کہے وصف یہ ہمشکل نبی کے — سنہ بارہ سو انچاس تھے ہجر نبوی کے

آگے تو یہ انداز سخن تھے نہ کسی کے — اب سب یہ ملقا یہ ہوئے اس طرز نئی کے

دس میں کہ دل سو میں کہوں سیدہ ہے میرا — اس طرز میں جو جو کہے شاگرد ہے میرا

میر ضمیر کا پڑھنے کا انداز بہت دلکش تھا۔ نواب سید محمد علی خاں عرف نواب دولہا شمس آبادی کا بیان ہے کہ میر ضمیر مرحوم جب تحت لفظ شستہ پڑھتے تھے تو مضمون کی صورت ہو جاتے تھے ان کے کسی بند پر واہ واہ ہوتی تھی اور کسی پر آہ آہ۔ خوش مزاج۔ لطیفہ پرداز نفیس طبع، خلق مجسم، وضعدار، پختہ رنگ۔ کشیدہ ابرو۔ متوسط قامت۔ لاغر اندام تھے۔ تاریخ و حدیث کا علم کافی تھا۔ مرزا قاسم علی کے شاگرد میر احمد علی داستان گو سے سماعت داستاں کی تھی۔ وہ ہجو کے ایک نئے طرز کے بھی موجد ہیں جیسے ہر سیہ کہتے ہیں ہر سیہ میں تین دشمنان اہلبیت کی ہجو کی جاتی ہے جنہیں اہل تشیع نمرود۔ شداد۔ فرعون کا نام دیتے ہیں۔ حکیم مہدی علی خاں مرحوم بار دیگر بزمانہ سلطان محمد علی شاہ مسند وزارت پر متمکن ہوئے تو اپنے تعمیر کردہ امام باڑہ حسین آباد میں سو روپے ماہانہ پر میر ضمیر کو مقرر کر دیا ضمیر کے بعد یہ تنخواہ تاحیات مرزا سلامت علی دبیر کو اور بعدہٗ مرزا محمد جعفر اوج کو کچھ مدت ملتی رہی۔ ضمیر کا انتقال ۱۲۷۲ھ میں ہوا۔ ان کے بھانجے میر تفضل حسین ابر نے تاریخ وفات لکھی ہے۔

جب سید ضمیر نے جام اجل پیا   دل نے خیال مصرع تاریخ کا کیا

آئی ندا یہ غیب سے اے ابر کان میں   دست اجل نے پیرہن آخرت سیا

سید افضل حسین ثابت لکھنوی نے مصرع چہارم کے "آخرت سیا" سے ۱۲۷۲ھ برآمد کئے ہیں حالانکہ اس کا کوئی قرینہ موجود نہیں ابر کا خیال مصرع تاریخ کے لئے تھا اور اسی کے سلسلے میں غیب سے ان کے کان میں ندا آئی تھی اس لئے تاریخ پورے مصرع چہارم سے برآمد ہونی چاہیئے تھی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

ضمیر کے استاد بھائی منشی مظفر علی اسیر کا قطعہ تاریخ بہت برجستہ ہے جو ان کے دیوان فارسی میں طبع ہوا ہے۔

میر ضمیر فارسی میں بھی شعر کہتے تھے چنانچہ ان کا ایک فارسی مرثیہ کلیات مراثی ضمیر میں شامل ہے۔ ان کے بعد ان کے خاندان میں مرثیہ گوئی کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

کلیات مراثی کے علاوہ مثنوی مظہر العجائب، معراج نامہ اور چہار منزل ان کی تصنیف سے یادگار ہیں یہ فہرست دربار حسین کے مصنف نے دی ہے مثنوی زیر تبصرہ کا علم شاید انہیں نہ ہو سکا۔

ضمیر کے شاگردوں میں مرزا سلامت علی دبیر کے علاوہ مرزا اکبر علی منیر ملازم ریاست دھول پور بھی اچھا لکھنے والے تھے۔

آغاز مثنوی ۔ مثنوی حمد کی ان ابیات سے شروع ہوتی ہے ؎

لکھتا ہوں میں حمد ایزد پاک   پیدا کئے جس نے ارض و افلاک

پنہاں وہی اور وہی عیاں ہے   نام اس کا ہر اک کو حرز جاں ہے

عنقا کو ہوا پہ اس نے جا دی   طاؤس کو اطلسی قبا دی

حمد و نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گزر کر عشق سے خطاب کر کے لکھتے ہیں ؎

اے عشق میں کیا کہوں تو کیا ہے　　آشوب ہے فتنہ ہے بلا ہے
سودا ترا رکھتا ہو نہ جو سر　　وہ کوزۂ خاک ہے سراسر
جو دل کہ نہ ہوئے تیرا مسکن　　کہئے اُسے سنگ بلکہ آہن

عشق کی تعریف میں (۷۰) ابیات لکھنے کے بعد قصہ کا آغاز اس طرح ہے ؎

تاجر کسی ملک میں تھا کوئی　　اہلِ زر و صاحبِ نکوئی

تاجر کی نیر حاصل تعریف کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ وہ ایک روز بڑے طمطراق کے ساتھ سیر کو نکلا اور چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچا اور ایک باغ میں فروکش ہوگیا۔ دن ناچ رنگ اور تفریح میں گزار کر اور کھانا کھا کر ایک کمرے میں چارپائی پر جا لیٹا اس کمرے میں دیوار پر تصویریں بنی ہوئی تھیں ایک تصویر اسے بہت پسند آئی اور اس کے بنانے والے کے دھیان میں تمام رات بیقراری میں گزاری صبح کو مکان کے مختار کو بلا کر تصاویر بنانے والے کا حال پوچھا مختار مکان نے پہلے تو ٹالنا چاہا لیکن جب اس طرف سے زیادہ اصرار ہوا تو اس نے بتایا کہ چھ مہینے ہوئے یہاں ایک قافلہ آیا تھا قافلہ سالار کی ایک خوبصورت لڑکی تھی یہ نقش اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ تاجر یہ ماجرا سن کر بہت مضطرب ہوا۔ ندیموں نے اس کے خیالات تبدیل کرنے کی کوشش کی مگر نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔ وہ مزید چھ ماہ اس خیال سے وہاں مقیم رہا کہ شاید قافلہ واپس آجائے لیکن یہ امید کبھی بر نہ آئی تو اس نے مختار مکان کو بلایا اور کہا کہ ؎

اب تیرے سوا جہاں میں زنہار　　کوئی بھی نہیں شفیق و غمخوار
ایزد تجھے رکھے بے ملامت　　تا حشر بکام دل سلامت
دیتا ہوں میں تجکو مال و زر یہ　　احسان تو اتنا مجھ پہ کر یہ
یعنی میں مسافر عدم ہوں　　مانندِ چراغ صبحدم ہوں
کرتا ہوں میں تجکو یہ نصیحت　　کیجو مری اس مکان میں تربت
شاید کہ کبھی وہ پاک داماں　　ہو میرے مزار پر خراماں
اور جس گھڑی آئے وہ پری رو　　سب حال مرا سنائیو تو

آخرکار تاجر مرگیا۔ قضارا کچھ دن کے بعد وہ قافلہ بھی واپس آگیا جس میں اس کی محبوبہ تھی۔ اور اسی مکان میں قیام کیا وہ ایک روز پردہ اٹھا کر باہر دیکھ رہی تھی کہ قبر پر نظر پڑی اس نے مختار مکان کو بلا کر معلوم کیا کہ یہ قبر کس کی ہے مختار مکان نے تاجر کے عاشق ہونے اور صدمۂ ہجر سے مرجانے کا مفصل حال بیان کیا۔ محبوبہ پر اس کا اثر اس قدر ہوا کہ واویلا کرنے لگی اور کہنے لگی ؎

بیزار ہوں اپنی زندگی سے　　میں کیا کروں تجھ بغیر جی کے
نے صبر ہے نے قرار مجھ کو　　پاس اپنے بلالے یار مجھ کو
ہے عاشق زار ہے اگر تو　　اب بہر خدا نہ دیر کر تو

کبھی تھی ابھی وہ غیرتِ ماہ — شق ہو گئی قبر اس کی ناگاہ
بس جان سی ایک پا گئی وہ — تربت میں غرض سما گئی وہ

اس کے بعد چار ابیات مزید لکھی ہیں اور مثنوی ختم کر دی ہے آخری ابیات یہ ہیں ؎

خاموش بس اے ضمیر خاموش — دیکھا تری طبع گرم کا جوش
لکھنے کی ہوس نہ کر تو آگے — بس ہاتھ سے اب قلم کو رکھ دے

ترقیمہ ۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

چار درویش منظوم

سائز ۸×۵ ؎ صفحات ۳۳۴ سطور (۱۶) سنہ تصنیف ۱۲۱۶ سنہ کتابت

یہ (۵۲۷۰) ابیات کی مثنوی میر عنایت اللہ خاں سرشار کی تصنیف ہے ۔ قصہ چار درویش مصنفہ محمد علی خاں شوقی ۱۲۱۴ھ میں مکمل ہوا تھا اس کی ابیات پانچ ہزار سے کم تھیں یہ مثنوی اس کے ایک سال بعد یعنی ۱۲۱۵ھ میں شروع ہوئی اور ۱۲۱۶ھ میں ختم ہوئی اس لئے نسبتاً بہتر ہے اور ابیات کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

حیدرآباد کے بعد تیرہویں صدی کے آغاز میں ارکاٹ ہی دکن کا ایک ایسا علاقہ تھا جس نے اردو کی ترقی و سرپرستی میں اپنی بساط کے موافق حصہ لیا چار درویش منظوم اس کا ایک ثبوت ہے ۔ یہ مثنوی امین الملک عمدۃ الامرا امیر الہند والاجاہ (۱۲۱۰ھ تا ۱۲۱۶ھ) کے عہد میں تصنیف ہوئی شاعر نے اپنی مثنوی میں نواب مذکور کی مدح میں متعدد ابیات لکھی ہیں

کروں مدح نواب عالی جناب — کہ عمدۃ الامرا جس کا خطاب
بڑی اس کی دولت بڑے اس کے ٹھاٹ — وہ ہے وارثِ صوبۂ ارکاٹ
سخاوت کے گھر کا ہے روشن چراغ — ترو تازہ اس سے عدالت کا باغ
وہ شہر دلاور، بمیدان جنگ — ولایت میں سن نام لرزیں فرنگ
وہ باعث ہے عالم کے آرام کا — بہ امدادِ حق، قوت اسلام کا
سلامت رکھے حق تعالیٰ اسے — رکھے خلق میں دست بالا اسے

آخری بیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدحیہ ابیات ۱۲۱۲ھ میں لکھی گئی ہوں کیونکہ عمدۃ الامرا ۱۴ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ کو وفات پا چکے تھے۔ اور مثنوی جیسا کہ خود مصنف کا بیان ہے کہ ایک سال کی مدت میں ۱۵ رجب ۱۲۱۶ھ کو تاج الامرا کی وفات کے سہ ماہ دس دن بعد مکمل ہوگئی اسی سلسلے میں مصنف رقم طراز ہے ؎

ہے دولت میں اسکے قدیم اک امیر — خردمند بلند بخت روشن ضمیر

امیر کا نام ظاہر نہیں کیا گیا لیکن قرائن کہتے ہیں کہ وہ سالار جنگ نام رکھتے تھے اور ان کے صاحبزادے کا نام نجیب الدین خاں تھا۔

شجاعت کی شمشیر کا آب و رنگ — وہ یکتا بہادر ہے سالار جنگ
ہے اولاد میں اس کے ایک نامور — رکھا باپ نے جس کو تجویز کر
وہ فرزند والد پر اپنے فدا — ہے باپ کا اپنے ہوخاک پا
کروں مدح اس کا تو امکان ہے — کہ جس کا ایک عالم پر احسان ہے
اگر دیکھئے اس مکاں غور کر — محمد نجیب الدین خاں نامور
وہ نیر امارت کے ہے برج کا — وہ گوہر سخاوت کے ہے درج کا
لے طفلی سے تا ایں زماں چہل سال — عبادت میں حق کے وہ صاحب کمال

نجیب الدین خاں اثنا عشری عقیدہ رکھتے تھے انہیں شعر و سخن کا ذوق بھی تھا اور اعجاز تخلص تھا صاحب مثنوی نے بتایا ہے کہ ایک روز مکان آراستہ تھا نجیب الدین خاں اعجاز، واحد علی خاں، سید حسین خاں، رضا حسین خاں، المعروف علی خاں سمیع الزماں خاں، نظام الدین خاں وغیرہ جمع تھے اور ؎

تھا اس بزم میں شعر کا گفتگو — اسی آن میں بھی گیا رو برو
کہا مجھ کو اے میر سرشار آ — ہوا تیرے آنے سے دل خوش ملا
کہ تو باغ معنی کا ہے آب و رنگ — ترے دیکھ اشعار عالم ہے دنگ
جو ہے چار درویش کی یہ کتاب — ہے مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی او سے تو کرے — جواہر معانی کے اس میں بھرے
جو دیکھے وہ قصے کو دیوانہ ہو — سخن شمع ہو خلق پروانہ ہو
سنا جب سخن میں وہ سردار کا — بنایا ہوں یہ رشک گلزار کا

سرشار نے مثنوی کا آغاز کیا اور ایک سال میں اسے مرتب کرکے پیش کر دیا جس پر انعام و اکرام حاصل ہوا۔ اس کی تشریح اس طرح ہے ؎

شروع کر ہوا سال یک در حساب — بفضل خدا ہوئی مرتب کتاب

شب بدر رجب کی تھی دل فروز   تھا شاہِ نجف کے تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بوتراب   وہ ہاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سمجھ دُرِّ شہوار کے   کیا نذر رجب میں وہ سرکار کے
زر و سیم بھر تھالیاں بے شمار   کرے خادماں اس کے مجھ پر نثار

سرشار نے قصے کے دوران اپنی متعدد غزلیں شامل کی ہیں جو مثنوی ہی کی بحر میں ہیں ایک غزل کا مطلع و مقطع یہ ہے ۔

ہے لالہ کے کالنسوں میں تیار رنگ   بتادے نہ کیوں اپنا گلزار رنگ
کہا بزم رنگیں میں رنگیں غزل   عجب کچھ مچایا ہے سرشار رنگ

مطلع کے دوسرے مصرع سے ظاہر ہوتا ہے کہ "بتانا" دکھانا کے معنی میں جیسا کہ آج کل بعض اصحاب بولتے ہیں دکن میں رائج ہے صفحہ ۲۰۴ پر رباعی کا عنوان ہے اور اس کے نیچے یہ دو بیتیں درج ہیں جن کو ساخت کے لحاظ رباعی کہہ دیا گیا ہے حالانکہ رباعی کے وزن میں نہیں ہیں ؎

ہے اغیار نے آج پہلو میں یار   ترستی ہوں میں، غیر لوٹے بہار
لگائی تھی یں باغ محبت کے ساتھ   لگا پات گل غیر کے، میرے خار

عنوانات۔ بہت کم ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔

حالات مصنف ۔ سرشار کا وطن کہاں تھا۔ کس سے تلمذ رکھتے تھے ۔ ارکاٹ میں کب سے تھے، کب اور کہاں وفات ان سوالات کا جواب نہ اس مثنوی سے مل سکتا ہے اور نہ کسی تذکرے ۔ سید نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ "البتہ ان کی مثنوی سے پتہ ہے کہ وہ عمدۃ الامرا کے درباری شاعر تھے۔" حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے ۔ سرشار نے مثنوی میں کہیں نہیں لکھا کہ ان کا تعلق عمدۃ الامرا دربار سے تھا البتہ ان کے ایک امیر سے توسل کا ذکر ضرور کیا ہے جس کی تحریک سے قصہ چار درویش نظم کیا اس سلسلے میں جو ابیات ہیں وہ ہم اوپر درج کر آئے ہیں ۔

سرشار کی ایک اور مثنوی نزاکت بیان ہے جس کا ذکر جداگانہ کیا گیا ہے ۔

آغاز مثنوی ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد مثنوی کا آغاز حمد سے ہوا ہے ابتدائی ابیات یہ ہیں ؎

سخن کا جو ہے انجمن دلکشا   ہے اس بزم کا شمع، حمد خدا
ہے ایسا شہنشاہ وہ بے نظیر   جو شاہاں کو بخشا ہے تاج و سریر
بڑے ہیں فلک گرچہ باآب و تاب   ترے بحر قدرت کے ہیں نہ حباب

حمد کی (۱۹) ابیات کے بعد مناجات بدرگاہ قادر ذوالجلال کی (۲۶) ابیات ہیں جس میں اپنے قدر دان "خان عالی" اور ان کی اولاد کے لئے ازدیاد دولت و جاہ کی دعائیں کی ہیں ۔ یہ مناجات ان ابیات پر ختم ہوتی ہے ؎

نکر خوف سرشار در دو سرا پیمبر کی لے نعت کا آسرا
تھلے آب گوہر دہن پاک کر زبان وصف میں اُن کے چالاک کر

یہاں سے نعت شروع ہوتی ہے جس کی (۲۷) ابیات ہیں اسی سلسلے میں واقعہ معراج کا ذکر بھی کیا ہے جو نعت کے بعد (۵۲) یاتا میں ہے اس کے بعد (۲۵) ابیات میں حضرت علیؓ کی منقبت نظم کی ہے اس منقبت کی آخری دو بیتیں یہ ہیں ؎

دوئی چھوڑ دے یار ہوا یک رنگ بنا آئینہ تو گلا دل کا سنگ
تو جب چشم انصاف سے اس میں دیکھ نبی و علی تب نظر آویں ایک

اس کے بعد ساقی سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے ؎

دے ساقی مجھے جام ایک زر نگار نظر آوے پیتے ہی جس کے بہار
مجھے مدح در مدح کہنا ہے اب اسی فکر کے بیچ رہنا ہے اب

اس کے بعد (۴۷) ابیات میں " نواب معین الملک عمدۃ الامرا بہادر امیر الہند والا جاہ کی مدح " اور " سبب تالیف این کتاب " شریح ہے جسے ان ابیات پر ختم کیا گیا ہے ؎

دے ساقی مجھے اب پیا لے پیا غ کروں بزم شعر اکتیں تر دماغ
کہن داستاں کو نئی کر دیکھاؤں حکایات رنگیں، آئیں، سناؤں

اب آزاد بخت بادشاہ روم کی حکایت شروع ہوتی ہے اس کا پچاس سال کی عمر تک بے اولاد رہ کر مایوس ہونا۔ اس کے وزیر کی تشفی دینا، بادشاہ کا رات کی تاریکی میں لباس تبدیل کر کے زیارت مقابر کے لئے جانا اور وہاں چار درویشوں کی داستان سننا نا کیا ہے۔ پہلے درویش کی داستان ص۲۳ سے شروع ہو کر ص۷۴ پر ختم ہوتی ہے دوسرے درویش کا بیان ۷۵ سے ۲۲۲ صفحہ تک تیسرے درویش کی کیفیت ص۲۲۳ سے شروع ہوتی ہے اور ۴۴ صفحات میں ختم ہوتی ہے ص۲۶۷ سے چوتھے درویش کا قصہ ہے۔ آخر آزاد بخت چاروں درویشوں کے ساتھ اولاد کے لئے دعا کرتا ہے دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے جس کا شہزادہ بختیار رکھا جاتا ہے۔ تیسرے دن جب کہ محل میں جشن شاہانہ منعقد تھا کالے بادل کا ایک ٹکڑا آتا ہے اور ماں اور بچے کو گھیر لیتا ہے ماں بیہوش ہو جاتی ہے اور بچہ غایب۔ یہ خبر بادشاہ اور درویشوں کو ملتی ہے تو پریشان ہوتے ہیں۔ اسی حالت ہوا پر سے ایک جواہر نگار کا جھولا اترتا ہے جس میں بچہ محو خواب ہے۔ اب بادشاہ محل سے متصل ایک تکیہ بناتا ہے جس میں چاروں درویش رہتے ہیں اور بچہ بھی۔ لیکن مہینے میں دو بار شہزادہ غایب ہوتا رہتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو اس کے ساتھ بہت سے تحفہ غنا بھی ہوتے ہیں یہ حالت ۷ برس تک قائم رہتی ہے۔ بادشاہ پریشان ہو کر درویشوں سے اس کی وجہ دریافت کرتا ہے جس جواب میں وہ کہتے ہیں کہ یہ شاہِ جنّات کا تصرف ہے اب بادشاہ شاہ جنات کی خدمت میں پہنچتا ہے آخر میں حضرت سلیمان علیہ السلام ئب شہپال کی مدد سے چاروں درویش اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔ شہپال کی ایک لڑکی تھی جس کے لئے شہزادہ کو منگا لیا جاتا تھا

اس لڑکی توسن پری سے شہزادہ بختیار کی شادی ہو جاتی ہے اور منظوم قصہ ان ابیات پر ختم ہوتا ہے جس میں شہپال کے محل سے رخصت کا ذکر ہے ۔

کئے حاضر وہاں تخت بارہ ہزار ۔ شہ روم کا کر کے لشکر سوار
بہو اور بیٹے کو دے اس کے سات ۔ روانہ کیا جب وہ عالی صفات
گیا روم کو جب وہ آزاد بخت ۔ پسر کو خوشی سے دیا تاج و تخت
وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے ۔ شب و روز حق کی عبادت کرے
شہنشاہ کبھو روم کو آپ جائے ۔ کبھو آپ داماد کے تئیں بولائے
خدا کا وہ ارشکر رہتے تھے شاد ۔ خدا دیوے ہر ایک کو ایسی مراد
دے ساقی مجھے ایک باقی کا جام ۔ یا ہو درد یا صاف بھر دے تمام
نہ یہ دے کہ جس سے ہو عالم خراب ۔ دے وہ مے جو ہو الفت بوتراب

مثنوی کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے صرف تحت تمام شد لکھا ہے ۔

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزم میں بھی ہے ۔

مثنوی نزاکت بیان

سائز ۷ ½ × ۵ صفحات ۱۳۲ سطور (۱۱) سنہ تصنیف ۱۲۱۷ھ سنہ کتابت ۱۲۴۳

اس مثنوی کے مصنف وہی میر عنایت اللہ خاں سرشار ہیں جن کے قصہ چہار درویش منظوم کا ذکر دوسرے مقام پر ہے چہار درویش منظوم میں (۵۲۷۰) ابیات تھیں اور وہ ۱۲۱۵ھ میں ختم ہوا تھا غالباً اس کے فوراً بعد سرشار نے اس مثنوی کی داغ بیل ڈال دی تھی اور ایک سال کی مدت میں تقریباً (۱۴۰۰) اشعار کی یہ مثنوی مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے اس وقت وہ نواب فخر الامرا بہادر کے ملازم تھے۔

زیر تبصرہ مثنوی میں بھی چہار درویش منظوم روش قائم رکھی گئی ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں اور مثنوی کی بحر میں متعدد غزلیں شامل ہیں ۔ کاتب نے کتابت کی غلطیاں بھی کی ہیں ۔ ک اور گ یکساں صورت میں ہیں ۔ ٹ ۔ ڈ ۔ ڑ

کی صورت خطی ت، ڈ، ڑ ہے، ب کو بعض جگہ پ بنایا ہے اور پ کو ب شکم کے بدلے سکم تحریر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

اس مثنوی میں بعض ایسے الفاظ کا استعمال بھی نظر آتا ہے جو اس وقت غیر مانوس یا غلط قرار پا چکے ہیں مثلاً حمد میں ایک شعر ہے ؎

کٹا سر، پیشانی گھٹا یا قلم ترا کنہ قدرت نپایا قلم

پیشانی گھٹانا یا گھٹانا آج کل کی زبان نہیں ہے۔

ایک اور شعر ہے ؎

ہیں عاجز وہاں انبیائے کبار وہاں اولیاؤں کا کیا ہے شمار

پہلا لولی کی جمع الجمع ہے اسی طرح نبی کی جمع الجمع بھی ہے ؎

دیا انبیاؤں پہ حق اس کو اوج ملائک سپہ جس کی ہیں فوج فوج

حروف صحیح کا سقوط گزشتہ صدی کا معمول تھا سرشار یہاں اس کی متعدد مثالیں ہیں ؎

شروع جشن شادی کیا بادشہ ہر یک کام پر آپ رکھ کر نگاہ
برس چار کا جب وہ فرزند ہوا امیروں سے تب بادشاہ یوں کہا
جس عالم کا قطب عالم خطاب وہ جب شہ کی خدمت میں ہو باریاب

پہلے شعر میں شروع کی ع اور دوسرے میں فرزند کی د ساقط الوزن ہے۔ تیسرے شعر میں بھی عین ساقط ہے۔

ایک جگہ پاؤں کی جمع پاواں بھی لکھی ہے۔

وہ چھوٹے سے پاواں وہ چھوٹے سے ہاتھ بہت نرم و نازک نزاکت کے ساتھ

فارسی اور ہندی الفاظ کو واو عاطفہ کے ساتھ لکھنے کی مثال بھی موجود ہے ؎

چمک ایسی تھی سیف و تلوار کی نظر دیکھنے سے کرے خیرہ گی
جب آئی ہے وہ رسم ہلدی کی شب ہوئے بزم میں جمع اہل طرب

سرشار کی غزل کا نمونہ یہ ہے۔

چمن میں کہاں ساغر گل ہے دیکھ ہر یک غنچہ یاں شیشۂ مل ہے دیکھ
نہ جانو کہ کیسے یہ اتری بہار ہر یک شاخ پر صوت بلبل ہے دیکھ
کہیں دور مل ہے کہیں راگ و رنگ لے شب تا سحر یک تسلسل ہے دیکھ
بنا بن کے بیٹھا ہے کس ضرب سے یہ مجلس پہ کیا کچھ تجمل ہے دیکھ
نہ یک باغباں مست و سرشار ہے یہ مستی میں اہل چمن کل ہے دیکھ

سنہ تصنیف اور نام کتاب کی تشریح مصنف نے خود ان ابیات میں کر دی ہے ؎

کیا شوق سے مثنوی یہ تمام — رکھا ہوں نزاکت بیاں اوس کا نام
میں دیکھا جو تیار ہوئی مثنوی — کہا دل سے تاریخ کہہ دے نئی
سنا جب مرے سے کہا یوں پکار — کہ رکھا اوسکی تاریخ بلغ وبہار ۱۲۱۶ھ

آخری مصرع میں (رکھا) غلط لکھا گیا ہے "کہہ" ہونا چاہیئے اور یہ غلطی کتابت کی ہے ۔

قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ ملک پارس میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام شاہ محمود بتایا ہے ۔ وہ آدھی رات کو اٹھ کر درگاہ الٰہی میں اولاد کی دعا کیا کرتا تھا آخر اس کی دعا مقبول ہوئی اور ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نیک کردار رکھا گیا ۔ نجومیوں نے بتایا کہ اس بچے پر تیرھواں سال سخت ہے اس کے سامنے اس وقت عشق ومحبت کی کوئی داستان بیان نہیں ہونی چاہیئے ۔ آخر بادشاہ نے امیروں کے مشورے سے ایک باغ تیار کیا اور چالیس خدمت گزار مقرر کر دیئے ان کے ساتھ کئی دائیاں بھی تھیں ۔ شہزادہ روزانہ صبح کو باغ کی سیر کے لئے چلا جاتا تھا وہ تیرا برس کا ہو چکا تھا ۔ ایک دن وہ سیر باغ میں مصروف تھا کہ ایک پیڑ پر سے ایک طوطی نے شہزادے سے کہا کہ ہر باغ میں پریوں کا گزر ہوتا ہے تمہیں تنہا نہ پھرنا چاہیئے ۔ شہزادہ یہ آواز سن کر چوکنا ہوا اور طوطی سے کہا کہ میرے پاس آؤ ۔ طوطی پیڑ سے اڑی اور شہزادے کے ہاتھ پر آ بیٹھی شہزادہ طوطی کو لئے ہوئے اپنی قیام گاہ پر آیا اور طوطی کو ایک طلائی پنجرے میں بند کر دیا ایک روز شاہزادے نے طوطی سے کہا کہ نیند نہیں آتی کوئی اچھی سی حکایت بیان کر طوطی نے کہنا شروع کیا کہ میں اپنی بپتی سناتی ہوں یمن کے بادشاہ کی ایک خوبصورت لڑکی ہے جس کا نام باپ نے مہ پیتال رکھا ہے ایک دن شہزادی نے مجھ سے کہا کہ دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں جس سے میں دل لگاؤں میں نے کہا دنیا بھری پڑی ہے اگر کہو تو میں تمہارا جوڑا تلاش کروں اس نے مجھے چھوڑ دیا جب سے میں شہر شہر پھر رہی ہوں مگر اس کے لائق کوئی شہزادہ نہیں ملتا ۔ صرف تم اس کے جوڑے کے لائق ہو ۔ شہزادہ طوطی کی یہ بات سن کر نادیدہ عاشق ہو گیا ۔ جب اس کی بے قراری حد سے بڑھتی دیکھی تو خواص نے بادشاہ کو خبر دی بادشاہ یہ سن کر شہزادے کے پاس آیا اور استفسار حال کیا شہزادے نے اپنے باپ کے سامنے سچ سچ کہہ دیا کہ میں یمن کی شہزادی کا طلبگار ہوں اسی حالت میں دو مہینے گزر گئے ۔ آخر ایک روز شہزادے نے اپنے باپ سے اجازت سفر لی اور طوطی کو اپنے ہاتھ پر بٹھائے ہوئے روانہ ہو گیا چلتے چلتے چھ مہینے گزر گئے ایک رات وہ سو رہا تھا کہ بڑے زور شور کی آندھی آئی ۔ جس میں طوطی کو ہوا اڑا کر کہیں سے کہیں لے گئی اور شہزادہ بیہوش ہو گیا ۔ اس کے بعد مختلف مشکلات سے کر نیک کردار کے کامیاب ہونے کی تفصیل ہے اور آخر کار وہ مہ پیتال سے شادی رچا کر شان وشوکت کے ساتھ اپنے ملک کو واپس آتا ہے ۔ والد کی قدمبوسی اختیار کرتا ہے اور تخت وتاج کا مالک بنتا ہے ۔

آغاز ۔ مثنوی کی ابتدا ان ابیات سے ہوتی ہے ؎

قلم کو اگر ہو زباں بے شمار — نہو وصف تیرا اے پروردگار
کٹا سر پشیانی گھٹا یا قلم — ترا کنہ قدرت نہ پایا قلم
حکیم ایسا تو لاکھ حکمت تری — تو صانع کروروں ہے صنعت تری

حمد و نعت اور منقبت حضرت علی کے بعد ائمہ اطہار کے طفیل میں فلاح دارین کی تمنا کی ہے پھر نواب فخر الامرا بہادر کی توصیف و تعریف ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

ہمیشہ رہیں تیرے دشمن ہلاک — پڑے سر پہ سنگ ان کے اور منہ میں خاک

اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے

اختتام - آخری دو بیتیں یہ ہیں ؎

دے جام ایسا ساقی کہوں میں کہ بس — نہ باقی رہے دل کو مے کی ہوس
نہ آوے نظر مجھ کو شکل خمار — رہوں مست و خنداں بروز شمار

ترقیمہ - بفضل الٰہی کتاب نزاکت بیان من انصف (تصنیف) میر عنایت اللہ خاں متخلص میر سرشار در مقامات (مقام) چناشن بتاریخ چہاردہم ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۳۳ھ تمت تمام شد

ترقیمہ کے خاتمے پر یہ چھ شعر کسی دوسرے شخص نے اپنی طرف سے لکھ دیئے ہیں ان کا خط مثنوی کے خط سے مختلف ہے ؎

کس نے دیکھا خم ابرو کو ہے پیمانے میں — چل رہی آج جو تلوار ہے میخانے میں
یوں اوچھل پڑھتی نہیں۔ دیکھیں گے بجلی کی چمک — اوڑ گئے ہوش ہمارے ترے ڈرجانے میں

مجھے ہر بات پر دیتے ہو لاکھوں گالیاں او ہو — تصدق اس زباں کے تم بھی کیسی زباں او ہو
دلا صد آفریں سر پر اٹھایا بار غم تو نے — کہ تو یہ ناتواں ہے اور یہ کوہ گراں او ہو

نیست از انجم شب تاب چراغان شب — مگر از خندہ نمایاں شدہ دندان شب
شب ہمہ از کاکل مشکیں سودا دارد (؟) — کہ شد از کاہکشاں چاک گریبان شب

نظامی کہن ہار جس یار ہوئے
سنن ہار سن لغز گفتار ہوئے

اردو کی پہلی منظوم تصنیف جو اب تک غیر مطبوعہ تھی

مثنوی کدم راو پدم راو

مصنفہ

فخر الدین نظامی دکنی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک نسخہ ہے جو
انجمن میں محفوظ ہے۔ اسی نسخہ کو فوٹو بلاک
کے ذریعہ شائع کیا جا رہا ہے

اس مثنوی کی اشاعت سے اردو زبان و ادب میں تحقیق کی نئی راہیں کھل جائینگی

انجمن ترقی اردو — کراچی

سنہ ۱۹۶۲ء

کی

اردو مطبوعات

مرتبہ

اکرام احمد

یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ اب تک کوئی ایسا انتظام نہیں ہو سکا کہ اردو مطبوعات کی سال بہ سال فہرست شائع ہو۔ یہ کام دراصل حکومت کے کرنے کا ہے، عوامی اداروں کے وسائل اتنے وسیع نہیں ہوتے کہ وہ اپنے طور پر یہ کام انجام دے سکیں۔ دنیا کے تمام ممالک میں مطبوعات کی سہ ماہی، ششماہی یا سالانہ فہرستیں شائع ہوتی رہتی ہیں، لیکن ہمارے ہاں اسکا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ابھی تک کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہوا جس کی رو سے چند مرکزی لائبریریوں کو تمام مطبوعات بلا طلب پہنچ جائیں۔

ہم اپنے طور پر مطبوعات کے متعلق معلومات حاصل کر کے قومی زبان میں شائع کرتے ہیں۔ اور یہ ہمیں جانتے ہیں کہ یہ کام کتنا دشوار ہے، ہمارے بیشتر ناشرین بار بار کی یاد دہانیوں کے باوجود تعاون کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

اس بار ۱۹۶۲ء کی مطبوعات کی فہرست شائع کی جا رہی ہے، جسے اکرام احمد صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس فہرست کو مکمل نہیں کہا جا سکتا، بہت سی ایسی کتابیں بھی ہوں گی جن کا مرتب کو علم نہیں ہو سکا۔ نیز آئندہ سال بہت سی ایسی کتابیں شائع ہوں گی جن پر سال طباعت ۱۹۶۲ء درج ہو گا۔ ہمارے ناشرین زیادہ تر کتاب پر سال لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے اور اگر لکھتے بھی ہیں تو ایک سال پہلے کا

ادارہ

اللہ جل جلالہ	مذہب	مصنفہ عباس محمود عقاد ترجمہ عبد الصمد صارم	مکتبہ معین الادب، لاہور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	سیرت رسولؐ	مصنفہ توفیق الحکیم ترجمہ افتخار اعظمی	مکتبہ جدید لاہور
سیرت النبیؐ ۲ جلد	سیرت رسولؐ	مرتبہ ابن ہشام ترجمہ: عبد الجلیل صدیقی، غلام رسول مہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
زاد المعاد ۲ جلد	سیرت رسولؐ	مصنفہ علامہ حافظ ابن قیم ترجمہ - رئیس احمد جعفری	نفیس اکیڈمی، کراچی
سیرت خاتم الانبیاء نیا ایڈیشن	سیرت رسولؐ	مصنفہ مفتی محمد شفیع	دار الاشاعت، کراچی
رحمت عالم نیا ایڈیشن	سیرت رسولؐ	مصنفہ سید سلیمان ندوی	لاہور اکیڈمی، لاہور
ہمارے نبیؐ نیا ایڈیشن	سیرت رسولؐ	مصنفہ سید نواب علی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
نہج الفصاحت	(محمدؐ کے خطبات، مکاتیب، مکالمات، اقوال، فیصلے، مناظرے، دعائیں)	مرتبہ محمد رضا ترجمہ: نصیر الاجتہادی	غلام علی اینڈ سنز، لاہور
الاتقان فی علوم القرآن	علوم قرآن	مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی ترجمہ: عبد الحلیم چشتی	نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی[1]
مشارق الانوار	صحیح بخاری و مسلم کی قولی احادیث	ترجمہ مولانا خرم علی	〃 〃 〃
صحیح ترمذی شریف	احادیث نبویؐ	مولفہ امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی ترجمہ معراج محمد	〃 〃 〃
موطا امام مالک	احادیث نبویؐ	مرتبہ امام مالکؒ ترجمہ: وحید الزماں	〃 〃 〃
حصن حصین	احادیث نبویؐ	مرتبہ علامہ ابن جوزیؒ ترجمہ: عبد العلیم ندوی	〃 〃 〃
شمائل ترمذی، نبوی لیل و نہار		مصنفہ امام ترمذیؒ ترجمہ: مولانا محمد زکریا، سعد حسن یوسفی	〃 〃 〃
تلبیس ابلیس	اصلاحی و اخلاقی	مولفہ علامہ ابن جوزیؒ ترجمہ: ابو محمد عبد الحق اعظم گڑھی	〃 〃 〃
مقدمہ تاریخ ابن خلدون	فلسفۂ تاریخ و تمدن	مصنفہ علامہ ابن خلدون ترجمہ: سعد حسن خاں یوسفی	〃 〃 〃
صحیح بخاری	حدیث	مصنفہ حضرت امام محمد ابو عبد اللہ بخاری ترجمہ تابش نقوی	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
امت کی مائیں	سوانح	مصنفہ اعجاز الحق قدوسی	مکتبہ فلاح انسانیت کراچی
سیرۃ عائشہ	سوانح	مصنفہ اعجاز الحق قدوسی	〃 〃 〃
سیدہ کی بیٹی نیا ایڈیشن	سوانح	مصنفہ رازق الخیری	عصمت بکڈپو، کراچی

ستیہ کا لال نیا ایڈیشن	سوانح	مصنفہ راشد الخیری	عصمت بکڈپو، کراچی
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ	تاریخ و سوانح	مصنفہ ڈاکٹر طہٰ حسین ترجمہ:- شاہ حسن عطا	نفیس اکیڈمی، کراچی
بابا فرید شکر گنجؒ	تاریخ و سوانح	مصنفہ سید نصیر احمد جامعی	ناشرین، لاہور
فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ	تاریخ و سوانح	مصنفہ محمد فرج مصری ترجمہ:- محمد احمد پانی پتی	نفیس اکیڈمی، کراچی
امام ابوحنیفہؒ	تاریخ و سوانح	مصنفہ محمد ابوزہرہ ترجمہ:- رئیس احمد جعفری	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
حضرت ابوذر غفاریؓ نیا ایڈیشن	تاریخ و سوانح	مصنفہ مناظر احسن گیلانی	نفیس اکیڈمی، کراچی
سلطان صلاح الدین ایوبی	تاریخ و سوانح	مصنفہ ہیرلڈ لیم ترجمہ:- یوسف عباسی	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
سکندر اعظم	تاریخ و سوانح	مصنفہ ہیرلڈ لیم ترجمہ:- غلام رسول مہر	" " "
چنگیز خاں نیا ایڈیشن	تاریخ و سوانح	مصنفہ ہیرلڈ لیم ترجمہ:- عزیز احمد	" " "
بابر شیر ببر	تاریخ و سوانح	مصنفہ ہیرلڈ لیم ترجمہ:- سید ہاشمی فرید آبادی	" " "
ظہیر الدین بابر اور ان کا عہد	سوانح و عہد	مصنفہ ولیم ارسکن ترجمہ: حسین انور	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
سوانح حیات رستم زماں گاما	سوانح	مصنفہ فہیم الدین فہمی	ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی
موجد اور سائنس داں	سوانح	مصنفہ علی ناصر زیدی	قومی کتب خانہ، لاہور
ایڈولف ہٹلر	سوانح	مولفہ شکیل احمد ضیاء	مکتبۂ ارتقائے ادب، کراچی
تذکرہ حضرت سلیمانؒ (اردو ترجمہ منافع السالکین)	سوانح	مترجمہ: محمد حسین للہی	شعاع ادب، لاہور
تذکرہ صوفیائے پنجاب	تذکرہ و سوانح	مولفہ اعجاز الحق قدوسی	سلمان اکیڈمی، کراچی
امام الہند حالات و افکار	تذکرہ و سوانح	مولفہ ابوسلمان الہندی	مکتبۂ اسلوب، کراچی
جیکولین کینیڈی	سوانح	مصنفہ میری وان رنسیلیر تھیئر ترجمہ:- بانو قدسیہ	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
اسلام کے مشہور سپہ سالار نیا ایڈیشن	سوانح	مصنفہ عبدالواحد سندھی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
اسلام کے مشہور امیر البحر "	سوانح	" "	" " "
نامور مسلم سائنس داں	سوانح	" حمید عسکری	مجلس ترقی ادب، لاہور
نامور مغربی سائنس داں	سوانح	" "	" " "
ظفر علی خاں	سوانح	" اشرف عطا	مکتبہ کارواں، لاہور
سو تاریخی واقعات نیا ایڈیشن	سوانح	" ڈیوٹ ترجمہ غلام رسول مہر	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
سو بڑے آدمی نیا ایڈیشن	سوانح	" ڈیوٹ ترجمہ:- عبدالمجید سالک	" " "

یادگار غالب نیا ایڈیشن	سوانح	مصنفہ الطاف حسین حالی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
حیات قائد اعظم ″	″	″ سردار محمد خاں عزیز	احسن برادرز، لاہور
قائد اعظم اور انکا عہد حیات محمد علی جناح	تاریخ و سوانح	″ رئیس احمد جعفری	مقبول اکیڈمی، لاہور
تذکرہ نیا ایڈیشن	خودنوشت سوانح عمری	″ ابو الکلام آزاد	علمی لائبریری، لاہور
تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی نیا ایڈیشن ″	″	″ محمد جعفر تھانیسری مرتبہ محمد ایوب قادری	سلمان اکیڈمی، کراچی
مجھے اعتراف ہے ″	″ ″	″ محبوب عالم ترجمہ: سعد منیر	بنگالی اکیڈمی، ڈھاکہ
بابر نامہ اردو ترجمہ تزک بابری ″	″ ″	″ ظہیر الدین بابر ترجمہ: نصیر الدین حیدر	بک لینڈ، کراچی
مولانا محمد علی جوہر	بحیثیت تاریخ اور تاریخ ساز	″ محمد سرور	سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور
انوار صوفیہ (اخبار الاخیار) نیا ایڈیشن	تذکرہ	″ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ترجمہ لطیف فریدی	شعاع ادب، لاہور
تذکرہ حضرت خواجہ اجمیریؒ	سوانح و تذکرہ	طالب ہاشمی	″ ″
تذکرہ سیدنا غوث اعظمؒ	″ ″	″ ″	″ ″
عبد اللہ بن زبیرؓ	″ ″	″ ″	″ ″
تذکرہ حضرت علی ہجویری	″ ″	حکیم سید امین الدین احمد	″ ″
اولیائے لاہور	″ ″	محمد لطیف ملک	سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
الجمال والکمال نیا ایڈیشن	تفسیر سورۂ یوسف	از قاضی محمد سلیمان منصور پوری	المکتبۃ الرحمانیہ، لاہور
اُم الکتاب ″	تفسیر سورۂ فاتحہ	″ ابو الکلام آزاد	شعاع ادب، لاہور
ترجمان القرآن جلد اول و دوم نیا ایڈیشن	تفسیر	″ ″ ″	مکتبہ سعیدیہ، کراچی
نظام صلاح و اصلاح	تفسیر سورۂ والعصر	″ عبد الباری ندوی	ادارہ مجلس علمی، کراچی
تفہیم القرآن جزء ثالث	تفسیر سورۂ کہف تا سورۂ روم	″ سید ابو الاعلیٰ مودودی	مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور
اسلام ایک نظر میں	مذہب	مصنفہ صدر الدین اصلاحی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور
راہ عمل	انتخاب حدیث	″ جلیل احسن ندوی	″ ″ ″
اسلام صراط المستقیم	مذہب	″ کینتھ، ڈبلیو مورگن ترجمہ: غلام رسول مہر	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
خطبات جمعہ و عیدین	″		فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور
ختم نبوت	″	″ سید ابو الاعلیٰ مودودی	اسلامی پبلی کیشنز، لاہور
حجۃ اللہ البالغہ	″	″ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ترجمہ: مولانا عبد الرحیم	قومی کتب خانہ، لاہور

قرآن پاک کیا ہے	مذہب	مؤلفہ عبدالواحد سندھی	اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی
رحمت کا تصور قرآن میں	″	″ عبدالقیوم ندوی	سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی
فلسفہ دعا	″	″ فضل احمد عارف	مکتبہ رشیدیہ، منٹگمری
الدین القیم نیا ایڈیشن	مذہبی مضامین	″ مولانا مناظر احسن گیلانی	نفیس اکیڈمی، کراچی
تعارف مضامین قرآن	مذہب	″ سلیم الدین چشتی	مکتبہ رومی، کراچی
فقہ الاسلام	″	″ حسین احمد الخطیب ترجمہ:- سید رشید احمد ارشد	نفیس اکیڈمی، کراچی
انسان کامل	″	″ سید عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی ترجمہ: مولانا فضل میراں	″ ″ ″
حقوق الاسلام	″	″ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ترجمہ:- وحیدالدین سلیم پانی پتی	پاک اکیڈمی، کراچی
تاریخ تدوین حدیث	″	″ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی	″ ″ ″
کتاب زندگی	″	″ امام غزالیؒ ترجمہ:- عبدالقدوس ہاشمی	نفیس اکیڈمی، کراچی
زبدۃ المناسک	″	″ مولانا رشید احمد گنگوہی	دارالاشاعت، کراچی
خانۂ کعبہ	تاریخ	″ محمد طاہر الکردی ترجمہ:- عبدالصمد صارم	مکتبۂ جدید، لاہور
اسلام کا نظریۂ تاریخ نیا ایڈیشن	″	″ محمد مظہرالدین صدیقی	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
تاریخ فرشتہ	″	″ محمد قاسم فرشتہ ترجمہ عبدالحئی خواجہ	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
منتخب التواریخ	″	″ عبدالقادر بن ملوک شاہ بدایونی ترجمہ محمود احمد فاروقی	″ ″ ″
تاریخ اشاعت اسلام	″	مؤلفہ محمد اسمٰعیل پانی پتی	″ ″ ″
غزالی نامہ	″	مصنفہ جلالی ہمائی ترجمہ:- رئیس احمد جعفری	″ ″ ″
فاطمی خلافت مصر	″	″ قدرت اللہ خاں	خورشید اکیڈمی، کراچی
تاریخ اسلام نیا ایڈیشن	″	″ ڈاکٹر حمیدالدین	فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور
شہید اعظم ″	″	″ ابوالکلام آزاد	شعاع ادب، لاہور
تاریخ زبان فارسی	″	″ ڈاکٹر غلام سرور	مکتبۂ خورشید درخشاں، کراچی
مشہور تاریخی واقعات	″	″ سید نصیر احمد جامعی	احسن برادرز، لاہور
مشہور اسلامی جنگیں	″	″ ″ ″	″ ″ ″
مآثر عالمگیری	″	″ محمد ساقی مستعد خاں ترجمہ:- مولوی فدا علی طالب	نفیس اکیڈمی، کراچی
تاریخ فیروز شاہی	″	″ شمس سراج عفیف ″	″ ″ ″ ″ ″

جنگ میکیاولی سے ہٹلر تک	تاریخ	مصنفہ ایڈورڈ میڈ اکرل ترجمہ:- برگیڈیر گلزار احمد	فرینکلن پبلی کیشنز لاہور
تاریخ اقوام عالم نیا ایڈیشن	"	" مرتضیٰ احمد خاں میکش	مجلس ترقی ادب، لاہور
تاریخ شام	"	" فلپ کے ہتی ترجمہ:- غلام رسول مہر	فرینکلن پبلی کیشنز لاہور
بنی آدم (اعضائے یک دیگر آند)	"	" اسٹوارٹ چیس ترجمہ:- ہادی حسین	" " "
دروس کربلا نیا ایڈیشن	"	" راشد الخیری	عصمت بکڈپو، کراچی
تاریخ سرکشی بجنور "	"	" سرسید احمد خاں مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق	سلمان اکیڈمی، کراچی
خون کی ہولی	"	" رئیس احمد جعفری	مقبول اکیڈمی، لاہور
فتوح البلدان ۲ حصے	"	تالیف احمد بن یحییٰ بن جابر الشہید بالبلاذری ترجمہ ابوالخیر مودودی	نفیس اکیڈمی، کراچی
مشاہیر اسلام موت کی آغوش میں	"	مصنفہ عبدالرحمٰن طارق	کتب خانہ دارالبلاغ، لاہور
آل محمد کربلا میں	"	" عمر ابوالنصر ترجمہ:- شیخ محمد احمد پانی پتی	مقبول اکیڈمی، لاہور
علیؓ اور عائشہؓ	"	" "	" " "
اخبار رنگیں	"	" سعادت یار خاں رنگین مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق	پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی
عبرت نامہ اندلس نیا ایڈیشن	"	" رائن ہارٹ ڈوزی ترجمہ مولوی عنایت اللہ	مقبول اکیڈمی، لاہور
انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد اول نیا ایڈیشن	"	" لینگر ترجمہ:- غلام رسول مہر	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
منصب امامت	خلافت و امامت	" شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ترجمہ محمد حسین علوی	مخزن ادب، لاہور
سفرنامہ ابن جبیر اندلسی	سفرنامہ	ترجمہ احمد علی	بک لینڈ، کراچی
مشاہدات بلادِ اسلامیہ	"	مصنفہ بیگم محمودہ عثمان حیدر	ادارہ علم مجلسی، کراچی
ایک سانولا گوروں کے دیس میں	"	" عرش تیموری	جاوید پبلشرز، کراچی
مشرقی پاکستان میں دو ہفتے	"	" رازق الخیری	عصمت بکڈپو، کراچی
سفرنامہ ابن بطوطہ	"	ترجمہ رئیس احمد جعفری	نفیس اکیڈمی، کراچی
اسلام اور ضبطِ ولادت نیا ایڈیشن	خواتین کے لئے	" سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
رسالہ دینیات "	دین و اخلاق	" "	" " "
پردہ "	خواتین کے لئے	" "	" " "
اسلامی نظامِ زندگی اور اسکے بنیادی تصورات	مقالات	" "	" " "
مقالات گارساں دتاسی	"	ترجمہ ڈاکٹر یوسف حسین و عزیز احمد نظر ثانی ڈاکٹر محمد حمید اللہ	انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

اسلام کی عالمگیر خدمات	مقالات	مصنفہ علامہ شبلی نعمانی	مکتبۂ احباب کراچی
حقیقت عبادت	عبادت	" مولانا اشرف علی تھانوی مرتبہ عبدالرحمٰن خاں	مکتبۂ اشرف المعارف، ملتان
فرہنگ اصطلاحات فلسفہ	فرہنگ	" مرتبہ شعبۂ تصنیف و تالیف	کراچی یونیورسٹی، کراچی
معارف النفس	فلسفہ	" لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید	" " "
معراج العاشقین	تصوف	" خواجہ بندہ نواز گیسو دراز مرتبہ تحسین سروری	دکن دارالاشاعت کراچی
تعلیمات غزالی	"	" محمد حنیف ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
تاریخ تصوف (قبل از اسلام)	"	" بشیر احمد ڈار	" " "
فلسفۂ ہند و یونان نیا ایڈیشن	"	" دین محمد شفیقی عہدی پوری	مجلس ترقی ادب، لاہور
فلسفۂ شریعت اسلام "	"	" ڈاکٹر صبحی محمصانی ترجمہ محمد احمد رضوی	" " "
تاریخ جمالیات دو جلد	"	" نصیر احمد ناصر	" " "
عوارف المعارف	"	" عمر بن محمد شہاب الدین سہروردیؒ ترجمہ رشید احمد ارشد	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
اعجوبہ اسرار نیا ایڈیشن	"	" نقی محمد خاں خورجوی	ادارہ علم مجلسی، کراچی
آدمی کی انسانیت	"	" رالف بالٹن پیری ترجمہ محمد بخش مسلم	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
وقت کا آسمان	"	" ڈاکٹر لورین آئزلے " ن۔م راشد	" " "
فلسفہ کا نیا آہنگ	"	" سوسین لینگر " بشیر احمد ڈار	" " "
تجدید دین کامل اور تصوف	"	" عبدالباری ندوی	نفیس اکیڈمی، کراچی
جزیہ اور اسلام	قانون	" ڈینیل سی۔ ڈینیٹ ترجمہ غلام رسول مہر	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
اسلامی قانون	"	" سید مظہر علی کامل و سید عبدالعلیم	شعبۂ تصنیف و تالیف اردو کالج کراچی
دریائے لطافت	لسانیات	" سید انشاء اللہ خاں مرتبہ مولوی عبدالحق ترجمہ عبدالرؤف عروج	آفتاب اکیڈمی، کراچی
اردو زبان اور تعلیم نیا ایڈیشن	تعلیم و تدریس	" سلیم فارابی	پاکستان بک اسٹور، لاہور
تاریخ و تعلیم "	" "	" خالد یار خاں	اردو مرکز، لاہور
تعلیم کا عمل	" "	" جیروم۔ ایس۔ بروز ترجمہ سید عابد علی عابد	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
نظام معاشرہ اور تعلیم نیا ایڈیشن	" "	" رسل ترجمہ جی۔ آر۔ عزیز	مجلس ترقی ادب، لاہور
تدریس اردو	" "	" فرمان فتحپوری	مکتبۂ جامعہ تعلیم ملی، کراچی
تدریس حساب	" "	" برکت علی	" " "

اصول و تعلیم و طریقہ ہائے تدریس　تعلیم و تدریس　مصنفہ چودھری فضل محمد　مکتبۂ کارواں، لاہور

غبارِ خاطر نیا ایڈیشن　مکاتیب　〃 ابوالکلام آزاد　علمی لائبریری، لاہور

مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ　〃　ترجمہ قاضی احمد عبدالصمد فاروقی　ادارہ معارف اسلامیہ کراچی

بوستان قلم　〃　مرتبہ محمد عبداللہ خاں خویشگی　محمد عبداللہ خاں سی ۲۰ لیاقت آباد کراچی

نقوش زنداں　〃　مصنفہ محمد علی صدیقی　مکتبۂ قاسمیہ، سیالکوٹ

منٹو کے خطوط　〃　مرتبہ احمد ندیم قاسمی　کتاب نما، لاہور

آخری مشورہ　مکتوب　مصنفہ مولانا محمد علی جوہر　کتابی مرکز لمیٹڈ، کراچی

ریگزار کے موتی (وادیٔ مہران کے ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقات)، مرتبہ آفاق صدیقی　پاکستان رائٹرز گلڈ سب ریجن سکھر

بابائے اردو وادیٔ مہران میں　مرتبہ آفاق صدیقی　〃 〃 〃

چناب سے پدما تک نیا ایڈیشن　عوامی کہانیاں　مختلف حضرات کے مضامین　ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی

ہماری موسیقی　〃　تعارف　〃 〃 〃　〃 〃 〃

بلوچوں کے رومان　لوک کہانیاں و شخصیات　مصنفہ انجم قزلباش　قلات پبلشرز، مستونگ

عورت اسلامی معاشرہ میں　دین و اخلاق　〃 جلال الدین انصر عمری　اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

مسلمانوں کے شب و روز　〃　〃　〃 اسعد گیلانی　〃 〃 〃

اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و　〃　〃　〃 سید ابوالاعلیٰ مودودی　〃 〃 〃

المنجد نیا ایڈیشن　عربی اُردو لغت　〃　دارالاشاعت، کراچی

مخطوطات گیلانی لائبریری　۹۰ مخطوطات کا جائزہ　مرتبہ ڈاکٹر غلام سرور　اردو اکیڈمی، بہاولپور

سلوک المالک فی تدبیر الممالک　سیاسیات و عمرانیات　مصنفہ ابن ابی الربیع ترجمہ مظہر علی کامل　شعبہ تصنیف و تالیف یونیورسٹی کراچی

مشرقی و مغربی تہذیب　معاشرت و معاشیات　〃 ڈاکٹر احسان محمد خاں　آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

تمدن عرب　نیا ایڈیشن　〃　〃　〃 ڈاکٹر گستاؤلی بان ترجمہ سید علی بلگرامی　مقبول اکیڈمی، لاہور

تمدن ہند　〃　〃　〃　〃　〃 〃　〃 〃 〃

تمدن ہند　〃　〃　〃　〃　〃 〃　بک لینڈ، کراچی

زندگی کا سلیقہ　خواتین کے لئے　〃 ابن فرید　ادارۂ بتول، لاہور

گھریلو جھگڑے　〃　〃　〃 〃　〃 〃 〃

ہم کیسے رہیں　〃　〃　〃 〃　〃 〃 〃

اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۹ کراسے		زیر نگرانی ڈاکٹر مولوی محمد شفیع	پنجاب یونیورسٹی، لاہور
اسلامی اصول صحت	فنون مفیدہ	فضل کریم فارانی	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
بچوں کی نفسیات نیا ایڈیشن	نفسیات	مصنفہ ڈاکٹر عبدالرؤف	فیروز سنز لمیٹیڈ، لاہور
جینے کا قرینہ "	"	" آندرے لوروا ترجمہ مختار صدیقی	مکتبہ جدید، لاہور
مانیں نہ مانیں	"	" ڈیل کارنیگی ترجمہ جاوید شاہین	میری لائبریری، لاہور
شادی اور کامیابی	"	" لوسٹس چتیسر "	" " "
بچوں کی معاشرتی زندگی نیا ایڈیشن	"	ترجمہ شاہد احمد دہلوی	آئینہ ادب، لاہور
بچوں کے سیکھنے کی قابلیت "	"	" "	" "
بچوں کی اخلاقی قدریں "	"	" "	" "
بچوں کے کھیل "	"	" "	" "
مشرق و مغرب کو ملنا ہی پڑے گا	مذاکرہ	مصنفہ نجمن براؤن ترجمہ ہاشمی فرید آبادی	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
آئینہ تثلیث		" کوثر نیازی	مکتبہ شہاب، لاہور
ضبط تولید	ایک محاکمہ	" مولانا قمر احمد عثمانی	مطبوعات مشرق، کراچی
ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ		" "	" " "
رسوم دہلی	معاشرت	مصنفہ سید احمد دہلوی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
حکایات پنجاب ۲ حصے		مرتبہ آر سی ٹمپل ترجمہ میاں عبدالرشید	مجلس ترقی ادب، لاہور
عبدالارڈ ماؤنٹ بیٹن	سیاست	مصنفہ کیمبل جانسن ترجمہ یونس احمر	نفیس اکیڈمی، کراچی
امامت و سیاسیات	"	" رئیس احمد جعفری	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
الجہاد فی الاسلام	"	" سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامی پبلی کیشنز، لاہور
اسلامی معاشیات نیا ایڈیشن	معاشیات	" مناظر احسن گیلانی	شیخ شوکت علی اینڈ سنز کراچی
سائنس داں کیسے بنتے ہیں	سائنس	" جارج ایچ۔ والز جوئیر ترجمہ سید علی ناصر زیدی	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
طائر اور طیارے	"	" جان لیورلن ترجمہ محمد سعید	" " "
جوہر کے کرشمے	"	" گلن۔ او۔ بلو "	" " "
آسمان کی سیر	"	" " " "	" " "
جڑی بوٹیوں سے علاج	"	" ہلی سینٹ ای بسلیم ترجمہ حکیم حبیب اشعر دہلوی	" " "

سورج کی پیدائش اور موت	سائنس	مصنفہ جارج گیمو ترجمہ فاروق احمد صدیقی	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
مبادی نباتیات	"	" ڈاکٹر عبدالرشید مہاجر	شعبۂ تصنیف و تالیف اردو کالج کراچی
غنچۂ ادب	مضامین	" نقی محمد خاں خورجوی	سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی
روح اور فلسفہ	"	" سید محمد تقی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
لسانی مسائل	ادب و تنقید	" ڈاکٹر شوکت سبزواری	مکتبۂ اسلوب، کراچی
• معیار ادب	" "	" " "	" " "
• نئی پرانی قدریں	" "	" " "	" " "
• ادب اور شعور	" "	" ممتاز حسین	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
• تنقیدی زاویے، نیا اضافہ شدہ ایڈیشن	" "	" ڈاکٹر عبادت بریلوی	" " "
• فن افسانہ نگاری " "	" "	" سید وقار عظیم	" " "
موازنہ انیس و دبیر	" "	" علامہ شبلی نعمانی	" " "
حالی اور نیا تنقیدی شعور	" "	" پروفیسر اختر انصاری دہلوی	" " "
افکار عبدالحق	" "	" آمنہ صدیقی	" " "
اردو رباعی فنی و تاریخی ارتقا	" "	" فرمان فتح پوری	سنگ میل پبلشرز، کراچی
ادب اور تنقید	" "	" ڈاکٹر سید شاہ علی	مکتبۂ اسلوب، کراچی
نئی نظم اور پورا آدمی	" "	" سلیم احمد	ادبی اکیڈمی، کراچی
شعر اور غزل	" "	" مجنوں گورکھپوری	" " "
مرحوم دہلی کالج نیا ایڈیشن	ادبی تاریخ	" بابائے ڈاکٹر مولوی عبدالحق	انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی
اردو تھیٹر جلد دوم و سوم	تنقید و تحقیق	" عبدالعلیم نامی	" " "
گنجینۂ گوہر	سوانحی خاکے	" شاہد احمد دہلوی	مکتبۂ نیا دور، کراچی
نیرنگ خیال	ادب	" محمد حسین آزاد مع مقدمہ ڈاکٹر اسلم فرخی	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
نیرنگ خیال	"	" " "	سید اینڈ سید، کراچی
میزان	ادب و تنقید	" فیض احمد فیض	ناشرین، لاہور
اردو کے اسالیب بیان	ادب	" محی الدین قادری زور	مکتبۂ معین الادب، لاہور

ان کتابوں پر گو سن اشاعت ۱۹۷۱ چھپا ہوا ہے لیکن یہ کتابیں شائع ۱۹۷۲ء میں ہوئیں

ساحر اور اس کی شاعری	(تنقید و شاعری)	مرتبہ پرکاش پنڈت	مکتبۂ ایاز، لاہور
گلشن بے خار	ادبی تذکرہ	مصنفہ محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ ترجمہ احسان الحق فاروقی	پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی
تاثرات و تعصبات	ادب و تنقید	〃 ظہیر صدیقی	شعبۂ تحقیق و اشاعت مدرسہ عالیہ ڈھاکہ
جدید اردو شاعری نیا ایڈیشن	〃 〃	〃 عبدالقادر سروری	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
دو معاصر اور اردو غزل گوئی 〃	〃 〃	〃 ڈاکٹر عندلیب شادانی	〃 〃 〃
تحریر و تقریر	〃 〃	〃 ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	حکیم محمود الزماں ۲۴۷ لطیف آباد حیدرآباد
مشکلات غالب	شرح	〃 نیاز فتح پوری	نگار پاکستان، کراچی
رنگ اشک	مجموعہ کلام	〃 واجد علی خاں اشک رام پوری	بیگم اختری نذیر احمد کراچی
گریباں	〃	〃 مصطفیٰ زیدی	مکتبۂ ادب جدید، لاہور
نقش ناتمام	〃	〃 نذر الاسلام مرتبہ رابعہ خاتون نہاں	〃 〃 〃
ہوا کے رنگ	〃	〃 جعفر شیرازی	〃 〃 〃
نقش کف پا	〃	〃 جیلانی کامران	〃 〃 〃
شام کی دہلیز	〃	〃 سلیم الرحمٰن	〃 〃 〃
گجر نیا ایڈیشن	〃	〃 قتیل شفائی	نیا ادارہ، لاہور
جل ترنگ	〃	〃 〃 〃	مکتبۂ جدید، لاہور
دھنک 〃	〃	کوئٹہ قلات ڈویژن کے اردو شعرا کا منتخب کلام مرتبہ مرکز ادب	قلات پبلشرز، مستونگ
پتھر کی لکیر	〃	مصنفہ سرشار صدیقی	ہمارا ادارہ، کراچی
جام کوثر	〃	نذر الاسلام کے کلام کے تراجم	بنگالی اکیڈمی، ڈھاکہ
شاعر نامہ	منظوم تذکرہ	مصنفہ محشر بدایونی	ریپبلکا پبلی کیشنز، کراچی
بیت الصنم	مجموعۂ کلام	〃 عبرت الہ آبادی	سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی
آب رواں	〃	〃 ظفر اقبال	نیا ادارہ، لاہور
جوشش و ہوشش	〃	〃 عقیل احمد جعفری	سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی
۱۹۶۱ کی بہترین نظمیں	انتخاب	مرتبہ ڈاکٹر وزیر آغا	اکادمی آف پنجاب، لاہور
انداز بیاں اور	مجموعۂ کلام	〃 راجہ مہدی خاں	〃 〃 〃
چشم نگراں	〃	〃 حامد عزیز مدنی	بیان پبلی کیشنز، کراچی

برگِ خزاں	منظوم ڈرامے	از عبد العزیز خالد	مطبوعات مشرق، کراچی
گل نغمہ	رابندر ناتھ ٹیگور کی شہرۂ آفاق کتاب "گیتا نجلی" اردو شعر میں از عبد العزیز خالد		″ ″ ″
عرض نغمہ	″ ″ ″ ″ ″ کا اردو ترجمہ از نیاز فتح پوری		نگار پاکستان، کراچی
آتشِ سیّال	مجموعہ کلام	عارف عبد المتین	بک ورلڈ، لاہور
علم مجلسی یا شعروں کی ڈکشنری	حصہ اول تا ہشتم سیٹ	مولفہ عزیز الرحمٰن دہلوی	ادارہ علم مجلسی، کراچی
دیوان جوہر	مجموعۂ کلام	مولانا محمد علی جوہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
ہفت کشور	″	جعفر طاہر	پاکستان رائٹرز گلڈ، کراچی
جاگتے جزیرے	″	احمد احسن اشک	″ ″ ″
نوائے ساز	″	یوسف ظفر	مکتبۂ نو، راولپنڈی
انتخاب کلام ظفر	انتخاب کلام	مرتبہ شاہد علی خاں	آئینۂ ادب، لاہور
انتخاب داغ	″ ″	″ بابائے اردو ڈاکٹر عبد الحق	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
شکستِ ساز سے پہلے	مجموعۂ کلام	شاعرہ وحید	زمانہ پبلی کیشنز، لاہور
شکستِ شب	″ ″	حسن بخت	مکتبہ امتیاز ″
دیوان میر درد اردو	″ ″	خواجہ میر درد مقدمہ خلیل الرحمٰن داؤدی	مجلس ترقی ادب، لاہور
مہتاب داغ	″ ″	نواب مرزا داغ دہلوی مرتبہ سید سبط حسن	″ ″ ″
مقالات سرسید حصہ اول	مذہبی و اسلامی مضامین	سرسید احمد خاں مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی	″ ″ ″
″ ″ ″ چہارم	علمی و تحقیقی مضامین	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ پنجم	اخلاقی و اصلاحی مضامین	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ ششم	تاریخی مضامین	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ ہفتم	(مضامین متعلق سوانح و سیر ادبی و تنقیدی)	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ ہشتم	(تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی مضامین)	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ نہم	ملکی و سیاسی مضامین	″ ″ ″	″ ″ ″
″ ″ ″ دہم	اخبارات پر تنقیدی مضامین (۲) مضامین متعلق تہذیب الاخلاق، مضامین متعلق مدرسۃ العلوم		″ ″
رسالہ قواعد اردو مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی			″ ″ ″
نورتن		از محمد بخش مہجور مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی	″ ″ ″

فسانۂ مبتلا	ناول	مصنفہ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرتبہ افتخار احمد صدیقی	مجلس ترقی ادب، لاہور
خدا کی بستی نیا ایڈیشن	〃	〃 شوکت صدیقی	مکتبہ نیا راہی، کراچی
کوکا بیلی	〃	〃 〃 〃	ادارہ ادبیات نو، لاہور
دن اور داستان	〃	〃 انتظار حسین	〃 〃 〃
زخم کھلنے کے بعد	〃	〃 ریاض جاوید	〃 〃 〃
تلاش بہاراں نیا ایڈیشن	〃	〃 جمیلہ ہاشمی	اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی
آنگن	〃	〃 خدیجہ مستور	کتاب نما، لاہور
میرے بھی صنم خانے نیا ایڈیشن	〃	〃 قرۃ العین حیدر	میری لائبریری، لاہور
لندن کی رات 〃	〃	〃 سید سجاد ظہیر	نئی لائبریری، لاہور
چترلیکھا	〃	〃 بھگوتی چرن ورما ترجمہ سوم آنند	الجدید، لاہور
میری یادوں کے چنار	〃	〃 کرشن چندر	ادارہ فروغ اُردو، لاہور
گدھے کی واپسی	〃	〃 〃	〃 〃 〃
شکست نیا ایڈیشن	〃	〃 〃	آئینہ ادب، لاہور
ایک عورت ہزار دیوانے۔ نیا ایڈیشن	〃	〃 〃	مکتبۂ افکار، کراچی
محاجنگ جنگل کا راجہ	بچوں کا ناول	〃 〃	لارک پبلشرز کراچی
معصومہ	ناول	〃 عصمت چغتائی	نیا ادارہ، لاہور
ڈاکٹر ژواگو	〃	〃 لورس پیسٹرنک ترجمہ ریاض فرشوری	لارک پبلشرز، کراچی
بوڑھا اور سمندر	〃	〃 ہیمنگوے ترجمہ بشیر ساجد	مکتبہ جدید، لاہور
لیڈی چیٹرلے	〃	〃 ڈی۔ ایچ لارنس	ادارہ ادبیات نو، لاہور
ستاروں کی راکھ	〃	〃 محمد احمد	مکتبۂ چراغ، حیدرآباد پاک
سنگریزے	〃	〃 ابن حیات	اختر برادرز، راولپنڈی
دراڑیں	〃	〃 〃	زمیندار بک ڈپو، راولپنڈی
عروسہ نیا ایڈیشن	〃	〃 زبیدہ خاتون	آئینہ ادب، لاہور
نادرہ 〃	〃	〃 〃	〃 〃
چشمہ 〃	〃	〃 اے۔ ار خاتون	〃 〃

افشاں	نیا ایڈیشن	ناول	مصنفہ اے۔آر۔خاتون	آئینہ ادب، لاہور
سات خیلائیں	"	کہانیاں	" " "	" "
خونی سفر	"	ناول	" ایم اسلم	دارالبلاغ، لاہور
زوال الحمراء	"	"	" "	" "
جمالی		"	" "	مکتبۂ صبوحی، لاہور
ناہید	"	"	" رضیہ بٹ	احسن برادرز، لاہور
عرفانہ		"	" نادرہ خاتون	لارک پبلشرز، کراچی
ممتاز محل		"	" محمد سعید	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
الحمرا		"	" "	" " "
اطلس		"	" "	مقبول اکیڈمی، لاہور
القاہرہ		"	" "	" " "
ہمایوں		"	" "	" " "
راحلہ		"	" قمر نقوی	" " "
نفرت		"	" رئیس احمد جعفری	" " "
قطرہ سے گہر ہونے تک		"	" صالحہ عابد حسین	آئینۂ ادب، لاہور
مجاہد اندلس		"	" علی الجارم بک ترجمہ محمد زکریا مائل	مکتبۂ اسلوب، کراچی
رشوت		"	" رضا حسین	مکتبۂ احباب، کراچی
نیا سویرا		"	" عشرت رحمانی	آئینہ ادب، لاہور
نوشین		"	" بلقیس ظفر	" "
پروفیسر		"	" منیر کاشانی	مکتبۂ ادب جدید، لاہور
جانے والا		"	" اے۔حمید	پاکستان رائٹرز گلڈ، کراچی
پھول کی واپسی		"	" "	اعوان پبلی کیشنز، کراچی
پہلا چاند		"	" "	راول بک ہاؤس، راولپنڈی
پھول گرتے ہیں		"	" "	خالد بک ڈپو، لاہور
چشمے کا پتھر		"	" "	" " "

دھوپ اور شگوفے	نیا ایڈیشن	ناول	مصنفہ اے حمید	نئی لائبریری، لاہور
انوکھی وادی		〃	〃 قاضی عبدالحفیظ	کراچی بک ہاؤس، کراچی
نشانِ سحر		〃	〃 قدوس رعنائی	مکتبۂ اردو، لاہور
آفت کا ٹکڑا		〃	〃 محمد فضل الرحمٰن	مکتبۂ جدید، لاہور
سرخ و سیاہ	نیا ایڈیشن	〃	〃 ستاں دال ترجمہ محمد حسن عسکری	〃 〃 〃
بڈھا گوریو	〃	〃	〃 بالزاک ترجمہ سیدہ نسیم ہمدانی	〃 〃 〃
شبنم	〃	〃	〃 عزیز احمد	〃 〃 〃
گریز	〃	〃	〃 〃	〃 〃
ایک بوند لہو کی		〃	〃 جوگندر پال	مکتبۂ افکار، کراچی
شفق سے آگے		〃	〃 سعیدہ مظہر عروج	طاہر پبلشرز، کراچی
ایک آدمی تین چہرے		〃	〃 اوتھوانس ترجمہ علی احمد رفعت	المبید پبلشرز، بہاولپور
دلہن کی سیج	نیا ایڈیشن	〃	〃 جبران خلیل جبران ترجمہ حکیم حبیب اشعر دہلوی	آئینۂ ادب، لاہور
گردشِ دوراں		〃	〃 بیگم نورالصباح	سلطان حسین اینڈ سنز کراچی
یوسف و نجمہ	نیا ایڈیشن	〃	〃 عبدالحلیم شرر مقدمہ پروفیسر حبیب اللہ غضنفر	〃 〃 〃
رضیہ		〃	〃 بیگم معشوق علی	〃 〃 〃
آئینۂ دل		〃	〃 عادل رشید	〃 〃 〃
نمائش		〃	〃 〃	〃 〃 〃
انتقام		〃	〃 〃	ایشیا پبلشرز کراچی ۱
ہزار داستان (الف لیلیٰ)		داستان	ترجمہ و تالیف رتن ناتھ سرشار تہذیب وقار عظیم و انتظار حسین	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
زادِ راہ	نیا ایڈیشن	افسانے	مصنفہ منشی پریم چند	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
رفیقِ تنہائی	〃	〃	〃 علی عباس حسینی	نئی لائبریری، لاہور
ایک بات	〃	〃	〃 عصمت چغتائی	〃 〃
گرہن	〃	〃	〃 راجندر سنگھ بیدی	〃 〃
دانہ و دام	〃	〃	〃 〃 〃	〃 〃
سڑک کے کنارے	〃	〃	〃 سعادت حسن منٹو	〃 〃

لذتِ سنگ	نیا ایڈیشن	افسانے	مصنفہ سعادت حسن منٹو	نئی لائبریری، لاہور
منزل منزل	〃	〃	〃 اے۔ حمید	〃 〃
ہائے اللہ	〃	〃	〃 ہاجرہ مسرور	〃 〃
تھکے ہارے		〃	〃 خدیجہ مستور	پاکستان رائٹرز گلڈ، کراچی
شیطان	نیا ایڈیشن	〃	〃 جبران خلیل جبران ترجمہ حکیم حبیب اشعر دہلوی	آئینہ ادب، لاہور
خدا اور دیوتا		〃	〃 〃 〃 〃 انور عارف	مکتبہ ماحول، کراچی
مرزا غالب رائل پارک میں		〃	〃 اے۔ حمید	خالد بک ڈپو، لاہور
سلطانی محلوں کے راز		〃	〃 جلال پاشا الغزنی ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی	میری لائبریری، لاہور
روپ متی	نیا ایڈیشن	〃	〃 فیاض حسین	〃 〃
زندگی کے موڑ پر		〃	〃 انتخاب رسالہ نصرت	〃 〃
اس حمام میں		〃	〃 ایوب صابر	ادارہ ادبیات نو، لاہور
میگھ ملہار		〃	〃 ممتاز شیریں	لارک پبلشرز، کراچی
جب رُخ سے نقاب اٹھی		〃	〃 مصطفیٰ لطفی المنفلوطی ترجمہ حکیم حبیب اشعر دہلوی	آئینہ ادب، لاہور
دلیل آفتاب		〃	〃 ڈاکٹر محمد نصیر الدین	سوسائٹی پبلشنگ ہاؤس کراچی
چہرا اور ست ڈردے	نیا ایڈیشن	جاسوسی کہانیاں	〃 ایڈگر الن پو ترجمہ ابن انشا	فرینکلن پبلی کیشنز، لاہور
وہ بیضوی تصویر	〃	کہانیاں	〃 〃 〃	〃 〃 〃
سائنس کی پھانس	〃	〃	〃 〃 〃	〃 〃 〃
عطر فروش دوشیزہ کے قتل کا معمہ	〃	〃	〃 〃 〃	〃 〃 〃
کرنیں	〃	طنز و مزاح	〃 شفیق الرحمٰن	مکتبہ جدید، لاہور
پچھتاوے	〃	〃 〃	〃 〃	〃 〃
شگوفے	〃	〃 〃	〃 〃	〃 〃
مزید حماقتیں	〃	〃 〃	〃 〃	میری لائبریری، لاہور
چنگ و رباب	〃	〃 〃	〃 کنھیا لال کپور	〃 〃
بال و پر	〃	〃 〃	〃 〃	مکتبہ ماحول، کراچی
دل پھینک	〃	〃 〃	〃 شوکت تھانوی	طاہر پبلشرز، کراچی

ہم زلف	طنز و مزاح	مصنفہ شوکت تھانوی	لارک پبلشرز، کراچی
پہلی بیگم	" "	" "	" "
شیشے کی دیوار	ڈرامے	" مرزا ادیب	پیپلز پبلشنگ ہاؤس، لاہور
ہم صفیر	"	" قیوم نظر	اردو بک اسٹال، لاہور
وہ لوگ	"	" ہاجرہ مسرور	بک کارپوریشن، کراچی
کالا سورج	"	" عشرت رحمانی	آئینہ ادب لاہور
شیطان	"	" عصمت چغتائی	نئی لائبریری، لاہور
برگ خزاں	منظوم ڈرامے	" عبدالعزیز خالد	مطبوعات مشرق، کراچی

نئے خزانے

مارچ ۱۹۶۳ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین
کی وضاحتی فہرست

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——— زاہدہ خاتون

عنوانات، جن کے تحت یہ اشاریہ مرتب کیا گیا۔

- کتابیات، کتب خانے، عجائب گھر اور صحافت
- فلسفہ — جمالیات فراست الید اور
- نفسیات
- مذہب
- اسلام
- قرآن اور حدیث
- فقہ اسلامی اور علم الکلام
- تصوف
- تاریخ اسلام
- سماجیات
- سیاسیات اور معاشیات
- انتظام سلطنت اور سماجی بہبود
- تعلیمات
- رسم اور رواج
- لسانیات — اردو اور بنگالی
- سائنس
- علوم مفیدہ
- فنون لطیفہ — تعمیرات، دستکاریاں، مصوری
- موسیقی و رقص اور تفریحات
- ادب — عام مسائل
- اردو ادب — رسائل
- اردو ادب — تاریخ و تنقید
- اردو ادب — مشاعرے
- اردو ادب — شعر و شاعری — تاریخ و تنقید
- اردو ادب — داستانیں، ناول اور افسانے
- اردو ادب — انشائیہ — خطوط اور طنز و مزاح
- اقبالیات
- بابائے اردو
- بنگالی ادب
- فارسی ادب
- متفرق زبانوں کا ادب
- سفرنامے، سیاحت و جغرافیہ
- تاریخ ہندوستان
- تاریخ پاکستان
- تاریخ مختلف ممالک

اس وضاحتی فہرست میں حسب ذیل رسائل و اخبارات کے مضامین شامل ہیں

آج کل ...... دہلی
ادب لطیف ... سالنامہ سنہ ۶۲ء
اردو نامہ کراچی ... جنوری تا مارچ سنہ ۶۲ء
استقلال لاہور
البلاغ بمبئی
الشجاع کراچی
العلم کراچی ... جنوری تا مارچ سنہ ۶۲ء
الفرقان ربوہ
انشار کراچی
اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری سنہ ۶۲ء
برہان دہلی
تحریک دہلی
ترجمان القرآن لاہور
ثقافت لاہور
جام نو کراچی
جامعہ دہلی
جوار بھاٹا دہلی
خاتون دکن ... حیدر آباد دکن
رہنمائے تعلیم دہلی
ساتِ رنگ کراچی ... فروری مارچ
ساز کلکتہ .... شمارہ نمبر ۱، ۲

ساقی کراچی .... سالنامہ سنہ ۶۲ء
سب رس حیدر آباد دکن
ستارہ لاہور
شہباز گلبرگہ .... شمارہ نمبر ۱۹
صبا حیدر آباد دکن .... فروری اور مارچ سنہ ۶۲ء
صبح دہلی ..... شمارہ نمبر ۲، ۳، ۴
عصمت کراچی
فاران کراچی
فکر و خیال کراچی
قومی زبان کراچی .... جلد ۲۴ شمارہ ۴ - ۶
کامران سرگودھا .... جلد ۸ شمارہ ۴
کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
کردار نو .... عارف والا
ماہ نو کراچی
محور دہلی .... فروری مارچ سنہ ۶۲ء
معارف اعظم گڑھ
نصرت لاہور
نقش کراچی
نقوش لاہور .... شمارہ نمبر ۹۷
نگار رامپور

نیا دور کراچی .... شمارہ نمبر ۲۹، ۳۰
نیرنگ خیال لاہور
ہمدرد صحت کراچی
ہندوستانی ادب ... حیدر آباد دکن
اقدام لاہور
پرچم ہند دہلی
چٹان لاہور
شہاب لاہور
صدیق جدید لکھنؤ
قندیل لاہور
لاہور لاہور
لیل و نہار لاہور
ملاپ حیدر آباد دکن
نیا خواب رامپور
ہماری زبان علی گڑھ

اخبارات

امروز لاہور
انجام کراچی
جنگ کراچی
حریت کراچی
نوائے وقت لاہور

کتابیات، کتب خانے، عجائب گھر اور صحافت

مصنف	عنوان
—	رومانیہ میں کتابوں کی اشاعت جوار بھاٹا دہلی مارچ ۶۳ء
—	سوویٹ یونین کی اردو مطبوعات صبح دہلی ۲،۳،۴ ۶۳ء
—	نئی مطبوعات ۔ ایسی کتابوں کی فہرست جو ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئیں قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۹-۱۰
ریحان احمد عباسی	۱۹۶۲ء میں دہلی سے شائع ہونے والی کچھ اردو کتابیں صبح دہلی (۲،۳،۴) ۶۳ء
—	کشمیر کلچرل اکیڈیمی کی مطبوعات صبح دہلی (۲،۳،۴) ۶۳ء
—	مکتبہ جامعہ کی مطبوعات صبح دہلی (۲،۳،۴) ۶۳ء
—	آدرش کتاب گھر کی مطبوعات صبح دہلی (۲،۳،۴) ۶۳ء
—	مکتبہ شاہراہ کی مطبوعات صبح دہلی (۲،۳،۴) ۶۳ء
افسر صدیقی امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ ـــ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست (۳) قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۷
افسر صدیقی امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ ـــ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۹-۱۰
قیصر ابن حسن اور زاہدہ خاتون	نئے خزانے ۔ اکتوبر ۶۲ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کی وضاحتی فہرست قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۷
قیصر ابن حسن اور زاہدہ خاتون	نئے خزانے ۔ نومبر ۶۲ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کی وضاحتی فہرست قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۹-۱۰
احمد شبلی	قرونِ وسطیٰ میں اسلامی کتب خانے ترجمہ محمد حسین زبیری ثقافت لاہور مارچ ۶۳ء
انیس خورشید	مشرقی پاکستان کے کتب خانے ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء
غلام ربانی	سالار جنگ میوزیم میں لکڑی کا کام ملاپ حیدرآباد دکن ۱۰ مارچ ۶۳ء
وحید قیصر ندوی	مسلمان اور بنگالی صحافت ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء
وحید قیصر ندوی	مشرقی پاکستان کی اردو صحافت نقوش لاہور شمارہ ۹۷

فلسفہ ـــ جمالیات ـ فراست الید اور نفسیات

مصنف	عنوان
حفیظ خاتون اسعدی	جمالیات اور اس کی بحث فکر و خیال کراچی مارچ ۶۳ء
عزیز الرحمٰن	ہاتھ ہدایت کرتے ہیں (پامسٹری) اقدام لاہور ۳ مارچ ۶۳ء
میر بشیر	زندگی کی لکیر ـــ صحیح عمر کے لئے متعین

	کی جاتی ہے (پامسٹری)
	نوائے وقت لاہور ۳ مارچ ۶۳ء
میر بشیر	عمر کے غلط تعین کے نقصانات (پامسٹری)
	نوائے وقت لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء
میر بشیر	زہرہ کا ابھار اور چھوٹے نشانات (پامسٹری)
	نوائے وقت لاہور ۱۷ مارچ ۶۳ء
میر بشیر	شاخوں کے رخ اور روش کا مفہوم (پامسٹری)
	نوائے وقت لاہور ۳۱ مارچ ۶۳ء
رعنا، محمد عارف	افہام و تفہیم - چند نفسیاتی اصول
	قندیل لاہور ۳ مارچ ۶۳ء
—	آپ کے خواب اور ان کی تعبیر
	نوائے وقت لاہور ۳ مارچ ۶۳ء
(آنسہ) یونس	بچے کی عادت
	امروز لاہور ۱۴، ۲۱، ۲۸ مارچ ۶۳ء
سعید سہروردی	بچے جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔
	رہنمائے تعلیم دہلی مارچ ۶۳ء
تاجور سامری	عمل اور مصلحت پسندی
	جوہر بھارت دہلی مارچ ۶۳ء
فضل کریم	کند ذہنی اور اس کا علاج
	قندیل لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء

مذہب

محمد تقی امینی	لامذہبی دور کا علمی (تاریخی پس منظر)
	برہان دہلی مارچ ۶۳ء
ابو الاعلیٰ مودودی	آپ عبادت کیوں کریں
	جنگ کراچی ۱۸ مارچ ۶۳ء

اسلام

فرخ اصفہانی	سائنس گواہ ہے کہ اسلام کی ہر بات صحیح ہے
	انجام کراچی یکم مارچ ۶۳ء
محمد جعفر پھلواروی	اسلام اور فطرت (مسلسل)
	ثقافت لاہور مارچ ۶۳ء
محمود فاروقی	اسلامی جمہوریہ کے بنیادی اصول
	حریت کراچی ۲۴ مارچ ۶۳ء
محمود شلتوت	اسلام میں دفاع کی اہمیت تلخیص و ترجمہ ظہور احمد اظہر
	امروز لاہور یکم مارچ ۶۳ء
حبیب احمد	جماعت اسلامی کا رخ کردار ماضی اور حال کے آئینے میں
	امروز لاہور ۳، ۱۰ مارچ ۶۳ء
—	دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ (ہری پور ہزارہ)
	نوائے وقت لاہور ۷ مارچ ۶۳ء
سلیم خارنگی	کشمیر میں اشاعت اسلام
	امروز لاہور ۲۲، ۲۹ مارچ ۶۳ء
شریف احمد امینی	ہندوستان پر اسلام کا اثر
	الفرقان ربوہ مارچ ۶۳ء
نواب علی	تاریخ صحف سماوی تیسرا ایڈیشن
	جنگ کراچی ۱۵ مارچ ۶۳ء
حکیم اختر	افکار افغانی (سید جمال الدین افغانی) کا عالم اسلام پر اثر
	قندیل لاہور ۵ مارچ ۶۳ء

قرآن اور حدیث

ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن (سورۂ یٰسٓ)
ترجمان القرآن لاہور مارچ ۶۳ء

ریاض الرحمٰن شروانی — باقیات ترجمان القرآن
صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۶۳ء

محمد شفیع — معارف القرآن (سورہ انعام آیات ۱۲۶ — ۱۳۳)
شہاب لاہور ۱۰، ۱۷، ۳۱ مارچ ۶۳ء

ہاشمی فرید آبادی — علم حدیث تاریخی نظر سے
صدق جدید لکھنؤ ۲۹ مارچ ۶۳ء
شہاب لاہور ۳۱ مارچ ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — معارف الحدیث
شہاب لاہور ۱۰، ۱۷، ۳۱ مارچ ۶۳ء

فقہ اسلامی اور علم الکلام

محمد تقی امینی — مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر
صدق جدید لکھنؤ ۲۹ مارچ ۶۳ء

ادیب، اویس احمد — اسلام کا معاشی نظام — دولت زکوٰۃ اور فطرے کی معیشت
حریت کراچی ۲۳ مارچ ۶۳ء

بلال زبیری — تاریخ کعبہ اور تعمیر کعبہ
امروز لاہور ۱۵ مارچ ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — غلاف کعبہ کی تاریخ
اقدام لاہور ۲۴ مارچ ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — غلاف کعبہ اس کی شرعی حیثیت اور اس کی تاریخ
ترجمان القرآن لاہور مارچ ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — غلاف کعبہ اور اس کی شرعی حیثیت
شہاب لاہور ۲۴ مارچ ۶۳ء

ابویحییٰ — مملکتی سود یعنی مملکت کا عوام اور عوام کا مملکت سے
امروز لاہور ۲۳ مارچ ۶۳ء

کوثر زیدی — اسلامی معاشرہ میں عورت کی حیثیت
امروز لاہور ۷ مارچ ۶۳ء

امیر عالم — ملائکہ کی اہمیت اور شیطان کا منصب
لاہور لاہور ۴ مارچ ۶۳ء

عبدالحمید صدیقی — نبوت کی ضرورت (۷)
ترجمان القرآن لاہور مارچ ۶۳ء

تصوف

اعجاز الحق قدوسی — بنگال میں اسلامی تصوف کی تاریخ
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

خصلت حسین صابری — اودھ میں خانوادۂ چشتیہ کا نشوونما
العلم کراچی جنوری تا مارچ ۶۳ء

سید شمیم احمد — بنگال میں صوفیائے کرام کی سرگرمیاں
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

عابد داناپوری — مشرقی پاکستان اور صوفیائے کرام
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

تاریخ اسلام

محمد مستقیم — جنگ بدر
الفرقان ربوہ مارچ ۶۳ء

حبیب اشعر — ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

	نصرت لاہور مارچ ؁ء	
فارقی خورشید احمد	حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط (۷)	
	برہان دہلی مارچ ؁ء	
احمد علی	حضرت عبداللہ بن عباسؓ ترجمہ و ترتیب	
	محمد حسام الدین شریفی	
	کردار نو عارف والہ مارچ ؁ء	

سماجیات

سلیم اللہ فہمی	دیہاتی زندگی	
	ساقی کراچی سالنامہ ؁ء	
سلیم اللہ فہمی	تمدن (مشرقی پاکستان)	
	ساقی کراچی سالنامہ ؁ء	
ابوالاعلیٰ مودودی	ہماری ذہنی غلامی اور اس کے اسباب	
	جنگ کراچی ۴ مارچ ؁ء	
نعیم اکرم شاہ	سندھ میں مساجد کی قومی خدمات	
	استقلال لاہور مارچ ؁ء	

سیاسیات اور معاشیات

سیف الاسلام	یہ جمہوریت ہے یا آمریت	
	کردار نو عارف والہ مارچ ؁ء	
شیرور، آل محمد	ہندستانی قومیت اور مسلمان	
	جامعہ دہلی مارچ ؁ء	
اکرم طاہر	قومی معاشرتی ترقی اور عوام — ایک تاریخی جائزہ	
	امروز لاہور ۲۲ مارچ ؁ء	
اکرام طاہر	تقسیم دولت اور پاکستانی عوام نظریۂ پاکستان کے آئینے میں	

	نوائے وقت لاہور ۲۲ مارچ ؁ء	
ابوالاعلیٰ مودودی	دستور پاکستان کی آئینی، اخلاقی، اسلامی اور جمہوری حیثیت	
	ترجمان القرآن لاہور مارچ ؁ء	

انتظام سلطنت اور سماجی بہبود

امیر بیگ مرزا	پولیس کانسٹبل اور مجرم	
	امروز لاہور ۳، ۱۰ مارچ ؁ء	
عاشق حسین بٹالوی	یوتھ کلب لندن	
	قندیل لاہور ۷ مارچ ؁ء	
احسان اللہ، ایم۔اے	پوسٹل لائف انشورنس	
	امروز لاہور ۱۱ مارچ ؁ء	
انور، ایم۔ایم	زندگی کا بیمہ، کیوں اور کیسے؟	
	امروز لاہور ۱۷ مارچ ؁ء	
ایوب جاوید	زندگی کا بیمہ کیوں کرایا جائے	
	امروز لاہور ۱۷ مارچ ؁ء	
جمیل زبیری	بیمہ کے فروغ کے لئے نئے قانون کی ضرورت	
	امروز لاہور ۱۷ مارچ ؁ء	
ظہیر احمد بٹھ	بیمہ خریدنے کا قرینہ	
	امروز لاہور ۱۷ مارچ ؁ء	

تعلیمات

حامد حسین صدیقی	اسکول اور معاشرہ	
	فکر و خیال کراچی مارچ ؁ء	
شریف، ایم۔ایم	تعلیم اور کردار سازی	
	ثقافت لاہور مارچ ؁ء	
عبداللہ	ہمارے موجودہ تعلیمی مسائل	

فکر وخیال کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

قیصر حسین خاں بختیاری تعلیم اور سائنس
انجام کراچی ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عبداللہ علی بخش قادری مولانا آزاد کے تعلیمی نظریئے
جامعہ دہلی مارچ ۱۹۶۳ء

ابو یحییٰ امام خاں تعلیم میں پنجابی نصاب کی مشکلات
امروز لاہور ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

رسم ورواج

رحمان، اے وادیٔ سندھ کی قدیم رسمیں
نصرت لاہور مارچ ۱۹۶۳ء

—— ستی کی رسم
انجام کراچی ۶ مارچ ۱۹۶۳ء

نورجہاں بیگم عورت شاہراہ حیات پر (۲)
امروز لاہور ۷ مارچ ۱۹۶۳ء

بیس، ڈیوڈ عورت کی نظر میں مثالی شوہر کی سات خوبیاں
رہنمائے تعلیم دہلی مارچ ۱۹۶۳ء

سعد منیر مشرقی پاکستان کی لوک کہانیاں
ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۳ء

لسانیات — اردو اور بنگالی

رضا ہمدانی زبان
امروز لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

عین الحق فرید کوٹی زبان کے میکانکی پہلو
اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

بشیر احمد قائد اعظم اور اردو
قومی زبان کراچی جلد ۲۲ شمارہ ۵-۶

عبداللہ اردو پنجابی کا مسئلہ
قومی زبان کراچی جلد ۲۲، شمارہ ۵-۶

غلام مصطفیٰ خاں اردو میں قرآنی محاورات
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

بنسی لال اردو رسم الخط منتظم اور مدلل اور صوت کے اصولوں پر مبنی ہے۔
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

ہارون خان شروانی اردو الفاظ کی رومن املا
اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

حسن پھپھیری، ایم۔ اے تلفظ اور املا کے متعلق تصریحات
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری علمی اصطلاحات کے اردو ترجمے (لسانی اصطلاحات کی روشنی میں)
ماہ نو کراچی مارچ ۱۹۶۳ء
قومی زبان کراچی جلد ۲۲، شمارہ ۵-۶

شوکت سبزواری اشتقاقیات (الفاظ کی اصل اور اشتقاق پر تشریحی حاشیے۔
اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

شہاب مالیر کوٹلوی، لفظ بیت کے معنوں کی تحقیق
مہر محمد خاں شاعر بمبئی مارچ ۱۹۶۳ء

سید قدرت نقوی "میں نے لاہور جانا ہے" ایک لسانی تحقیق
ماہ نو کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

شہید اللہ بنگلا زبان مترجمہ عبدالرحمٰن بیخود در

ساقی کراچی   سالنامہ ۱۹۷۳ء

سائنس

اشتیاق حسین قریشی   طبعی علوم اور ہماری زبان (اقدار سائنٹفک سوسائٹی پاکستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس کا خطبہ صدارت)
سیارہ لاہور   مارچ ۱۹۷۳ء

مریم جمیلہ   اسلام کو جدید سائنس کا چیلنج مترجمہ ایم۔اے۔حجازی
شہاب لاہور   ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء

شبیر احمد خان غوری   ابو عبید الجوزجانی کے رسالے کی تلخیص رسالہ
برہان دہلی   مارچ ۱۹۷۳ء

عبدالرشید   چاند نظر کے قریب میں
اقدام لاہور   ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء

عبدالرشید نعمانی   کیا حساب تقویم کی رو سے سنہ ہجری کے دن اور تاریخ کا تعین ہو سکتا ہے؟
معارف اعظم گڑھ   مارچ ۱۹۷۳ء

سلیم شوالوی   ایٹم بم۔ انسان کی کامیابی یا شکست
قندیل لاہور   ۳۱ مارچ ۱۹۷۳ء

عابد داناپوری   مشرقی پاکستان کے نیم وحشی قبائل
ساقی کراچی   سالنامہ ۱۹۷۳ء

وحید قیصر ندوی   مشرقی پاکستان کے چند مشہور قبائل
ساقی کراچی   سالنامہ ۱۹۷۳ء

پاکستان۔ انجمن ترقی اردو   علمی اصطلاحات۔ حیاتیات (۴)
قومی زبان کراچی   جلد ۴۵ شمارہ ۸

پاکستان، انجمن ترقی اردو   علمی اصطلاحات — حیاتیات (۵)
قومی زبان کراچی جلد ۴۵، شمارہ ۸

علوم مفیدہ

صوفی، ایم۔اے   دانتوں کی صفائی
استقلال لاہور   مارچ ۱۹۷۳ء

—   نرسنگ ایک معزز پیشہ
ہمدرد صحت کراچی   مارچ ۱۹۷۳ء

—   سرطان تشخیص اور علاج
نوائے وقت لاہور   ۱۰ مارچ ۱۹۷۳ء

عارف شاہ گیلانی   تربیلا ڈیم پروجیکٹ
جنگ کراچی   ۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء

قاضی، اے۔آر   گدو بیراج ایک عظیم منصوبہ
انجام کراچی   ۲ مارچ ۱۹۷۳ء
جنگ کراچی   ۴ مارچ ۱۹۷۳ء

خالد مسعود احمد صدیقی   مغربی پاکستان کے مویشی
استقلال لاہور   مارچ ۱۹۷۳ء

اختر حسن   اردو مختصر نویسی کی تاریخ
اردو نامہ کراچی   جنوری تا مارچ ۱۹۷۳ء

وحید قیصر ندوی   پٹسن اور اس کی مصنوعات
ساقی کراچی   سالنامہ ۱۹۷۳ء

فنون لطیفہ۔ تعمیرات، دستکاری، مصوری، موسیقی ورقص اور تفریحات

عبداللہ چغتائی، محمد   مسجد نبوی (تعمیرات کی مقدس ابتدا)
ماہ نو کراچی   مارچ ۱۹۷۳ء

میکش، اکبرآبادی　تاج محل اور اس کے معمار　　انجام کراچی　۲۴ مارچ ۶۳ء
آج کل دہلی　مارچ ۶۳ء　　میکش، عظمت حسین خاں استاد ولایت حسین خاں
سلیم اللہ فہمی　پرانا قلعہ ۔ ڈھاکہ　　آج کل دہلی　مارچ ۶۳ء
ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء　　عابد دانا پوری　مشرقی پاکستان کے گیت
سلیم اللہ فہمی　ڈھاکہ کی پرانی مسجدیں　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۲ء
ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء　　امجد علی　مشرقی پاکستان کے لوک گیت
اقبال احمد　قلات کی دست کاریاں　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء
عصمت کراچی　مارچ ۶۳ء　　کلیم اللہ　مشرقی پاکستان کے لوک گیت
براؤن پرسی　اجنتا کی نقاشی مترجمہ مبارز الدین رفعت　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء
الشجاع کراچی　مارچ ۶۳ء　　وحید قیصر ندوی　مشرقی پاکستان کے لوک سنگیت
محمود فاروقی　گدھے کی کٹی ہوئی دم (تجریدی　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء
آرٹ)　　وقار انبالوی　رقص اور موسیقی
سیارہ لاہور　مارچ ۶۳ء　　امروز لاہور　۳ مارچ ۶۳ء
انور سجاد　پاکستان میں جدید مصوری　　فضل الرحمٰن خاں　کلاسیکی رقص پاکستان میں
ادب لطیف لاہور　سالنامہ ۶۳ء　　ادب لطیف لاہور　سالنامہ ۶۳ء
سید محسن ہاشمی　اقبال جعفری ـــ لندن میں ایک　　کمال الدین احمد　سبی کا میلہ
پاکستانی مصور　　جنگ کراچی　۵ مارچ ۶۳ء
نیرنگ خیال لاہور　مارچ ۶۳ء　　عاشق حسین بٹالوی　بی - بی - سی
جلال الدین احمد　زین العابدین (مصور)　　قندیل لاہور　۳ مارچ ۶۳ء
ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء　　عابد دانا پوری　کھیدا (مشرقی پاکستان میں ہاتھی کا شکار)
سلیم اللہ فہمی　موسیقی　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۱ء
ساقی کراچی　سالنامہ ۶۳ء　　سلیم اللہ فہمی　کھیدا (جنگلی ہاتھی پکڑنے کا طریقہ)
منیر احمد شیخ　موسیقی کا المیہ　　ساقی کراچی　سالنامہ ۶۲ء
ادب لطیف لاہور　سالنامہ ۶۳ء　　

ادب ـــ عام مسائل

ـــــ　موسیقی کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ　　بقا، محمد شریف　خیال کی اہمیت اور اس کی کرشمہ سازیاں

اقدام لاہور ۱۷، ۲۴ مارچ ۶۳ء

اشٹرانگ ایل۔اے۔جی ادب کی اہمیت مترجمہ عبدالجلیل
اقدام لاہور ۳۱ مارچ ۶۳ء

سلیم احمد ادب اور شعور
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

شمس الرحمٰن فاروقی فلسفہ ادب پر چند بنیادی سوالات
صبا حیدرآباد دکن فروری ۶۳ء

عندلیب شادانی ادبی ذوق کی تربیت
نقش کراچی مارچ ۶۳ء

احتشام حسین ادبی تنقید کی ضرورت پر چند مقالات
ادب لطیف لاہور سالنامہ ۶۳ء

عبدالواحد ابوظفر آرٹ اور آداب تنقید
خاتون دکن حیدرآباد دکن مارچ ۶۳ء

محمد یٰسین ادیب اور آزادی
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ مارچ ۶۳ء

مصباح الحق قدیم و جدید نظریات
فکر و خیال کراچی مارچ ۶۳ء

جوہر نظامی نظم و نثر کی تاریخی اور تنقیدی حیثیت
برہان دہلی مارچ ۶۳ء

عروج، عبدالرؤف شاعری ــــ سماجی ترکہ
اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۶۳ء

ابواللیث صدیقی سخن فہمی اور سخن شناسی
ماہ نو کراچی مارچ ۶۳ء

ممتاز حسین جدید شاعری کے جمالیاتی اصول
ادب لطیف لاہور سالنامہ ۶۳ء

اطہر پرویز ڈرامے کا فن
نقوش لاہور شمارہ ۹۷

رشید احمد صدیقی اور کچھ پیروڈی کے بارے میں
دیگر حضرات نگار رامپور مارچ ۶۳ء

نذیر احمد تحقیق و تصحیح متن کے مسائل
نقوش لاہور شمارہ ۹۷

اردو ادب ــــ رسائل

معراج دھولپوری ماہنامہ آئینۂ سخن (ایک رسالہ جس کا
پہلا شمارہ ستمبر ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا)
ہماری زبان ۱۵ مارچ ۶۳ء

اکبر الدین صدیقی بابائے اردو کا رسالہ افسر
قومی زبان کراچی جلد ۲۷ شمارہ ۵، ۶

وحید قیصر ندوی مشرقی پاکستان کا سب سے پہلا اردو جریدہ
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

اردو ادب ــــ تاریخ و تنقید

سفیر فیروز اردو کی تعمیر میں یورپین مصنفین کا حصہ
شاعر بمبئی مارچ ۶۳ء

اظہر قادری مشرقی پاکستان میں اردو
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

مظفر علی سید ترقی پسند ادب اور شعور ماضی
ادب لطیف لاہور سالنامہ ۶۳ء

محمد اجمل اردو ادب اور انحطاط
ادب لطیف لاہور سالنامہ ۶۳ء

رفعت شہاب رخ ہوا کا (ایک ادبی جائزہ)
ماہ نو کراچی مارچ ۶۳ء

سخی احمد ہاشمی سندیلوی — وفا راشدی اور ان کی ادبی خدمات
جامِ نو کراچی — مارچ ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — دو جبلتوں کی جنگ میں کلیہ بازی (ادب)
نیا دور کراچی — شمارہ ۲۹، ۳۰

ناصر کاظمی اور دیگر حضرات — میرا مسئلہ کیا ہے؟ (ادب کے مسائل پر مختلف ادبا کا اظہار خیال)
ادب لطیف لاہور — سالنامہ ۱۹۶۳ء

نظیر صدیقی — رشید احمد صدیقی — بحیثیت ناقد
تحریک دہلی — مارچ ۱۹۶۳ء

اردو ادب — شعر و شاعری — مشاعرے

خاور کاشمیری — ایک یادگار محفل مشاعرہ (زیر اہتمام انجمن تہذیب و ادب لاہور)
شہاب لاہور — ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

رمضانی — بزمِ شعر و سخن (۹ مارچ ۱۹۶۳ء کے ایک مشاعرے کی روداد جو پی۔ ایم۔ اے ہال گارڈن روڈ میں منعقد ہوا)
انجام کراچی — ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

رمضانی — (یوم پاکستان کے موقع پر) ملتان کا پاک و ہند مشاعرہ (روداد)
انجام کراچی — ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء

— — سبّی دربار کا مشاعرہ (منعقدہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء)
لاہور لاہور — ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء

— — شمع تاثیر کا طرحی مشاعرہ (منعقدہ لاہور)
امروز لاہور — ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

اردو ادب — شعر و شاعری — تاریخ و تنقید

نسیم، ا۔ د — دہلی (بارہویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول (مسلسل)
اورینٹل کالج میگزین — فروری ۱۹۶۳ء

شکیل، مصباح الدین — دبستان دہلی کے اہم رجحانات
سب رس حیدرآباد دکن — مارچ ۱۹۶۳ء

حسین احمد — اردو شاعری مشرقی پاکستان میں
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

سلیم اللہ فہمی — مشرقی پاکستان میں اردو شاعری کے تیرہ سال ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۰ء تک
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

خالدہ یوسف — تذکرۂ بے نظیر (عبدالوہاب افتخار کے تذکرے کا تاریخی نام ہے)
صبا حیدرآباد دکن — مارچ ۱۹۶۳ء

شاہد صدیقی — نئی غزل
خاتون دکن حیدرآباد (دکن) — مارچ ۱۹۶۳ء

ریاست علی چودھری — اردو قصیدہ — ایک جائزہ
قندیل لاہور — ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — شرف الحسینی شرف اور ان کی شاعری
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

عبدالمجید سندھی — بیدل کی اردو شاعری
اردو نامہ کراچی — جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

علی عباس — اظفری گورگانی اور ان کا ریختہ کلام
اورینٹل کالج میگزین لاہور — فروری ۱۹۶۳ء

غلام حسین ذوالفقار — شاہ حاتم اور ان کا کلام

اورینٹل کالج میگزین لاہور — فروری ۱۹۶۹ء

محمود الٰہی — کلام مظہر جانجاناں کی گم شدہ بیاض

ہماری زبان علی گڑھ — ۸ مارچ ۱۹۶۹ء

انیس الدین انصاری — میر سجاد اکبر آبادی (شاگرد شاہ مبارک آبرو)

نیا دور کراچی — شمارہ ۴۹، ۵۰

ریاض فاطمہ جعفری — خدائے سخن میر تقی میر

جنگ کراچی — ۲۷ مارچ ۱۹۶۹ء

گیان چند — میر کی عشقیہ شاعری

ماہِ نو کراچی — مارچ ۱۹۶۹ء

تنویر احمد علوی — میر کی مثنویوں کا تہذیبی پس منظر

نقوش لاہور — شمارہ ۹۷

عبداللہ — میر کا احساس شہرت

ادبِ لطیف لاہور — سالنامہ ۱۹۶۹ء

امجد کندیانی — میر کا ایک شعر

اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں
مشکل ہے بنی آن کے صاحب نظروں کو

قندیل لاہور — ۱۰ مارچ ۱۹۶۹ء

امجد کندیانی — میر درد کی شاعری میں غم و الم

قندیل لاہور — ۳ مارچ ۱۹۶۹ء

تحسین سروری — میر حسن کی غزل

لاہور لاہور — ۱۸ مارچ ۱۹۶۹ء

عبدالودود — دیوانِ افسر (غلام اشرف ولد غلام رسول)

نگار رامپور — مارچ ۱۹۶۹ء

اکبر علی خاں — غالبیہ — دوسرا باب

نگار رامپور — مارچ ۱۹۶۹ء

شاد عارفی — نوادر یا ترجمہ (غالب کے کلام میں)

آج کل دہلی — مارچ ۱۹۶۹ء

عبداللہ — غالب کی تصویر آفرینی

ماہِ نو کراچی — مارچ ۱۹۶۹ء

مرتضیٰ حسین بلگرامی — مشاہدہ غالب فنی تجزیہ

نصرت لاہور — مارچ ۱۹۶۹ء

مرتضیٰ حسین بلگرامی — غالب اور مرثیہ نگاری

نقوش لاہور — شمارہ ۹۷

امین احمد — ظفر کی معروضی خلاقیت

سب رس حیدرآباد دکن — مارچ ۱۹۶۹ء

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی — منشی جگن ناتھ خوشتر لکھنوی (وفات ۱۸۷۶ء) مصنف رامائن خوشتر

ہماری زبان علی گڑھ — ۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء

خلش، ایم جہانگیر — داغ کی لَو — شعلۂ جذبات

اقدام لاہور — ۳ مارچ ۱۹۶۹ء

محمد عمر مہاجر — حالی اور ریاکاری

فکر و خیال کراچی — مارچ ۱۹۶۹ء

ناز، فضل الحق — حالی اور اردو ادب

اقدام لاہور — ۱۷ مارچ ۱۹۶۹ء

محمد صالح قاضی — آزاد بحیثیت شاعر

کتاب نما دہلی — مارچ ۱۹۶۹ء

عنبر چغتائی — حضرت سحر بھوپالی ۔ (۱۸۵۹ء — ۱۹۱۷ء)

اردو نامہ کراچی — جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء

نادم سیتاپوری	افسر الشعرا آغا شاعر دہلوی الشجاع کراچی مارچ ۶۳ء
کشفی، ابوالخیر	حسرت موہانی کی بعض غزلوں کا ابتدائی متن اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۶۳ء
عبدالودود	شاد کی کہانی شاد کی زبانی صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۶۳ء
محمد صالح قاضی	آزاد (ابوالکلام) بحیثیت شاعر کتابی دنیا کراچی مارچ ۶۳ء
ابن فرید	عکس بتاں (جگر مرادآبادی) نقش کراچی مارچ ۶۳ء
سعادت نظیر	فراق کا جمالیاتی شعور سب رس حیدرآباد (دکن) مارچ ۶۳ء
اظہر، غلام حسین	ابوالاثر حفیظ جالندھری (انٹرویو) ستارہ لاہور مارچ ۶۳ء
عروج زیدی	راز یزدانی مرحوم (۱۹۰۵ء — ۱۹۶۳ء) رامپور کے ایک مشہور شاعر محور دہلی فروری مارچ ۶۳ء
نصرت قریشی	قابل اجمیری شہاب لاہور ۱۷ مارچ ۶۳ء
اشک، بمل کرشن	میں اور میرا فن محور دہلی فروری مارچ ۶۳ء
محمد باقر	مصطفٰے زیدی - اردو کا ایک بیباک نڈر اور طناز شاعر نگار رامپور مارچ ۶۳ء
مخمور جالندھری	رام کرشن مضطر کی زندگی اور شاعری ملاپ حیدرآباد دکن ۲۷ مارچ ۶۳ء
مصلح الدین احمد	وحیدہ نسیم کی شاعری شاعر بمبئی مارچ ۶۳ء
———	محمد علی خاں اثر رامپوری (پیدائش ۱۸۹۲ء) نیا خواب رامپور یکم مارچ ۶۳ء

اردو ادب - داستانیں - ناول اور افسانے

اجمل اجملی	داستانیں اور عوامی زندگی محور دہلی فروری مارچ ۶۳ء
محمود الٰہی	اردو میں جدید طرز کا پہلا قصہ (مولوی کریم الدین کا مرتب کیا ہوا قصہ خط تقدیر جو ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا) ہماری زبان علی گڑھ ۸ مارچ ۶۳ء
کشفی، ابوالخیر	باغ و بہار کا ماخذ - نوطرز مرصع نگار رامپور مارچ ۶۳ء
ادیب، لطیف حسین	سرشار کتابی دنیا کراچی مارچ ۶۳ء
وقار عظیم	سرشار کی ظرافت ادب لطیف لاہور سالنامہ ۶۳ء
ممتاز شیریں	کفارۂ گناہ (عورت کا تصور منٹو کے افسانوں میں) ادب لطیف سالنامہ ۶۳ء
مظفر علی سید	ایک عالم افسانہ نگار (ممتاز شیریں) نصرت لاہور مارچ ۶۳ء
ممتاز شیریں	ماجرہ مسرور کی تیسری منزل

نیا دور کراچی — شمارہ ۲۹، ۳۰

اردو ادب — انشائیہ خطوط اور طنز و مزاح

شاہ علی — شرر کے انشائیوں پر ایک نظر
سات رنگ کراچی — فروری، مارچ ۱۹۶۳ء

نادم سیتاپوری — غالب کے دو اور خطوط
آج کل دہلی — مارچ ۱۹۶۳ء

مناظر احسن گیلانی — مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندویؒ
معارف اعظم گڑھ — مارچ ۱۹۶۳ء

ابو سلمان ہندی — مولانا آزاد کے چند خطوط
جامعہ دہلی — مارچ ۱۹۶۳ء

خالد سعید شیخ — آج کی مزاح نگاری
قندیل لاہور — ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء

اقبالیات

عبد المغنی — اقبال کا فن
نقوش لاہور — شمارہ ۹۷

عبد الفاروق — اقبال کا فلسفۂ خودی
انجام کراچی — ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عشرت اقبال — اقبال کا تصور عقل و عشق
انجام کراچی — ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

نہال، امیر بانو — اقبال کی شاعری کی چند خصوصیات
جنگ کراچی — ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء

رضیہ اکبر — پیام مشرق ایک خوبصورت جسم میں خوبصورت روح
صبا حیدرآباد دکن — فروری ۱۹۶۳ء

منصور علی محمد — علامہ اقبال
انجام کراچی — ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — اقبال اور بنگالی ادیب
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

بابائے اردو

شمسہ کلثوم — مولوی عبد الحق اور اردو ادب
انجام کراچی — ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

عبد الحق — مکاتیب (وحید قیصر ندوی اور محمد حسین رضوی)
نقوش لاہور — شمارہ ۹۷

عبد الحق — بابائے اردو کے اٹھارہ خط (شوکت سبزواری کے نام)
نیا دور کراچی — شمارہ ۲۹، ۳۰

بنگالی ادبیات

عابد دانا پوری — بنگالی شعر و شاعری
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

اشک، احسن احمد — الاوّل (دور متوسطین کا مشہور بنگلہ شاعر)
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — لالن شاہ (بنگلہ کے صوفی شاعر)
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — قاضی نذر الاسلام
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

عابد دانا پوری — قاضی نذر الاسلام ڈرامہ نگار کی حیثیت سے
ساقی کراچی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — (کوی) شہادت حسین

	ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۳ء	
...سرراہ پوری	جسیم الدین — مشرقی پاکستان کا شاعر فطرت	ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۳ء
...فورڈ، ای۔ ایم	جسیم الدین — دیہات کا شاعر	ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۳ء
...ا راشدی	جسیم الدین (شخصیت اور شاعری)	ماہِ نو کراچی مارچ ۱۹۶۳ء
...ید قیصر ندوی	بیگم صوفیہ کمال (بنگلہ شاعرہ)	ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۳ء
...ن محب	میر مشرف حسین - بنگال میں پہلے مسلمان ناول نگار (بنگلہ)	قندیل لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

...سی ادبیات

...رع۔ و	عرفی، حیات و تصنیفات	برہان دہلی مارچ ۱۹۶۳ء
...سارام	غالب کے فارسی قصیدے	نقوش لاہور شمارہ ۹۷
...ن نقوی	مثنوی چراغِ دیر (غالب)	آج کل دہلی مارچ ۱۹۶۳ء
...ل، اینل پرشاد	"بستانِ حکمت" (کاشفی کی شہرہ آفاق تصنیف انوارِ سہیلی کا اردو ترجمہ از فقیر محمد خاں گویا)	اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

...فرق زبانوں کا ادب

داس، پی۔ این	امریکا کا پہلا قومی شاعر — لانگ فیلو	ہندستانی ادب حیدرآباد دکن مارچ ۱۹۶۳ء
اعجاز الحق قدوسی	ترخانی فرمانرواؤں کی شاعری	لاہور لاہور ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء
نیر، سید معراج	وادیٔ مہران کے تاجدار شعرا	استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
کمال، باغ حسین	وٹنگاں — ایک گیت ایک کہانی (دکھنی لوک ادب)	استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
یوسف بخاری	منشی منور خاں دلگیر (دوآبے اور ہریانی زبان کے ایک شاعر)	نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰
مظفر، معز الدین	سلیمان خطیب کی دکھنی شاعری	ملاپ حیدرآباد دکن ۲ مارچ ۱۹۶۳ء
رضا ہمدانی	رحمان بابا اور ان کے معاصر شعرا	امروز لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء
نہال حسین رضوی	لبنان کا لافانی شاعر — خلیل جبران خلیل	جام نو کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

سفرنامے، سیاحت اور جغرافیہ

عباسی، ع۔ ع	۹۱۲ دن میں مشرق و مغرب کا سفر	انجام کراچی ۱، ۴، ۸، ۱۱، ۱۵، ۱۸، ۲۹ مارچ ۱۹۶۳ء
اختر، محمد خالد مترجم	ابنِ جبیر کا سفرنامہ (۹)	نصرت لاہور مارچ ۱۹۶۳ء

عاشق حسین بٹالوی — اسپیکرز کارنر (لندن)
قندیل لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء

آغا محمد رياض الدين — سیر دہلی ۱۸۳۸ء کا لکھا ہوا اردو کا ایک
سفرنامہ مرتبہ مختار الدین احمد
صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۱۹۶۲ء

سلیم ذیال — بغداد کا ماضی و حال مترجمہ محمد جان علوی
چٹان لاہور ۱۸ مارچ ۶۳ء

عابد دانا پوری — مشرقی پاکستان کی داستان
ساقی کراچی سالنامہ ۶۳ء

عابد دانا پوری — ڈھاکہ کی کہانی
انجام کراچی ۴ مارچ ۶۳ء

حمید احمد — برق پوش وادی (مری)
جنگ کراچی ۴ مارچ ۶۳ء

—— — وادیٔ کوہاٹ
انجام کراچی ۴ مارچ ۶۳ء

اللہ بخش راجپوت — جہاں رنگینیاں اگتی ہیں (افسانہ و
افسوں کی سرزمین ہنزہ نگر)
ماہ نو کراچی مارچ ۶۳ء

یٰسین معصوم — بالی — رقص و نغمہ کی حسین سرزمین
الشجاع کراچی مارچ ۶۳ء

سوانح

غلام مرتضیٰ — دبستان المذاہب کا مصنف (میر
ذو الفقار علی الحسینی الاردستانی المتخلص
بہ موبد)
معارف اعظم گڑھ مارچ ۶۳ء

یعقوب امجد — حضرت سید احمد بریلوی
لاہور لاہور ۱۱ مارچ ۶۳ء

محمد شاہ — مصر کے مشہور محقق مفتی عبدہ رح
امروز لاہور ۱۵ مارچ ۶۳ء

عباد اللہ فاروقی — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
امروز لاہور ۱۵ مارچ ۶۳ء

محمد افضل کوٹلوی — شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد سردار احمد
صاحب قدس سرہٗ
امروز لاہور ۸ مارچ ۶۳ء

شاکر مصطفیٰ — درویش درازی (حضرت تحمل سرمست)
استقلال لاہور مارچ ۶۳ء

وحید احمد مسعود — حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا
خاندان اور نسب
العلم کراچی جنوری تا مارچ ۶۳ء

طاہر احمد — نپولین — موت کے بعد
لاہور لاہور ۱۱ مارچ ۶۳ء

آرزو، شہزادہ نعیم — داستانِ قفس (بہادر شاہ ظفر اور
حضرت شاہ زمانی بیگم کے خطوط)
ماہ نو کراچی مارچ ۶۳ء

عاشق حسین بٹالوی — بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ
حریت کراچی ۲۴ مارچ ۶۳ء

ناز انصاری — بہادر شاہ کی عید
پرچم ہند دہلی ۳ مارچ ۶۳ء

امیر حسن نورانی — واجد علی شاہ کے زمانۂ قیام کلکتہ کے
بعض اہم حالات

نگار رامپور　مارچ ۱۹۶۳ء

مصطفےٰ علی بریلوی　غضنفر جنگ نواب محمد خاں بنگش

العلم کراچی　جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

اکرام ملک　قائد اعظم سیالکوٹ میں

نوائے وقت لاہور　۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عبادت بریلوی　اردو کی پہلی ڈائری (ڈائری نواب

کریم خاں جن کو بہادر شاہ ظفر نے ۱۸۳۹ء

میں اپنا سفیر بنا کر لندن بھیجا تھا)

امروز لاہور　۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

ملوت، محی الدین　سر سید رح

امروز لاہور　۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

وارث میر　سر سید احمد خاں — ایک ہمہ گیر اور

قد آور شخصیت

نوائے وقت لاہور　۲۸ مارچ ۱۹۶۳ء

خورشید، عبد السلام　سید جمال الدین افغانی

امروز لاہور　۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

مہر، غلام رسول　سید جمال الدین افغانی

امروز لاہور　۸ مارچ ۱۹۶۳ء

سید بادشاہ حسینی　علامہ افغانی کے دو خط

جنگ کراچی　۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

ریاض الرحمٰن خاں شروانی　امام الہند — ایک جائزہ

جامعہ دہلی　مارچ ۱۹۶۳ء

عبد اللطیف اعظمی　مولانا آزاد اپنے معاصرین کے خطوط

کی روشنی میں

جامعہ دہلی　مارچ ۱۹۶۳ء

مہر، غلام رسول　مولانا آزاد کی شخصیت کی چند جھلکیاں

جامعہ دہلی　مارچ ۱۹۶۳ء

چٹان لاہور　۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

نشتر، عبد الرب　سردار نشتر کی کہانی ان کی اپنی زبانی

جنگ کراچی　۴، ۱۱، ۱۸، ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء

حمید احمد　پاکستان کی اولین خاتون وزیر بیگم محمودہ

سلیم

جنگ کراچی　۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء

محمود الحسن ندوی　عمان کا مجاہد سیاستداں۔ طالب

بن علی

امروز لاہور　۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عبد القوی دریابادی　مراکش کا مرد مجاہد۔ غازی محمد بن

عبد الکریم الخطابی

البلاغ بمبئی　مارچ ۱۹۶۳ء

شہاب لاہور　۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عبد الحق　نواب محسن الملک (مرحوم)

ماہ نو کراچی　مارچ ۱۹۶۳ء

فاخر حسین　ڈاکٹر اشرف

نیا دور کراچی　شمارہ ۲۹-۳۰

محمد عثمان　پروفیسر اشفاق علی خاں

نصرت لاہور　مارچ ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی　جابر بن حیان فن کیمسٹری کا بانی

جنگ کراچی　۸ مارچ ۱۹۶۳ء

سلطان برنی　پکاسو

جنگ کراچی　۵ مارچ ۱۹۶۳ء

—	حاجی محمد شریف — آخری چراغ (ایک پاکستانی مصور)	جنگ کراچی ۵ مارچ ۱۹۶۳ء
—	اُمّ کلثوم (ایک مصری مغنیہ)	حریت کراچی ۴ مارچ ۱۹۶۳ء
رضا علی عابدی	عربی گانے والا مصلح الدین میوزک* ڈائرکٹر	حریت کراچی ۳ مارچ ۱۹۶۳ء
ذوالفقار علی شاہ بخاری	کی سرگزشت	حریت کراچی ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء
فاطمہ عالم علی	آبا (قاضی عبد الغفار مرحوم) کے ساتھ گزرے ہوئے چند لمحے	صبا حیدر آباد دکن مارچ ۱۹۶۳ء
یٰسین علی خاں	سید تمکین کاظمی مرحوم	سب رس حیدر آباد دکن مارچ ۱۹۶۳ء
اشک، اوپندر ناتھ	آئینے کے سامنے (ہندی سے اردو ترجمہ از اشفاق لاہور)	نصرت لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
ضیاء الدین اصلاحی	ابو عثمان جاحظ	معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء
رشید اختر	مسلمان مورخین	ثقافت لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
تصدق حسین	بیگمات اودھ	چٹان لاہور ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء

تاریخ — ہندوستان

شبیر احمد خاں غوری	اسلامی ہند کے نصف اول میں علوم عقلیہ کا رواج	معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء
حبیب الرحمن ندوی	ملا بدایونی اور منتخب التواریخ	البلاغ بمبئی مارچ ۱۹۶۳ء
عبد الحمید یزدانی	لاہور ریکارڈ آفس کی چند اہم دستاویزات	نقوش لاہور شمارہ ۹۷
احسان الحق فاروقی	ناگور کی تاریخی اہمیت	العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء

تاریخ — پاکستان

پیام شاہجہانپوری	جنگ پلاسی سے مطالبۂ پاکستان تک	امروز لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء
مہر غلام رسول	مذہبی رجحانات پر جنگ آزادی کے اثرات	حریت کراچی ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء
خورشید عبد السلام	علیحدہ اسلامی وطن کا تخیل نہایت اقبال — ابتدا سرسید	نوائے وقت لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء
پیام شاہجہانپوری	تحریک پاکستان کے مختلف مراحل	استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
قائد اعظم	قائد اعظم کا تاریخی خطبہ (مارچ ۱۹۴۰ء)	جنگ کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء
محمد اسلام	تحریک پاکستان کے اسباب	جنگ کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء
امیر الدین	قرارداد پاکستان	

	جنگ کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
...ج محمد حبیب اللہ	۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد
	استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۸ء
—	قرارداد پاکستان — لاہور، ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء
	حریت کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
...امر محمود	۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی داستان
	جنگ کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
...بدالقدیر	تحریک پاکستان سے چودہ اگست ۱۹۴۷ء تک
	امروز لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
...شرت رحمانی	۲۳ مارچ کے ۲۸ سال
	امروز لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
...نید احمد	تحریک آزادی کا ایک مجاہد (میاں بشیر احمد)
	جنگ کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء
بشریٰ یزدانی	ہمارا تہذیبی مستقبل
	استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۸ء
سجاد باقر رضوی	پاکستانی تہذیب کا مسئلہ
	ادب لطیف لاہور سالنامہ ۱۹۶۸ء
وحید قیصر ندوی	مشرقی پاکستان (تاریخ کے آئینے میں)
	ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۸ء

تاریخ — متفرق ممالک

مسعود سید حیدرآبادی	جب ہٹلر نے یورپ کو روند ڈالا
	لاہور لاہور ۱۸، ۲۵ مارچ ۱۹۶۸ء
حبیب حسین	برامکہ کا عروج و زوال
	چٹان لاہور ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵ مارچ ۱۹۶۸ء
ہورکھ، سرہنری	تاریخ مغل مترجمہ عنایت اللہ دہلوی مرتبہ و پیش کردہ محمد اسمٰعیل پانی پتی (مسلسل)
	نقوش کراچی شمارہ ۹۷
غلام احمد کشفی	کشمیر کا تنازعہ — حقائق اور واقعات کی روشنی میں
	حریت کراچی ۳۱ مارچ ۱۹۶۸ء
عبدالحمید غازی	بغداد میں فوجی انقلاب
	لاہور لاہور ۴ مارچ ۱۹۶۸ء
—	ہے پراسرار داستان جمال
	حریت کراچی ۱۰، ۱۴، ۲۴، ۲۶، ۳۱ مارچ ۱۹۶۸ء

مارچ ۱۹۶۸ء میں شائع ہونیوالے رسائل اخبارات میں مندرجہ ذیل کتابوں پر ریویو شائع ہوئے

نصیر الدین ہاشمی	کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات دو جلدیں
	کتاب نما دہلی مارچ ۱۹۶۸ء
—	(ماہنامہ) روحانیات لاہور —— اڈیٹر محمد انور جیلانی
	قندیل لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۶۸ء
ابن فرید	زندگی کا سلیقہ
	کتابی دنیا کراچی مارچ ۱۹۶۸ء
ابن فرید	ہم کیسے رہیں؟

فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

کتابی دنیا کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

عارف فضل احمد — حکمتِ استخارہ

اقدام لاہور ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عطاء اللہ پالوی — شمع فروزاں (مذہبی مضامین)

کتابی دنیا کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

— (پندرہ روزہ) الحسنات رام پور۔

مرتبہ ابو سلیم محمد عبد الحی

فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

— (ہفت روزہ) خدام الدین لاہور۔

شیخ التفسیر نمبر (مولانا احمد علی مرحوم)

قندیل لاہور ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

عبد القادر و محمد ابو الفدا — سرچشمۂ قرآن

معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء

سلیم الدین محمد — تعارف مضامین قرآن

صدق جدید لکھنؤ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

رہبر فاروقی معین الدین — قرآن پاک اور آسمانی پروازیں

سب رس حیدرآباد دکن مارچ ۱۹۶۳ء

نواب علی — تاریخ صحف سماوی

نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

محمد سلیمان منصورپوری — الجمال والکمال (تفسیر سورۂ یوسف)

فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

شاہ رفیع الدین المحدث الدہلوی — تفسیر آیت النور

ترجمان القرآن مارچ ۱۹۶۳ء

صارم، عبد الصمد — تاریخ الحدیث

نوائے وقت لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

محمد عثمان — صدائے حق (بعض اہم مذہبی مسائل و معتقدات کی وضاحت)

نوائے وقت لاہور ۵ مارچ ۱۹۶۳ء

کامل الدین رتوکالوی — ہلال عید (مسئلہ رویت ہلال)

نوائے وقت لاہور ۵ مارچ ۱۹۶۳ء

عصمت اللہ رحمانی — زاد الحرمین

ابو المرتضیٰ — فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

محمد صادق سیالکوٹی — حج مسنون

نوائے وقت لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

محمد علیم جالندھری — عبوری اسلامی قانون

ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۶۳ء

محمد صادق سیالکوٹی — مقام والدین

نوائے وقت لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۶۳ء

عقاد، عباس محمود — اللہ جل جلالہ

امروز لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء

عبد الماجد دریابادی — خطبات ماجدی یا سیرت نبوی قرآنی

کتابی دنیا کراچی مارچ ۱۹۶۳ء

جیسٹر، پوسٹس — شادی اور کامیابی، مترجمہ جاوید شاہین

امروز لاہور ۳ مارچ ۱۹۶۳ء

عابد حسین — گاندھی اور نہرو کی راہ

معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء

گوپی چند نارنگ — اردو تعلیم کے لسانیاتی پہلو

صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۱۹۶۳ء

انجم قزلباش — بلوچوں کے رومان

قندیل لاہور ۱۳ مارچ ۶۳ء

محمد عارف اور محمد صادق — عمدۃ القواعد
قندیل لاہور ۲۴ مارچ ۶۳ء

یوسف حسن، محمد — صنعت اکبر (صنعت کشتہ سازی)
نصرت لاہور مارچ ۶۳ء

صادق حسین مترجم و مؤلف — حصات الکلی والمثانہ
امروز لاہور ۳ مارچ ۶۳ء

— برق و آب لاہور — چیف اڈیٹر حامد جلال (مغربی پاکستان واپڈا کا ترجمان)
اقدام لاہور ۳ مارچ ۶۳ء

عبدالولی خاں (مرتب) — قطب شاہی سکے
صبا حیدر آباد دکن مارچ ۶۳ء

— (ماہنامہ) پرتو پٹنہ — مرتبین واثق نظام پوری اور شمیم احمد استھانوی
کتاب نما دہلی مارچ ۶۳ء

— تشکیل پشاور — ادارہ ابن ذکی اور اقبال نعیم
الشجاع کراچی مارچ ۶۳ء

— (ماہنامہ) جامعہ دہلی — ابوالکلام آزاد نمبر
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ مارچ ۶۳ء

— دوست لاہور — سالنامہ فروری مارچ ۶۳ء اڈیٹران ظفر عامر اور دیگر حضرات
امروز لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء
قندیل لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء

— (ماہنامہ) گل خنداں لاہور — ۱۸۵۷ء نمبر — مدیر اعزازی پیام شاہجہانپوری
ترجمان القرآن لاہور مارچ ۶۳ء

— (پندرہ روزہ) نیا خواب رامپور — ایڈیٹر۔ احمد کاوش
ہماری زبان علی گڑھ ۸ مارچ ۶۳ء

— (ہفت روزہ) طلوع بمبئی — بین الاقوامی سیاست نمبر — میر اصغر علی عابدی
ستیارہ لاہور مارچ ۶۳ء

آغا صادق — بردوش ہوا (ریڈیائی تقریریں)
قندیل لاہور ۱۷ مارچ ۶۳ء

شیفتہ، نواب مصطفےٰ خاں — گلشن بےخار اردو ترجمہ از احسان الحق فاروقی
العلم کراچی جنوری تا مارچ ۶۳ء
فاران کراچی مارچ ۶۳ء

رنگین، سعادت یار خاں — اخبار رنگین مرتبہ معین الحق
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

محشر بدایونی — شاعر نامہ
الشجاع کراچی مارچ ۶۳ء
جنگ کراچی ۱۵ مارچ ۶۳ء
سات رنگ کراچی فروری مارچ ۶۳ء

گوپی چند نارنگ — اردو مثنویاں (ہندوستانی قصوں سے ماخوذ)
صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۶۳ء

خورشید، عبدالسلام — غالب

صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۶۳ء

عارف بٹالوی — لمحاتِ غالب
امروز لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء
صدق جدید لکھنؤ ۸ مارچ ۶۳ء

غالب — نقش چغتائی — دیوان غالب کا مصور ایڈیشن
نصرت لاہور مارچ ۶۳ء

نادر کاکوروی — جذباتِ نادر
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

رفیق مارہروی — جلوۂ احسن (احسن مارہروی)
کتاب نما دہلی مارچ ۶۳ء

اشک، احسن احمد — جاگتے جزیرے
سات رنگ کراچی فروری مارچ ۶۳ء

انجم اعظمی — لہو کے چراغ
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

ثمر، عبدالکریم — شعر و الہام
قندیل لاہور ۱۷ مارچ ۶۳ء
نوائے وقت لاہور ۱۸ مارچ ۶۳ء

حیرت شملوی — آئینۂ حیرت
سیارہ لاہور مارچ ۶۳ء

جعفر شیرازی — ہوا کے رنگ
نصرت لاہور مارچ ۶۳ء

خورشید، عبدالسلام — رگِ جاں
معارف اعظم گڑھ مارچ ۶۳ء

سرشار صدیقی — پتھر کی لکیر

فاران کراچی مارچ ۶۳ء

عدم، عبدالحمید — بربط و جام
قندیل لاہور ۱۷ مارچ ۶۳ء

عزیز حامد مدنی — چشمِ نگراں
نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰

مصطفیٰ زیدی — روشنی
اقدام لاہور ۳ مارچ ۶۳ء

نقش، امیش چندر — انداز
کتاب نما دہلی مارچ ۶۳ء

شکور بیگ — ترانے (مزاحیہ قطعات)
سب رس حیدرآباد دکن مارچ ۶۳ء

امام دین، استاد — بانگ رحیل
امروز لاہور ۱۰ مارچ ۶۳ء

دور آفریدی — نذر وطن
کتاب نما دہلی مارچ ۶۳ء

سروپ سنگھ (مرتب) — بڑھے چلو (ہند چینی تنازعہ پر ہندوستانی شعرا کی نظموں کا مجموعہ)
صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۶۳ء

عشرت کرتپوری — پاک زمین ناپاک قدم
کتاب نما دہلی مارچ ۶۳ء

کرشن چندر — ایک عورت ہزار دیوانے دوسرا ایڈیشن
جنگ کراچی ۱۵ مارچ ۶۳ء

عصمت چغتائی — دو ہاتھ
آج کل دہلی مارچ ۶۳ء

احسان — ابن آدم

	اقدام لاہور ۳ مارچ ۱۹۶۳ء	نان کننگ ۔ یو	اوریانگسی بہتار یا مترجم جلیس عابدی
قدوس رعنائی	نشانِ سحر		آج کل دہلی مارچ ۱۹۶۳ء
	نصرت لاہور مارچ ۱۹۶۳ء	غلام السیدین	آندھی میں چراغ
منکٹ پرشاد	امرجوت		صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۱۹۶۳ء
	آج کل دہلی مارچ ۱۹۶۳ء	احسان محمد خاں	مشرقی اور مغربی تہذیب
خلیق انجم	گل کرسٹ اور اس کا عہد		العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء
	صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۱۹۶۳ء	تسنیم، ممتاز احمد	آزادی کے خاطر (پاکستان سے
رفیعہ سلطانہ	اردو نثر کا آغاز اور ارتقا ۱۹ ویں صدی		متعلق چھوٹے چھوٹے مضامین)
	کے اوایل تک		قندیل لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء
	اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء	محمد ابو زہرہ مولف	امام احمد بن حنبل رحمترجمہ رئیس
سیدہ جعفر	ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کے ارتقا میں		احمد جعفری
	ان کا حصہ		ستیارہ لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
	صبح دہلی (۲، ۳، ۴) ۱۹۶۳ء	اعجاز الحق قدوسی	تذکرۂ صوفیائے پنجاب
انجم رؔ بدایونی	مخاطبات		نیا دور کراچی شمارہ ۲۹، ۳۰
	فاران کراچی مارچ ۱۹۶۳ء	محمد لطیف	اولیائے لاہور
احمد جمال پاشا	اندیشۂ شہر		نوائے وقت لاہور ۵ مارچ ۱۹۶۳ء
	آج کل دہلی مارچ ۱۹۶۳ء	علی احمد عباسی	حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی
کنہیا لال کپور	بال و پر		شہاب لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء
	جنگ کراچی ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء	محمد امین زبیری	تذکرۂ سرسیدؒ
آمنہ صدیقی	افکارِ عبد الحق		امروز لاہور ۳ مارچ ۱۹۶۳ء
	صدیق جدید لکھنؤ ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء	شاہد احمد دہلوی	گنجینۂ گوہر
عبد اللطیف اعظمی	بابائے اردو مولوی عبد الحق مرحوم		جنگ کراچی ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء
	معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء	حامد علی نقوی	تاریخ ناصری الموسوم بہ تذکرۂ آل
اکرام جلیلی مترجم	اخناتون		پاک (تاریخ سادات مالپورہ)
	سیارہ لاہور مارچ ۱۹۶۳ء		آج کل دہلی مارچ ۱۹۶۳ء

سلسلہ نمبر ۹

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ	ایک روپیہ
فرہنگ اصطلاحات فلکیات	ایک روپیہ پچاس پیسہ
اصطلاحات فلکیات	دو روپے پچیس پیسے
وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم	پانچ روپے پچھتر پیسے
اصطلاحات بنکاری	چار روپے پچاس پیسے
اُردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ (بابائے اردو)	پچاس پیسے
اُردو زبان میں علمی اصطلاحات کی تاریخ (انگریزی) از بابائے اردو	پچاس پیسے

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی

epitrochlea بر چرخ
epitorphe نزد گرد
epitympanic بر طبلی
epixylous برخشبی - بر زائیلمی xylem زائیلم
epizoic بر حیوانی phloem فلوئم
epizoon برحیوان
epizootic حیوانی وبائی
epizygal بر یوغ zygo یوغی
eponychium بر ظفره zygote یوغنه
epoophoron بر افران nail ناخن
equal مساوی
equatorial furrow استوائی فجوا
equatorial plate استوائی تختی
equibiradiate متساوی الشعاعین
equicellular مساوی الخلایا
eqilateral متساوی الجوانب
equipotent مسا و القوه
equitant متراکب
equivalve متساوی المصعرین
erect استاده
erectile ناعظ
erectile tissue ناعظ بافت
erection تعصب - لفوظ - استا گی
erector ناصب
ereidesm سہارا بندش

eremochaetous منفرد بالریه دار
eremophyte صحرائی پوده - منفرد نبات
erepsin ایرپسین
erg ارگ
ergaloid مسافد
ergastic کاری
ergastoplasm شاه مایه - کار مایه
ergastoplasmic کار مایئی
ergatandromorph کاری نر شکل
ergatandrous کاری نره
ergataner کاری نانر
ergate کاری
ergategyne کاری نا آنوث
ergatogynous کاری نا آنوثی
ergot ارگٹ
erichthoidins شکسته شکل
erichthus شکسته
eriophyllous صوف برگ wood صوف
erose متا کله
erosion تاکل
erostrate بے منقار - بے نول
ersaeome دردق
erociform سرفه شکل
erumpent منشق
erythrin احمرن - ایر تهرن

erythrism	حمرت
erythreblasts	احمریہ نہوض
erythrocyte	احمریہ ۔ احمر خلیہ
erythrocytolysis	احمریہ پاشیدگی ۔ احمر خلیہ پاشیدگی
erythrophylous	احمر پسند
erythrophore	احمر بردار
erythrophyll	اير تھروفل
erythropsin	اير تھروپسين
erythrozyme	اير تھروزايئم
escape	فراری
escutcheon	ترس
eseptate	بے فاصل
esoteric	دروں خيز
espathate	بے پترا
esquamate	بے فلس
estipulate	بے پتيا
estuarine	مہانے داتے
etaerio	گچھا ۔ خوشہ
etheogenesis	اچھوت نر پيدائش
ethiopian	حبشی
ethmoid	مصفاۃ نما
ethmoidal	مصفاتی
ethmoidal notch	مصفاتی کٹاؤ
ethmolysian	ايتھمو ليسين
ethmopalatine	مصفاتی حنکی
ethmophract	ايتھمو فريکٹ
ethmoturbinals	مصفاتی لربانی
ethmovomerine	مصفاتی قلبی
ethmovomerine cartilage	مصفاتی قلبی غضروف
ethnology	نسليات
ethology	علم الخصائل ۔ خصائليات
etaerio	خوشہ
etiolation	زنگی حالت
etiolin	ايٹيولن
euaster	نجم کامل
eucephalous	کامل
euchromosome	کامل لون جسم
eucone	کامل مخروطيہ
eudipleural	کامل الجانبی
eudoxome	اوڈوکسوم
eugamic	پيدائشی
eugenic	اصلاح نسلی
eugenic	علم اصلاح النسل
euglenoid	يو گلينا نما
eumerism	کامل جزويت
eumerogenesis	ہم جزوی پيدائش
eumitotic	کامل خيطتی
euphotometric	کامل ضياء پيمائی

euplastic کامل تکوینی
eupyrene معمولی تخم ۔ طبعی تخم
euryhaline بسیار گرد بحری
eurypylous کشادہ دھن
eurysome عریض جسم
eusporanglate کامل المنبدہ
eustachian یوسٹیکین
eustachian valve یوسٹیکین مصراع
eustole کامل ستونی
eusternum قص کامل
eustomatous کامل دھن
euthenics علم تہذیب الاخلاق
eutherian یو تھیرین
euthyneurous مستقیم عصبانی
evagination بروز
evanescent زود پژمان
eviscerate ایراز احشا
evolute برنورد involute درنورد
evolution ارتقا
exalate بے جناح
exalbuminous غیرالبومینی
exannulate بے حلقہ
exarch بروں آغازی
exasperate بروں حرشتی
excentric معرف مرکزی

exciple پذیرہ
excitation تحریک
excitatorycells محرک خلیے
excitonutrient محرک غذائی
exconjugant سابق سنجوگی
excreta ابراز
excrete خارج کرنا
excretion اخراج ۔ ابراز
excuerent بروں رو
excurved بروں خمیدہ
excystation بروں انبانی
exendospermous غیردروں تخمی
exflagellation بروں سوطیت
exfoliation برگ ریز ۔ پت جھڑ
exhalant دم برکش
exindusiate بے ڈھکنہ
exine بیرونی زرپوش
exinguinal خارجی آربی ۔ بروں آربی
exites برونیے
exocardiac بدرقلبی
exocarp بروں بار
exoccipital بدرقذالی ۔ بدرو معہ خری
exochorion بروں سلوی
exocoel بروں قمر
exocoelar بروں قمر

exocoelom	برون قعر
exocone	برون مخروطیہ
exocrine	برون افرازی
exoderm	برون جلمہ
exodermis	برون ادمہ
exogamete	برون زواجہ
exogamy	برون زوا جیت
exogastrically	برون شکمی وش
exogastrula	برون شکمینہ
exogenous	برون نمو
exognathion	برون فک ۔ برون شدق
exoperidium	برون تا سورک
exophylaxiis	بیرونی تحرز
exoplasm	برون مایہ
exopodite	برون پا
exoskeletion	بیرونی ڈھانچہ ۔ بیرونی کالبد
exosmasis	برون ولوج
exospore, exosporium	بیرون بذرہ
exostome	دھن بیرون
exotheca	برون صرہ
exostosis	بیرونی تعظم ۔ برون تعظم
exothecal	صرہ بیرون
exothecate	بیرون صرہ دار
exothecium	بیرون صرہ
exotic	اجنبی
exotospore	اجنبی بذرہ
exotropism	محورگریزی
expiration	زفیر
explanation	افسال
expose	منکشف کرنا
exposure	تعدیہ ۔ کشف
exsculptate	برون نقش دار
exscutellate	بے سپرچہ
exserted	بارز
exsertile	قابل بروز
exstipulate	بے پتیا
exsufflation	قسری زفیر
extend	پھیلانا ۔ پسارنا
extensor	باسط
exterior	بیرون
external	خارجی ۔ بیرونی
exteroceptor	بدر محصل
extine	برانیہ ۔ زاہد
extra-axillary	بدر بغلی
extrabranchial	خیشومی
extracapsular	بدر کیسئی
extracellular	بدرعلوی
extracolumella	زاہد ستونچہ
extraembryonic	بدر جنینی
extraenteric	بدر معائی ۔ بد معوی
extrafloral	بدر زہری

مطبوعـــات انجمن ترقی اردو پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

روایت کی اہمیت -

از ڈاکٹر عبادت بریلوی - یہ کتاب اردو ادب کی عظیم روایات کی آئینہ دار ہے - اس میں روایت کی اہمیت ، اردو شاعری میں گل و بلبل کے اشارے ، دلی کا دبستان شاعری - اردو شاعری میں حب الوطنی کی روایت اور اردو تنقید میں روایت اور تجربے کے ایسے پر مغز اور خیال افروز مقالات شامل ہیں جن سے اردو ادب کے تاریخی مد و جزر کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے مختصر الفاظ میں یہ تحقیقاتی اور تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے - قیمت سات روپے پچاس پیسے -

سب رس -

یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے سنہ ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء اس کا سال تصنیف ہے - اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت تلاش اور جست و جو کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے - شروع میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا محققانہ مقدمہ بھی شامل ہے - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

تلخیص الاردو -

انجمن ترقی اردو کے رسالہ اردو کے سی سالہ پرچوں سے بہترین مضامین کا بہترین انتخاب ہے جسے انجمن کی پنجاہ سالہ جوبلی کی یادگار میں مرتب کرکے شائع کیا گیا ہے - یہ کتاب گیارہ مضامین پر مشتمل ہے اور سب کے سب کارآمد اور عمدہ معلومات سے پر ہیں - کتاب کی جان دو مضامین ہیں : (۱) رومی ، نطشے اور اقبال از ڈاکٹر عبدالحکیم (۲) نذیر احمد کی کہانی کچھ اُن کی اور کچھ میری زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو ، اردو روڈ کراچی - ۱

Regd. S. No. 1138

Fortnightly QUOMI ZUBAN Karachi

بابائے اردو کی تصانیف

(شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان)

خطبات عبدالحق

بابائے اردو کے معرکہ آرا خطبات کا مجموعہ جن میں اردو لسانیات اور تاریخ ادب کے بہت سے اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بابائے اردو کے نظریات اور گذشتہ نصف صدی میں اردو تحریک کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ان خطبات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

قیمت چھ روپے پچاس پیسے

سر سید۔ حالات و افکار

اس کتاب میں سر سید کے حالات اور افکار کے بعض پہلوؤں پر نئے انداز سے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کو حالی کی "حیات جاوید" کا ضمیمہ سمجھنا چاہیے۔ قیمت چار روپے۔

نصرتی

ملک الشعرائے بیجا پور ملا نصرتی کے حالات اور کلام کا ایسا مفصل جائزہ کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ بابائے اردو نے اسی برس کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب تالیف کی تھی اس میں نصرتی کی بہت سی نایاب تصانیف پر تفصیلی تبصرہ اور انتخاب شامل ہے۔ قیمت پانچ روپے

اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام

اس کتاب میں بابائے اردو نے یہ بتایا ہے کہ صوفیائے کرام نے اردو زبان کی نشو و نما میں کیا حصہ لیا۔ اس موضوع پر یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ ستاسی پیسے

اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ

بابائے اردو نے اس کتاب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ وضع اصطلاحات کے سلسلے میں کیا کوششیں کی گئیں اور ان میں کہاں تک کامیابی ہوئی نیز اس موضوع پر بحث کی ہے کہ وضع اصطلاحات کے لئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ قیمت پچاس پیسے

قدیم اردو

یہ قدیم اردو شعرا اور مصنفین کے بارے میں گراں قدر تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔ مضامین اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں بعض اہم شعرا کے ایسے حالات اور بعض نادر تصانیف کی ایسی تفصیلات پیش کی گئی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔

قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ

اردو اکیڈمی سندھ

بہادر شاہ مارکیٹ، بندر روڈ کراچی

محمد مصلح الدین سعدی کے زیر اہتمام انجمن پریس سے شائع ہوا

مدیر اعلیٰ:۔ جمیل الدین عالی　　مدیر:۔ مشفق خواجہ

طابع و ناشر:۔ لفٹننٹ کرنل عطاالرحیم

ماہنامہ

قومی زبان

کراچی

اکتوبر۔نومبر ۲۰۱۲ء

انجمن ترقی اردو

مطبوعـــات انجمن ترقی اردو پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

نگ اصطلاحات جغرافیہ ۔

مرتبہ ابرار حسین ۔ ۔ب ۔ادری ا۔م ۔ اے لیکچرار جغرافیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ اس سے قبل ا۔من ۔۔می مصطلحات کے سلسلے میں تین جلدیں یعنی فرھنگ اصطلاحات کیمیا ، اصطلاحات طبیعیات اور اصطلاحات تاریخ و معاشیات و جغرافیہ سائع ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اس سلسلے کی چوتھی جلد ھے۔ قیمت ایک روپیہ ۔

نگ اصطلاحات ملکیات ۔

یہ علمی اصطلاحات کی پانچویں جلد ہے ۔ ان فرھنگوں میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل آردو مترادف دئے گئے ھیں ۔ اصطلاحات کے جمع کرنے میں بڑی تحقیق اور محنت سے کام لیا گیا ھے ۔ ۔۔۔ ایک روپیہ پچاس پیسے ۔

طلاحات کیمیا ۔

فن کیمیا (کیمسٹری) کی انگریزی اصطلاحات کے بالمقابل اردو اصطلاحات انجمن نے ماھرین فن کی ایک جماعت سے تیار کرائی ھیں حتی الامکان آردو اصطلاحات کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ھے۔ صفحات کتاب ۱۲۰ دیباچہ کے علاوہ ۔ قیمت غیر مجلد دو روپے پچیس پیسے مجلد تین روپے ۔

م اصطلاحات ۔

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز و عالم مولوی وحید الدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ھے۔ یہ بالکل نیا موضوع ھے ۔ اس میں اصطلاحات کے ھر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ھے ۔ اور اس کے اصول قائم کئے گئے ھیں۔ دوسرا ایڈیشن ۔ قیمت پانچ روپے پچھتر پیسے ۔

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو ، اردو روڈ کراچی - ۱

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۴ شمارہ ۷-۸

اکتوبر- نومبر ۱۹۶۳ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی

فہرست

جناب اختر حسین (صدر انجمن)

حرفے چند

انجمن ترقی اُردو کی نئی منتظمہ نے مئی ۱۹۶۲ء میں انجمن کی نگرانی اپنے ذمہ لی تھی - اس وقت جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہو گا انجمن کا سارا علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام معطل تھا - کتب خانہ خاص بند تھا اور انجمن کا اردو کالج پانچ لاکھ روپیہ کا مقروض تھا - خدا کے فضل سے صدر پاکستان اور گورنر مغربی پاکستان کی توجہات خاص کی بدولت اس وقت کالج کا قرضہ ادا ہو چکا ہے اور انجمن باقاعدگی کے ساتھ اپنے مفید علمی کام میں مصروف ہو گئی ہے -

ہمارا موجودہ مسئلہ یہ ہے کہ اردو کالج کو کل پاکستان سطح پر ایک اقامتی ادارہ بنانا چاہتے ہیں - آپ کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہو گی کہ اس غرض کے لئے کے - ڈی - اے نے اپنی اسکیم نمبر ۲۴ میں یونیورسٹی روڈ پر ہمیں ۲۴ ایکڑ زمین الاٹ کر دی ہے - امید ہے کہ ان عمارات کا سنگ بنیاد جلد ہی صدر پاکستان کے مبارک ہاتھوں نصب کرایا جا سکے گا -

انجمن کا کتب خانہ خاص جس میں تحقیق کے طلبہ، اور علم و ادب کے شائقین کے لئے نوادرات کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے دوبارہ کھل گیا ہے اور اس سے ملکی کے علاوہ غیر ملکی محققین بھی استفادہ کرتے ہیں - اردو کے بعض نسخے دنیا میں صرف اسی کتب خانے میں موجود ہیں - جملہ تعداد کتب تقریباً بائیس ہزار ہے جس میں سے بیشتر کی حالت نہایت خستہ اور بوسیدہ تھی مگر نیشنل بینک آف پاکستان کے خاص عطیہ سے ایسی تمام کتابوں کی باقاعدہ جلد سازی کرائی جا رہی ہے - تقریباً ایک ہزار بیش قیمت نسخے جو تحقیق کے طلبہ کے لئے کار آمد ہو سکتے ہیں فی الحال ان کی تشریحی فہرست محققین کے علم و اطلاع کے لئے انجمن کے رسالہ "قومی زبان" میں مسلسل شائع کی جا رہی ہے -

ہماری انگریزی - اردو ڈکشنریاں جو تقسیم سے قبل مختلف علما و فضلا کے اشتراک اور صرف زر کثیر کے بعد شائع کی گئی تھیں - انہیں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے - ان میں سے ایک یعنی اسٹوڈنٹس ڈکشنری کی چھپائی کا کام انجمن پریس

میں ہو رہا ہے اور اس کی قیمت سولہ روپیہ سے .... گھٹا کر پندرہ روپیہ کر دی گئی ہے ۔ مگر دوسری یعنی اسٹنڈرڈ ڈکشنری پر نظر ثانی ہو رہی ہے ۔ اس کے لئے ہم نے خاص امپورٹ لائسنس حاصل کرکے بائبل پیپر منگوایا ہے جس کی ایک کھیپ کراچی پہونچ گئی ہے ۔ افسوس ہے کہ اس اثنا میں دہلی کے ایک پبلشر آر ۔ کے دتا نے ہماری یہ دونوں ڈکشنریاں غیر قانونی طور پر شائع کر دیں ۔ یہ ڈکشنریاں انجمن دس سال میں جس پر ہندوستان کے پبلشر نے ڈاکہ ڈالا ہے ۔

کچھ سال پہلے انجمن نے اپنی مشہور قاموس الکتب کی پہلی جلد مذہبیات کی کتابوں کے متعلق شائع کی تھی ۔ اب ہم قاموس کی دوسری جلد تاریخ کے موضوع پر تیار کر رہے ہیں اس وقت تک ساڑھے پانچ ہزار کتابوں کے بارے میں نوٹ لکھے جا چکے ہیں ۔ تقریباً اتنی ہی کتابوں پر ابھی کام باقی ہے ۔ ہمارا اندازہ ہے کہ متفرق موضوعات پر قاموس کی جملہ چھ جلدیں شائع کرنی ہوں گی ۔

انجمن حسب معمول اردو کے فضلا کے نتائج تحقیق کو کتابی صورت میں شائع کر رہی ہے ۔ ہم نے پاکستانی یونیورسٹیوں سے اردو میں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے والے طلبہ کے مقالات بھی اشاعت کے لئے حاصل کر لئے ہیں ۔

پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں سے ہر سال ایم ۔ اے کے امتحان اردو میں اول بدرجہ اول کامیاب ہونے والے طلبہ کو انجمن نے ایک "تمغہ بابائے اردو" مع نقد رقم مبلغ پانچ سو روپے عطا کرنا شروع کیا ہے ۔ اب تک یہ رقم تین طلبہ کو دی جا چکی ہے

ہمارا رسالہ "قومی زبان" پہلے کم و بیش اردو کے بارے میں صرف خبریں شائع کرتا تھا ۔ اب اس کی ہیئت ہی بدل دی گئی ہے ۔ اس کی ظاہری صورت دلکش بنا دی ہے اور انجمن کے کتب خانہ خاص کے نوادرات کی تشریحی فہرست چھاپنے کے علاوہ جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس رسالہ میں پاکستان و ہندوستان میں ہر ماہ میں شائع شدہ جملہ مضامین کے عنوانات کی فہرست بھی شائع کی جاتی ہے ۔ ایک سلسلہ "اردو کے سپاہی" کا شروع کیا گیا ہے جس کے ذیل میں مشہور اور نمایاں خدمت گزاران اردو کے مفصل سوانح اور کارناموں کی تفصیل شامل ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ انجمن میں مختلف سائنسی موضوعات پر تقریباً اسی ہزار اصطلاحات کا ترجمہ موجود ہے ۔ "قومی زبان" کی ہر اشاعت میں ان اصطلاحات کو عام دوست حضرات کے غور و فکر و تبصرہ کی غرض سے جستہ جستہ شائع کیا جاتا ہے ۔

انجمن کا ادبی و تحقیقی رسالہ "اردو" بند ہو گیا تھا ۔ اسے دوبارہ جاری کیا گیا ہے ۔

اردو کی ایک نایاب قدیم کتاب مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" جس کا جہاں تک معلوم ہو سکا ہے دنیا میں صرف ایک نسخہ ہے جو انجمن کے پاس ہے ۔ یہ دکنی اردو کی نویں صدی ہجری کی تصنیف ہے ۔ انجمن نے فوٹو بلاک کے ذریعہ اس کی اشاعت کا انتظام کیا ہے ۔ حکومت پاکستان نے اس کتاب میں شامل کرنے کی غرض سے اپنا

خاص پیام عنایت کیا ہے۔

موجودہ مالی سال میں ہمارا تحقیقی اور اشاعتی منصوبہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم بیس (۲۰) اعلیٰ درجہ کی علمی و تحقیقی اور چھ (۶) سائنسی موضوعات کی کتابیں شائع کر سکیں گے۔ بطور خاص ہم غیر ملکی ادبیات کی تاریخ پر مستند کتابوں کے ترجمے شائع کرنا چاہتے ہیں تاکہ اردو میں دنیا کی بڑی زبانوں کے ادب کی تلخیص آجائے۔

انجمن امسال ملک کے مختلف اہم مقامات پر اپنی شاخیں بھی قائم کر رہی ہے۔

مرکزی حکومت کی طرف سے اب تک انجمن کو چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی امداد ملتی تھی۔ امسال یہ امداد بڑھا کر ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ کر دی گئی ہے۔

انجمن ترقی اردو ایک ادبی و تحقیقی ادارہ ہے۔ انجمن کی مطبوعات منتخب اہل علم اور تعلیمی و علمی ادارے ہی خریدتے ہیں۔ اس لئے ان کی نکاسی کی تعداد اور رفتار خاطر خواہ نہیں ہوتی مگر ملک کے مختلف گوشوں میں بکثرت اعلیٰ تعلیم یافتہ علم دوست اصحاب موجود ہیں جنہیں اپنی قومی زبان سے محبت ہے اور انجمن کی مطبوعات کی طرف انہیں توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ میں ذاتی طور پر ایسے اصحاب کو مخاطب کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ ملک میں بہت سے مخیر علم دوست حضرات ہیں۔ وہ انجمن کو اس کے مفید پروگرام پر عمل درآمد کی خاطر قابل قدر رقوم عطا کر کے انجمن کے سرپرست ہو سکتے ہیں۔ ایسے حضرات کی خدمت میں بھی معروضات پیش کر رہا ہوں۔

انجمن پریس کے پاس صرف دو بہت پرانی اور بیکار سی مشینیں تھیں۔ چند ماہ ہوئے ہم نے قرض کا انتظام کر کے وزارت تجارت سے لائسنس حاصل کرنے کے بعد کراچی کی بین الاقوامی نمائش سے دو اعلیٰ درجہ کی نئی جرمن مشینیں خریدی ہیں۔ ایک کیوبو آفسٹ مشین ہے دوسری ہائڈلبرگ لٹر پریس۔ یہ مشینیں پریس میں نصب کی جا چکی ہیں۔ ان پر انجمن کی مطبوعات آسانی کے ساتھ چھپ سکیں گی۔ میں کراچی کے جملہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی چھپائی کا کام انجمن پریس میں کرائیں جہاں چھپائی بہترین اور کم نرخ پر ہو گی۔ اس طرح وہ بالواسطہ اردو زبان کی خدمت انجام دیں گے۔

(معتمد انجمن کا ایک بیان جو ملک کے تمام اخبارات میں شائع ہوا۔)

اس انجمن گل میں

اردو کالج میں یوم بابائے اردو منایا گیا

۱۶ ستمبر کو کل پاکستان اردو متحدہ محاذ کے زیر اہتمام یوم بابائے اردو منایا گیا۔ اس سلسلہ میں اردو کالج میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس کی صدارت کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کی وائس چانسلر نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں انگریزی کی لعنت کو ختم کرنے اور اردو کو اس کا صحیح مقام دینے کے لئے قومی پیمانہ پر تحریک چلانا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پاکستان کے قیام کے ۱۶ سال بعد آج ہم ملک میں اردو رائج کرنے کے سوال پر غور کر رہے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری قوم احساس کمتری میں مبتلا ہے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کہا کہ دنیا میں کوئی قوم محض کسی خطۂ ارض پر قابض ہونے کے لئے نہیں بنتی بلکہ قوموں کی اپنی ثقافت، اپنی تہذیب اور اپنا معاشرہ ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے وہ پھلتی پھولتی اور ترقی کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ تعلیمی ادارے اردو کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ بات یہ نہیں ہے اردو کے مخالف وہ لوگ ہیں۔ جو اردو کو گھٹیا زبان سمجھتے ہیں۔ جب تک لوگوں کے اس احساس کمتری کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک ہماری قوم ترقی نہیں کر سکتی انہوں نے کہا کہ مجھے اردو کی راہ میں رکاوٹ بننے والے عناصر سے خوف نہیں ہے۔ بلکہ قوم کے ان افراد سے خطرہ ہے۔ جو احساس کمتری کا شکار ہیں۔ آج عالم یہ ہے کہ جس گھر کے بچے اپنے والدین کو اماں۔ ابا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس خاندان کو دقیانوسی اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ممی اور ڈیڈی کہلانے والے ماں باپ کا وسیع النظر اور ترقی یافتہ افراد میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر ممالک کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری زبان انگریزی ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے دوکانوں اور مکانوں کے انگریزی نام رکھنے اور انگریزی میں سائن بورڈ لکھنے پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے قوم کی بے حسی قرار دیا اور مشورہ دیا کہ لوگ اپنے مکان کا نام "ہپی ہوم" رکھنے کے بجائے "دلشاد منزل" کیوں نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ انگریزی زبان کے سائن بورڈ بدلوانے کے لئے بڑے پیمانہ پر تحریک شروع کریں۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کہا کہ اردو کو اسکا صحیح مقام دینے کے لئے صرف کراچی یونیورسٹی ہی سب کچھ نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے قومی تحریک چلانی ضروری ہے۔ ورنہ ہماری آنے والی نسلیں تباہ ہو جائیں گی اس سے قبل سید محمد تقی نے اپنی تقریر میں بابائے اردو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اردو کا مسئلہ اس ملک کی قومی ترقی کا مسئلہ ہے اور کوئی قوم اپنی قومی زبان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی انجمن ترقی اردو کے سیکریٹری مسٹر جمیل الدین عالی نے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے

یہ سلسلے میں کراچی یونیورسٹی کے فیصلہ کو سراہا۔ دوسرے اجلاس کی صدارت سید محمد تقی نے کی جو مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوا تھا اس اجلاس کے دوران دیگر مقررین نے تقاریر کیں۔

اردو کالج کی سالانہ تقریب

کراچی ۲۸ ستمبر انجمن ترقی اردو کے صدر جناب اختر حسین نے کہا ہے کہ اردو شان و شوکت کے ساتھ ہر سطح پر علمی مسابقت کے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ وہ اردو کالج کی سالانہ تقریب کے موقع پر تقریر کر رہے تھے یہ کالج ۱۹۴۹ء میں بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق نے قائم کیا تھا۔ انہوں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ امسال کراچی یونیورسٹی کے نتائج نے ثابت کر دیا ہے کہ بذریعہ تعلیم اختیار کرنے کا تجربہ بے حد کامیاب ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اردو کالج کے طلباء نے دوسرے کالج کے طلباء سے مقابلہ کیا۔ اور کئی مضامین میں اعزازات حاصل کئے۔ اس کے علاوہ قانون میں نتائج صد فیصد رہے۔ اور طلباء نے فرسٹ کلاس حاصل کی۔ سائنس اور سائنس آنرز میں نتائج ۸۰ فیصد رہے جناب اختر حسین نے کہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطور ایک جدید زبان کے اردو میں بے پناہ وسعت موجود ہے۔ انہوں نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ صرف اردو کالج ہی ایسا کالج ہے۔ جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ بلکہ میری خواہش ہے کہ یہی طریقہ مغربی پاکستان میں تمام کالجوں میں نہ صرف اختیار کیا جائے۔ بلکہ اسے اور بہتر بنایا جائے۔

اردو کالج کے نتائج امتحانات

اردو کالج کے طلباء کی یونیورسٹی کے امتحانات میں شاندار کامیابی اردو ذریعہ تعلیم کے تجربہ کی کامیابی ہے۔ ۱۹۶۲-۶۳ء کے کراچی یونیورسٹی کے مختلف امتحانات میں اردو کالج سے شریک ہونے والے بی۔ اے۔ فائنل (نئے نصاب) کے طلباء کے نتائج ۹۸ فیصد، بی ایس، سی فائنل کے ۸۰ فیصد، بی، ایس سی آنرز کے ۷۵ فیصد، سال اول قانون کے ۴۸،۶ فیصد، سال دوم قانون کے ۱۰۰ فیصد اور پرانے نصاب میں بی، ایس سی فائنل کے نتائج ۱۰۰ فیصد، بی۔ اے ا ر ۶۵ فیصد اور بی کام کے ۵۹ فیصد رہے۔ بی۔ ایس۔ سی کے اچھے نتائج سے متاثر ہو کر حال ہی میں مشہور عالمی کمپنی ایسو پاکستان لمیٹڈ نے اردو کالج کے ۱۱ سائنس کے طلباء کو دو سال کا وظیفہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں انتظامیہ کالج بھی امسال ہونہار اور ذہین طلباء کو مالی امداد دینے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

غیر ملکی اہل علم کی آمد

اکتوبر کے دوسرے ہفتے میں تین ہندوستانی ادیب پروفیسر ہارون خان شیروانی (۸۔ اکتوبر) پروفیسر ضیاء احمد بدایونی اور ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی (۱۰ اکتوبر) انجمن میں تشریف لائے۔ ان ادیبوں نے کتب خانہ خاص کا معائنہ کیا۔ اور اراکین انجمن سے مشترکہ دلچسپی کے مسائل پر گفتگو کی۔

۱۸ اکتوبر کو لبنان کے مشہور ادیب صلاح الدین عبد الرؤف الاسیر انجمن کے دفتر میں تشریف لائے۔ انہوں نے انجمن کے

معتمد جناب جمیل الدین عالی اور دیگر اراکین سے نمائندہ اُردو ادب کو عربی میں منتقل کرنے کی تجویز پر گفتگو کی۔ جناب الاسیر نے جو لبنان کی وزارات' اطلاعات کے مشیر بھی ہیں۔ بتایا کہ وہ لبنان واپس جاکر وہاں کے علمی اداروں اور انجمن ترقی اردو کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ معزز مہمان کو انجمن کی چند جدید مطبوعات بھی پیش کی گئیں۔

انجمن ترقی اردو خواتین کا مشاعرہ

۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء بروز پیر شام چھ بجے انجمن ترقی اُردو خواتین کی طرف سے ایک محفل مشاعرہ زیر صدارت بیگم سروری عرفان اللہ منعقد ہوئی جس میں حسب ذیل شاعرات نے شرکت کی۔ جنابہ عرفانہ صاحبہ بیگم حسن مخفی صاحبہ بیگم سیدہ عثمانی صاحبہ بیگم تمنا صاحبہ بیگم نگہت صاحبہ۔ بیگم ضیا صاحبہ اور بیگم سروری عرفان اللہ۔

یوم اکبر الٰہ آبادی

۹ اکتوبر انجمن ترقی اُردو پاکستان اندرکا ن شاخ نے اعلیٰ پیمانہ پر یوم اکبر کے سلسلہ میں ایک ادبی اجلاس منعقد کیا۔ یہ ادبی اجلاس ایک مجلس مذاکرہ اور غیر طرحی مشاعرہ پر مشتمل تھا۔ مجلس مذاکرہ میں موضوع: اکبر الٰہ آبادی کی شاعرانہ عظمت تھا۔ اس کی صدارت ملک کی مشہور ادبی شخصیت جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی نے فرمائی۔ مجلس مذاکرہ میں خانم رشید شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی عرشی کرپوری، مسلم شمیم، مجید راہی صاحب اجناب جمال الدین بخاری اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے حصہ لیا۔

مطبوعات بزم اقبال

اُردو

		روپے ن پ
۸	"اقبال اور ملا" از خلیفہ عبدالحکیم	۷۵ -
۹	"مکاتیب اقبال" بنام خان نیاز الدین خان مرحوم	۲۵ -
۱۰	"تقاریر یوم اقبال" ۱۹۵۴ء مرتبہ بزم اقبال	۲۵ -
۱۱	"علامہ اقبال" آقائے مجتبیٰ کی کتاب "اقبال لاہوری" کا اردو ترجمہ از صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	۵۰ -
۱۲	"ذکر اقبال" از عبدالمجید سالک (دوسرا ایڈیشن زیر طبع)	۰۰ -
۱۳	"منشورات اقبال"	۰۰ -
۱۴	"فکر اقبال" از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۰۰ -
۱۵	"فلسفۂ اقبال" مرتبہ بزم اقبال	۰۰ -
۱۶	"اقبال اور تصوف" از پروفیسر محمد فرمان	۵۰ -
۱۷	"تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" از علامہ اقبالؒ مترجمہ سید نذیر نیازی	۰۰ -
۱۸	"قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سیاسی نظریے" مرتبہ بزم اقبال (دوسرا ایڈیشن زیر طبع)	۰۰
۱۹	"تلمیحات اقبال" از سید عابد علی عابد	۰۰ -
۲۰	"شعر اقبال" از سید عابد علی عابد	۵۰ -

کریم احمد خان معتمد بزم اقبال
۲۔ نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ لاہور

سوزوکی تاکیشی

جاپان میں اردو تعلیم کی تاریخ

جناب سوزوکی تاکیشی صاحب ..... جاپانی اہل علم میں سے ہیں جو اردو زبان سے ماہرانہ واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز کے شعبۂ پاکستان میں لیکچرار ہیں اور اردو پڑھاتے ہیں۔ ہماری فرمائش پر انہوں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ مضمون کے مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ جاپان کے اردو دوست اردو رسالوں اور کتابوں سے بڑی حد تک محروم رہتے ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ان غیر ملکی اردو دوستوں کی مدد کریں۔ انجمن اپنے محدود وسائل کے پیش نظر اس قسم کے غیر ملکی اداروں کی مدد کرتی رہتی ہے، لیکن یہ کام تنہا انجمن کے بس کا نہیں ہے۔ اردو کے عام اشاعتی ادارے اگر توجہ فرمائیں تو یہ مسئلہ بہ آسانی حل ہو سکتا ہے۔ ہر ادارہ اگر اپنی چند مطبوعات مذکورہ شعبے کو تحفتاً بھیج دے تو ٹوکیو یونیورسٹی میں اردو کی ایک بڑی لائبریری قائم ہو سکتی ہے ——————(ادارہ)

——— .. ✻ .. ———

جاپان اور پاکستان ایشیا میں دو ایسے ملک ہیں جو عالمی امن کے لئے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان بہت اچھے دوستانہ تعلقات موجود ہیں اور اس خوشگوار رشتہ کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے دونوں طرف سے برابر کوشش ہو رہی ہے۔ جاپانی لوگ پاکستان کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اہل پاکستان میں جاپان کے معاملات سے گہری دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ باوجود ان رجحانات کے ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حالات سے اب تک بہت کم واقف ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف رہتے ہیں۔ واقعی زبان کا مسئلہ ہماری دوستی اور مفاہمت کی راہ میں سخت رکاوٹ بن گیا ہے۔ اب جاپان میں اگر کوئی ادارہ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے ہر وقت جدوجہد کر رہا ہے تو وہ ٹوکیو یونیورسٹی کا شعبۂ پاکستان ہے۔ یہ شعبہ جاپان میں اردو زبان و ادب کی تعلیم کے لئے سب سے پرانا اور مستند شعبہ ہے۔ میں ۱۹۶۲ء میں کراچی یونیورسٹی کے

شعبۂ اردو سے ایم ۔ اے ۔ ڈی کرنے کے بعد اب یہاں شعبۂ پاکستان میں بحیثیت لکچرار کے اپنے دو عزیز ملکوں کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔

اب "جاپان میں اردو تعلیم کی تاریخ" کے عنوان پر ایک مضمون پیش کرتا ہوں ۔ یہ مضمون جو کہ چار باب پر مشتمل ہے لکھنے کا مقصد پاکستانی صاحبوں کو اس بات سے آگاہ کرانا ہے کہ جاپان میں اردو کئی سال سے پڑھائی جاتی ہے اور یونی ورسٹی میں شعبۂ پاکستان بھی موجود ہے نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ یہاں ہمیں کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کا حل کیا ہے۔

ٹوکیو یونی ورسٹی آف فارین اسٹڈیز میں شعبۂ پاکستان کی تاریخ

ٹوکیو گائکو کوگو اسکول یعنی ٹوکیو غیر ملکی زبانوں کا اسکول ۱۸۹۹ کے اپریل میں قائم ہوا ۔ اس زمانے میں غیر ممالک کے ساتھ جاپان کے تعلقات دن بدن بڑھتے جا رہے تھے ایسے حالات میں حکومت کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی اور اس بنا پر ٹوکیو میں غیر ملکی زبانیں سکھانے کا ایک اسکول کھولا گیا تھا ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ٹوکیو گائکو کوگو اسکول وقت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے قائم ہوا تھا البتہ اس کے علاوہ چند برس پہلے جاپانی حکومت نے غیر ملکی زبانوں کو پڑھانے کے لئے چند اسکول کھولے تھے لیکن صحیح معنوں میں ان کو اسکول کے نام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے ٹوکیو گائکو کوگو اسکول کو بجا طور پر جاپان میں پہلے غیر ملکی زبان پڑھانے کے اسکول کا فخر اور عزت حاصل ہے ۔ شروع شروع میں انگریزی ، روسی ، جرمنی ، فرانسیسی ، چینی ، کوریائی وغیرہ مختلف زبانیں پڑھائی جاتی تھیں لیکن ۱۹۰۸ میں ایشیا میں ہندوستان کی اہمیت کے پیش نظر اسکول کے شعبوں میں ہندوستانی زبان پڑھانے کے لئے ایک نئے شعبہ کا اضافہ کیا گیا ۔ شروع شروع میں پڑھائی کی میعاد ایک سال مقرر ہوئی لیکن ہندوستانی زبان کی اہمیت بہت بڑھتی رہی اور ۱۹۱۱ء میں ایک سال کی میعاد میں اور دو سال کا اضافہ کرکے اسے تین سال کر دیا گیا ۔ شروع میں ایک جماعت پانچ طلبا پر مشتمل تھی ۔ ۱۹۱۴ء میں اس شعبہ سے پانچ لڑکوں نے سند حاصل کی ۔ جاپان میں ہندوستانی زبان میں سند حاصل کرنے والے یہی پہلے پانچ لڑکے تھے ۔ اس کے بعد ۱۹۱۶ میں پانچ ۱۹۱۸ میں بھی پانچ ۱۹۲۰ میں آٹھ ۱۹۲۲ میں بارہ لڑکوں کو سند دی گئی ۔ ۱۹۲۷ میں تعلیمی میعاد میں ایک اور سال کا اضافہ کر دیا گیا اور اس طرح موجودہ چار سالہ نظام کی بنیاد رکھی گئی ۔ سند یافتوں کی تعداد میں بھی باقاعدہ اضافہ ہوتا رہا اور ۱۹۴۴ تک جبکہ اسکول نے ٹوکیو گائکو کوگو اسکول کی جگہ ٹوکیو گائجی سینمون اسکول کا نام اختیار کیا ۔ دوسری جنگ عظیم کے ہنگامی حالات میں تعلیمی میعاد کو عارضی طور پر ایک سال کم کرکے تین سال کر دیا گیا تھا سند یافتوں کی تعداد ۱۵۷ تک پہنچ چکی تھی ۱۹۴۵ میں جب جنگ کا خاتمہ ہوا اور ۱۹۴۷ میں ہندوستان

اور پاکستان نے خود مختاری حاصل کرلی تو ایشیا کے دو بڑے ملکوں کی زبان کی طرف از سر نو توجہ دی گئی۔ شعبہ کے نام کو تبدیل کرنے کے سوال پر غور و خوض کیا گیا کیوں کہ اب یہ نام غیر مناسب تھا۔ جنگ کے بعد کا تنگی کا زمانہ ختم ہو گیا اور جاپان کے تعلیمی نظام میں زبردست اصلاحات کی گئیں۔ جیسے امپیریل یونی ورسٹی نے ٹوکیو یونیورسٹی کا نام اختیار کیا ٹوکیو گائیجی سیمون اسکول کی تاریخ میں بھی ٹوکیو یونی ورسٹی آف فارین اسٹڈیز کے نام سے نیا دور شروع ہوا۔ اپریل ۱۹۴۹ ٹوکیو یونی ورسٹی آف فارین اسٹڈیز کی تاریخ میں ناقابل فراموش مہینہ ہے اس وقت یونیورسٹی بارہ مختلف زبانوں کے شعبوں پر مشتمل تھی جن میں انگریزی۔ روسی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ چینی۔ اسپینی۔ پرتگالی۔ اطالوی۔ سیامی انڈونیشیائی ہندی اور اردو زبانوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یونی ورسٹی کی تاریخ میں یہ واقعہ جلی حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ اس سال یعنی ۱۹۴۹ سے لڑکیوں کے داخلہ کے لئے بھی دروازہ کھولا گیا۔ اس سال تک سند یافتوں کی تعداد ۲۲۹ تک پہنچ چکی تھی۔ اب شعبہ کے سامنے شعبہ کے نئے نام کا اور ایک ہی شعبہ میں اردو ہندی دونوں زبانیں پڑھانے کے مسائل غیر حل شدہ رہ گئے تھے۔ آخر ۱۹۶۱ میں ان مسائل کو حل کر لیا گیا اور گزشتہ اپریل سے پرانے شعبہ سے دو نئے شعبوں کا شعبۂ پاکستان اور شعبۂ ہندوستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس نام سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شعبۂ پاکستان خاص طور پر پاکستان سے گہرا تعلق رکھتا ہے اس شعبہ میں پاکستان کی قومی زبان اردو کے مطالعہ کے علاوہ ملک کی تاریخ۔ ثقافت۔ مذہب۔ وغیرہ تمام معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے نئے شعبہ میں ہر سال پندرہ طالب علموں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

شعبۂ پاکستان کے اساتذہ

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ زبان کی تعلیم میں قابل اور تجربہ کار استاد کی ہدایت اور مدد سب سے زیادہ ضروری ہے۔ شعبۂ پاکستان کو ابتدا ہی سے قابل اساتذہ کی مدد ملی ہے۔ ان اساتذہ کی کوشش اور محبت سے اس شعبہ کی بنیادیں مضبوط ہو گئی ہیں۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس وقت ہم اپنے شعبہ کے تین ممتاز اساتذہ پروفیسر برکت اللہ صاحب مرحوم۔ پروفیسر ہری ہرناتھ صاحب مرحوم اور پروفیسر نور الحسن برلاس صاحب مرحوم کی شفقت و محبت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان کا نام اور کارنامے سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان کے علاوہ یہ شعبہ پروفیسر ہنری وڈ صاحب پروفیسر عطار رسا تن جین صاحب پروفیسر فضلی صاحب لکچرار کیشو رام سبروال صاحب پروفیسر کیویاگاوا صاحب کی عنایات و خدمات سے بھی مستفید ہو چکا ہے۔ اس وقت پروفیسر ری ایچی گاموصاحب مددگار پروفیسر تسونیو کوروباناگی صاحب لکچرار ست پرکاش گاندھی صاحب اور راقم الحروف شعبہ میں کام کر رہے ہیں۔

پروفیسر گامو صاحب کی کئی تصانیف ہیں۔ قواعد اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ اسلام۔ تاریخ ایران۔ تاریخ ثقافت ایران وغیرہ نہایت عمدہ کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ میرامن کی باغ و بہار اور شیخ سعدی کی گلستان کا بھی جاپانی میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ اردو اور فارسی زبان کے سب سے بہتر اور سب سے تجربہ کار معلم ہیں۔ پروفیسر ڈوئی صاحب جاپان میں ہندی زبان و ادب کے اعلیٰ ترین استاد ہیں۔ آجکل آپ شعبۂ ہندوستان کے صدر ہیں۔ مددگار پروفیسر کورویاناگی صاحب اردو زبان و ادب کی تعلیم میں مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ اردو زبان کا فارسی اور عربی زبان سے گہرا تعلق ہے اس لئے جب تک ان دونوں زبانوں سے واقفیت نہ ہو اردو زبان میں مہارت حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ کورویاناگی صاحب نے ۱۹۶۰ میں طہران یونیورسٹی میں فارسی ادب کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ آپ اردو کے علاوہ ہندی فارسی اور عربی پر مہارت رکھتے ہیں۔ لیکچرار گاندھی صاحب شعبہ میں واحد غیر ملکی لیکچرار کی حیثیت سے کئی برس سے اردو تعلیم کی ترقی کے کوشاں ہیں۔

شعبۂ پاکستان کے طلبہ کے حالات

۱۹۱۴ سے لیکر (جبکہ ہندوستانی شعبہ سے پہلی بار پانچ سند یافتہ پیدا ہوئے) ۱۹۶۲ کے آخر تک اس شعبہ سے ۳۴۹ طلباء اسناد حاصل کی ہیں۔ شعبۂ پاکستان میں اردو زبان و ادب کے علاوہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ، تاریخ اسلام، تاریخ ثقافت اسلام، معاملات پاکستان، فارسی اور عربی زبان پر بھی لیکچر دئے جاتے ہیں جاپان میں تعلیمی سال اپریل سے شروع ہوتا ہے۔ شروع کے تین مہینوں میں قواعد اردو پڑھائی جاتی ہے۔ یہ مدت طلبا کے لئے سخت آزمائش کا زمانہ ہے آئندہ چار سال کی بنیاد انہی مہینوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگست میں گرمیوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد جب ستمبر میں یونیورسٹی پھر شروع ہو جاتی ہے تو درسی کتاب پڑھائی شروع ہوتی ہے۔ شروع میں پاکستان کے مڈل اسکول کی ساتویں یا آٹھویں درجہ کی کتاب پڑھائی جاتی ہے پہلے سال کے آخر میں طلبہ دسویں اور میٹرک کی کتاب تک پہنچ جاتے ہیں۔ دوسری جماعت میں ممتاز اردو انشا پردازوں کے چیدہ مضامین مشہور ناول نگاروں اور افسانہ نویسوں کی تصانیف پڑھائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس سال سرسید احمد خاں، مولانا شبلی، عبدالحق وغیرہ کے مضامین اور پریم چند، علی عباس حسینی، کرشن چندر، عصمت چغتائی وغیرہ کے افسانے پڑھائے جا رہے ہیں تیسرے اور چوتھے سال یعنی سینئیر کورس میں اردو ادب پر خاص لیکچر دئے جاتے ہیں۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ نئی زبان پڑھنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ خاص طور پر اردو جیسی زبان کی پڑھائی میں جس کی ابجد شروع شروع میں کیسی عجیب نظر آتی ہے، خاص محنت ضروری ہے البتہ شعبۂ پاک کے تمام طلبا بہت جفاکش ہیں اور ہر وقت پڑھائی میں مصروف رہتے ہیں۔ اس شعبہ میں داخلہ ملنے کے لئے ہر سال داخلے کے امتحان

دینے والے امید داروں کی تعداد اکثر دس گنا سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو پندرہ طلبا ایسے سخت مقابلہ کے بعد آتے ہیں وہ نئی زبان سیکھنے کا شوق اور قابلیت رکھتے ہیں۔

چار سال کے بعد سند یافتوں کو سرکاری اور غیر سرکاری میدان میں آسانی سے کام مل جاتا ہے۔ آجکل اپنی پسند کی کمپنی میں ملازمت حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں۔

اب اس بات پر بھی توجہ دلانی ضروری ہے کہ ۱۹۷۹ میں جب سے شعبۂ پاکستان میں لڑکیوں کے داخلہ کی اجازت دیدی گئی اب تک سات لڑکیوں نے اسناد حاصل کر لی ہیں۔ ان سب کو بڑی کمپنیوں میں اچھی جگہ مل سکتی ہے۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ شعبۂ پاکستان کی طرف سے ہر سال یونی ورسٹی کے میلہ کے موقع پر اردو زبان میں ایک ڈرامہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس ڈرامے کے لئے تمام ضروری انتظام اور تیاریاں اساتذہ کی ہدایت اور امداد کے تحت طلبا خود کرتے ہیں۔ ٹوکیو میں مقیم پاکستانی باشندے بھی ہر طرح امداد دیتے ہیں۔ نمائش کے روز جاپان میں مقیم پاکستانی سفارت خانہ کے افسران ان کے خاندان کے ممبر پاکستانی طلبا وغیرہ بہت سے پاکستانی حضرات ڈرامہ دیکھنے آتے ہیں اور ڈرامے پر داد اور تحسین پیش کرتے ہیں۔ بہت سے جاپانی بھی اردو ڈرامہ دیکھنے آتے ہیں۔ اس طرح یہ ڈرامہ نہ صرف لوگوں کو اردو زبان سے متعارف کرانے کا کام دیتا ہے بلکہ پاکستان اور جاپان کی دوستی کو مضبوط تر کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں امتیاز علی تاج کا مشہور ڈرامہ انارکلی سب سے زیادہ مقبول ہوا۔

شعبۂ پاکستان کے مسائل

ٹوکیو یونی ورسٹی آف فارین اسٹڈیز کے شعبۂ پاکستان میں بر وقت جاپان میں اردو زبان کی تعلیم کے لئے سرگرم جدوجہد کی جا رہی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ قابل اساتذہ کی ہدایت اور طلبا کی محنت سے اطمینان بخش نتائج سامنے آ رہے ہیں پھر بھی غور کرنے کے بہت سے مسائل موجود ہیں۔ ایسے مسائل کو یکے بعد دیگرے حل کر کے شعبۂ پاکستان مزید ترقی کے شاہراہ پر چل سکتا ہے۔ یہاں ان مسائل میں سے صرف دو ایک مسائل جن کا جلد از جلد حل اشد ضروری ہے درج کئے جائیں گے۔

۱۔ اردو کتابوں رسائل اور دیگر وسائل کی قلت۔

یہ محتاج بیان نہیں کہ زبان کی تعلیم کے لئے اچھی درسی کتابوں کا انتخاب نہایت ضروری ہے یہ مسئلہ پاکستان میں جہاں ہر طرح کی کتابیں بہ آسانی ملتی ہیں، بہت عجیب سا معلوم ہوگا لیکن جاپان میں ہمارے لئے ہر سال کے شروع میں دردِ سر کا باعث ہو جاتا ہے۔ جاپان میں اردو کتاب مشکل سے میسر ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ہر تعلیمی سال کے شروع میں طلبا کے لئے اردو لغت کی ضرورت پڑتی ہے ہمیں اس کو چھ ماہ پیشتر ہندوستان کے کتب فروش کی دکانوں سے منگوانا پڑتا ہے۔ پھر راستہ میں شاید کچھ گڑبڑ ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاں جب پہنچتی ہے تو ایک سال کے قریب گذر چکا ہوتا ہے۔ بے شک اگر پہلے سے کافی تعداد میں تیاری کی جائے تو بہتر ہے مگر یونی ورسٹی کا بجٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

ایسا واقعہ بھی تھا کہ پچھلے سال ہم کراچی کے ایک کتب فروش کی دکان سے اردو-اردو لغت کی پندرہ جلدیں لائیں۔ ایک سال کے بعد جب پہنچیں تو دیکھ کر مایوسی سے ہمارا برا حال ہوگیا کیونکہ ان کی چھپائی بالکل خراب تھی مشکل سے پڑھ سکتے تھے۔ ایسا بھی تھا کہ ہماری مانگ کی درسی کتابیں جب کافی انتظار کے بعد پہنچیں تو نہ معلوم کیسی گڑبڑ ہوگئی کہ بالکل دوسری کتابیں نکلیں۔ ہمیں مجبوراً انہیں استعمال کرنا پڑا۔ ایسے بہت سے واقعات اور ہیں جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پڑھائی کے لئے مستقل پروگرام بنانا آسان نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شعبہ پاکستان میں درسی کتاب اکثر فوٹو سٹائپ یا ٹائپ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ ادھر شعبۂ ہندوستان میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دو ملکوں کے درمیان کسی ایجنٹ کے بغیر براہ راست لین دین ہو سکتا ہے۔ البتہ یونی ورسٹی لائبریری میں اردو کتابوں کا ایک عمدہ مجموعہ موجود ہے لیکن موجودہ اثاثہ پر دا زوں کی تصانیف تو نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جاپان میں اردو تعلیم کی ترقی کی راہ میں یہ سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔

یہ مضمون پیش کرنے کا مقصد اس بات پر توجہ دلانا تھا کہ جاپان میں اردو زبان پڑھانے کے لئے سرکاری ادارہ موجود ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ اب تک اس حقیقت سے ناواقف رہے ہیں اس لئے ایسے حالات میں ہمارے درمیان اب تک راستہ بند رہا تھا۔ اب جبکہ ہماری یونی ورسٹی کے متعلق معلوم ہوا ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ ضرور جاپان کے شعبۂ پاکستان کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے درمیان معلومات اور رائے وغیرہ کا تبادلہ اور خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہو۔ نیز ہمارے باہمی تعلقات کو مضبوط کرنے اور اردو زبان کی ترقی کے لئے جو طریق کارمفید ثابت ہو جلد از جلد عمل میں لایا جائے گا۔

شعبۂ پاکستان کے مسائل ان دونوں تک محدود نہیں ہیں اور بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن یہاں صرف دو مسائل پیش کئے گئے۔

موجودہ زمانے میں پاکستان اور جاپان کو ایشیا میں دو بڑے ممالک کی حیثیت حاصل ہے۔ ان دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو استوار کرنے کی کوشش کرنا عالمی امن کے لئے بھی بہت ضروری ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ باہمی مفاہمت کے بغیر صحیح معنوں میں دوستی قائم نہیں کی جا سکتی۔ میں نے اس مضمون میں خاص طور پر اس حقیقت پر زور دینا چاہا کہ جاپان میں پچھلے پچاس سال سے اردو زبان کی تعلیم جاری ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ جاپان میں ایک عرصے سے اردو زبان کی اہمیت پر زور دیا جا رہا ہے اور اس کے مطالعہ اور ترقی کے لئے متواتر جد وجہد جاری رہی ہے۔

اس مضمون کے خاتمہ پر یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ٹوکیو یونیورسٹی آف فارین اسٹڈیز جاپان میں واحد یونی ورسٹی نہیں ہے جس میں شعبۂ اردو موجود ہے۔ جاپان کے دوسرے بڑے شہر اوساکا میں اوساکا کالج آف فارین اسٹڈیز موجود ہے اس میں بھی شعبۂ اردو ہے۔


We Commemorate
16 YEARS
of STEADY PROGRESS
Its spectacular industrial progress which boosted its export of semi-processed & processed goods, its revolutionary agricultural reforms, its utilisation of natural resources, its betterment of communication and transport systems, its ever-improving position in respect of finance & capital formation, have opened new vistas and brought prosperity to the nation.
It is our faith that this onward march with the real spirit and in the right direction will help the people to scale new heights.
DAWOOD GROUP
DAWOOD COTTON MILLS LIMITED, KARACHI
BUREWALLA TEXTILE MILLS LTD., BUREWALLA
KARNAPHULI PAPER MILLS LIMITED, CHANDRAGHONA
LAWRENCEPUR WOOLLEN & TEXTILE MILLS LTD.

قومی زبان کا عبدالحق نمبر

جو

۱۶ اگست ۱۹۶۳ء کو بابائے اردو کی دوسری برسی کے موقع پر شائع کیا گیا۔

مضامین کی ایک جھلک

- مولوی عبدالحق کی وصیت (ڈاکٹر رحیم الدین کمال) • بابائے اردو کا تصور مذہب (ابو سلمان شاہجہانپوری)
- احوال غالب اور مولوی عبدالحق (سید قدرت نقوی) • مولوی عبدالحق کی شخصیت نگاری (ڈاکٹر سید شاہ علی)
- بابائے اردو اور حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس • بابائے اردو کا رسالہ حسن • بابائے اردو کے معالج • بابائے اردو کے خدمتگار

اس کے علاوہ

اشاریۂ عبدالحق

جس میں بابائے اردو کی تمام مطبوعہ تحریروں نیز ان سے متعلق مضامین کی ـــــ مفصل فہرست دی گئی ہے

چند لکھنے والے

مولوی محمد مقتدا خاں شیروانی - جلیل قدوائی - رئیس احمد جعفری - ڈاکٹر داؤد رہبر
پروفیسر ممتاز حسین - رفیق خاور - گنیش راؤ نتھے - نصیر الدین ہاشمی
ڈاکٹر احسن فاروقی - انسر امروہوی - تحسین سروری - سخاوت مرزا

صفحات: ۳۷۶ قیمت: تین روپے

انجمن ترقی اردو، اردو روڈ کراچی

اکرام احمد

نئی مطبوعات

(مسلسل)

عصمت رسولؐ اس کتاب میں اس نظریے کو باطل ثابت کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام سے بشری حیثیت میں اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ مولفہ سید حشمت حسین جعفری ۔ ناشر مکتبۂ افکار اسلامی حیدرآباد سندھ ۔

سائنٹیفک قرآن جلد ۲	(مذہب)	مترجمہ	علامہ شورائی	ناشر	قرآن سوسائٹی کراچی ۲/-
معارج الدین	نیا ایڈیشن (”)	مصنفہ	سید نواب علی	”	مکتبۂ افکار کراچی ۱/-
حقیقت اسلام	” (مذہبی خطبہ)	”	سید ابوالاعلیٰ مودودی	”	اسلامک پبلی کیشنز لاہور
حقیقت صوم وصلوٰۃ	” (” ”)	”	” ”	”	” ” ”
حقیقت زکوٰۃ	” (” ”)	”	” ”	”	” ” ”
حقیقت حج	” (” ”)	”	” ”	”	” ” ”
حقیقت جہاد	” (” ”)	”	” ”	”	” ” ”
قادیانی مسئلہ	(مضامین)	”	” ”	”	” ” ”
جماعت اسلامی کا رُخِ کردار	(اسلامی ادارے)	مرتبہ	چودھری حبیب احمد	”	پاکستان ٹائمز پریس لاہور
انڈونیشیا	(تاریخ)	مصنفہ	شاہد حسین رزاقی	”	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
قسطنطنیہ یا استنبول	(”)	”	ہیرلڈ لیم ترجمہ غلام رسول مہر	”	سلسلۂ مطبوعات فرینکلن لاہور
منتخب اللباب جلد ۱ بابر تا جہانگیر	(”)	”	ہاشم علی خاں خافی خاں نظام الملکی ترجمہ محمود احمد فاروقی	”	نفیس اکیڈمی کراچی ۱/-
منتخب اللباب جلد ۲ دور شاہجہاں	(”)	”	” ” ”	”	” ” ”
منتخب اللباب جلد ۳ دور عالمگیری	(”)	”	” ” ”	”	” ” ”
منتخب اللباب جلد ۴ شاہ عالم تا ناصر الدین محمد شاہ	(”)	”	” ” ”	”	” ” ”
الاحاطہ فی اخبار غرناطہ جلد ۱	(”)	”	الوزیر محمد لسان الدین بن الخطیب ترجمہ سید احمد اللہ ندوی	”	” ” ”
الاحاطہ فی اخبار غرناطہ جلد ۲	(”)	”	” ” ”	”	” ” ”
صحافت پاکستان وہند میں	(تاریخ صحافت)	”	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	”	مجلس ترقی ادب لاہور
مصر سرزمین اور باشندے	(جغرافیہ مصر)	”	زکی نجیب محمود مترجمہ ہاشمی فریدآبادی	”	مطبوعات فرینکلن لاہور
آرائش محفل	(سیاحت و جغرافیہ ہندوستان)	”	میر شیر علی افسوس مرتبہ کلب علی خاں فائق	”	مجلس ترقی ادب لاہور

حیات امام ابن قیمؒ (سوانح) (مصنف) عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین مترجم رشید احمد ارشد ناشر نفیس اکیڈمی کراچی
آفتاب ہجویر المعروف داتا گنج بخشؒ 〃 〃 پیام شاہجہاں پوری 〃 ملک سراج الدین ناشر کتب لاہور
تذکرہ اولیائے لاہور 〃 〃 محمد وارث کامل 〃 مکتبۂ ماحول، کراچی
اسوۂ علیؓ 〃 〃 سید رئیس احمد جعفری 〃 آفتاب اکیڈمی، کراچی
مختصر تذکرہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی 〃 〃 سید اکرام حسین سیکری 〃 ادارہ بزم چشتیہ، حیدرآباد سندھ
نواب خان بہادر خاں 〃 〃 سید مصطفےٰ اعلی بریلوی 〃 ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی
فکر مہران۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی 〃 〃 اختر انصاری اکبرآبادی 〃 محکمۂ اطلاعات، حیدرآباد سندھ
دلی کی چند عجیب ہستیاں (نیا ایڈیشن) (سوانحی خاکے) 〃 اشرف صبوحی دہلوی 〃 مکتبۂ صبوحی، لاہور
جوہر اخلاق (فلسفہ اخلاق) 〃 جیمز فرانسس کارکرن مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر 〃 مجلس ترقی ادب، لاہور
ٹیپو سلطان (تعلیمی ڈراما) 〃 خالد یار خاں، اشرف حسین ہاشمی 〃 اردو اکیڈمی سندھ، کراچی
مرقع لیلیٰ مجنوں (منظوم ڈراما) 〃 ڈاکٹر مرزا ہادی رسوا مرتبہ عشرت رحمانی 〃 مجلس ترقی ادب، لاہور
سلومی (نیا ایڈیشن) (〃 〃) 〃 عبدالعزیز خالد 〃 بک لینڈ، کراچی
ورق ناخواندہ (مجموعہ کلام) 〃 〃 〃 〃 〃 〃
سخن مختصر (نیا ایڈیشن) (〃 〃) 〃 ڈاکٹر معین احسن جذبی 〃 آئینۂ ادب لاہور
فرد زاں (〃) (〃 〃) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
سرود جاں (〃 〃) 〃 اختر انصاری دہلوی 〃 مکتبۂ اسلوب، کراچی
ٹیڑھی زمین (〃 〃) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
عظیم علمائے نفسیات اور ان کے افادات (نفسیات) 〃 ایس سارجنٹ مترجمہ عبدالمجید قریشی 〃 ایجوکیشنل کانفرنس کراچی
تحقیق وحدت الوجود والشہود (تصوف) 〃 مولانا شیخ محمد تھانوی مرتبہ ثناء الحق 〃 پاک اکیڈمی، کراچی
پھول {بچوں کے اخبار پھول کی ۴۸ جلدوں کا انتخاب} مرتبہ غلام عباس 〃 سجاد کامران، کراچی ۲۹
کشمیر (اردو ادب و ثقافت) مصنفہ سلیم خاں گمی 〃 ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی
ستارہ یا بادبان (اردو ادب و تاریخ و تنقید) مرتبہ محمد حسن عسکری 〃 مکتبۂ سات رنگ، کراچی
۱۹۶۲ء کے بہترین مقالے (〃 〃 〃) مرتبہ شہرت بخاری 〃 مکتبۂ جدید، لاہور
۱۹۶۲ء کی اہم ادبی بحثیں (〃 〃 〃) مرتبہ انتظار حسین، عزیزالدین احمد 〃 〃 〃 〃
نظم جدید کی کروٹیں (اردو ادب شعر و شاعری) مصنفہ ڈاکٹر وزیر آغا 〃 ادبی دنیا، لاہور

(باقی باقی)

دو نئے علمی ادارے

اس وقت پاکستان میں دو درجن سے زائد علمی و ادبی ادارے مختلف علوم و فنون اور زبانوں کی ترویج و اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے وسائل محدود ہیں، اس لئے جو کام یہ ادارے کرتے ہیں، اُن کی تفصیلات عام لوگوں تک نہیں پہنچتیں۔ ادارۂ قومی زبان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سے قومی زبان میں علمی اداروں کے بارے میں پابندی سے تعارفی مضامین پیش کئے جائیں اور اُن کے کاموں کی تفصیل شائع کی جائے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ان اداروں کو بھی ایک دوسرے کے کام کا اندازہ ہو سکیگا۔ اس مستقل سلسلے کا آغاز ہم دو نئے علمی اداروں کے تعارف سے کر رہے ہیں۔ یہ ادارے حال ہی میں وجود میں آئے ہیں ——•

شاہ ولی اللہ اکیڈیمی :-

شاہ ولی اللہ اکیڈیمی محکمہ اوقاف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اسلامی حکمت اور تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے قائم کی ہے اس کا صدر مقام ٹھٹھہ ہوگا۔ اکیڈیمی کے شعبہ نشر و اشاعت نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اور ماہوار علمی رسالہ "الرحیم" کا اجراء بھی عمل میں آچکا ہے۔

ضلع ٹھٹھہ کے ایک قصبے سجاول کے ایک معزز خاندان کی ایک دیندار خاتون بی بی زیب النساء نے گیارہ سو ایکڑ زمین اس نیک مقصد کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور اسی کی آمدنی سے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ وقف بی بی زیب النساء نے اپنے خاوند سید عبدالرحیم شاہ صاحب اور اپنے والد سید حکیم اللہ صاحب کے نام نامی پر قائم کیا ہے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی کے پیش نظر اولین جو کام ہیں ان میں شاہ ولی اللہ کی تمام تصنیفات کو صحت و اہتمام کے ساتھ شائع کرنا اُن کی تصنیفات کے تراجم کا مختلف زبانوں میں انتظام کرنا ان کی زندگی اور تعلیمات نیز ان کے فلسفہ و حکمت کے مختلف پہلوؤں پر مفید اور عام فہم کتابیں لکھوانا اسلامی علوم اور بالخصوص شاہ ولی اللہ کے مکتب فکر اور ان کے خانوادہ سے متعلق علمی کتابوں اور شخصیتوں کے حالات جمع کرنا، ان کے جانشینوں کی تصنیفات شائع کرانا اور ان سے متعلق دوسرے اہل علم سے کتابیں لکھوانا شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی اسلام اور خصوصاً شاہ ولی اللہ کے مکتب فکر کا مطالعہ اور تحقیقاتی کام کرنے والوں کے لئے ایک علمی مرکز ہوگی جہاں یہ سہولت اپنے کام کو انجام دے سکیں گے۔ شاہ صاحب کی حکمت اور فلسفہ کو عوام میں مقبول بنانے کی بھی پوری کوشش کی جائیگی۔ اس سلسلے میں یہ انتظام کیا جا رہا ہے کہ ایسے رسائل شائع کئے جائیں جن میں شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کو عام فہم زبان میں پیش کیا گیا ہو۔

شاہ ولی اللہ اکیڈیمی ایک مجلس نظماء کی نگرانی میں کام کرے گی جس کے ارکان حسب ذیل ہیں: چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف   سیکرٹری محکمہ اوقاف

مغربی پاکستان۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد پروفیسر غلام حسین جلبانی صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی۔ پروفیسر مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی۔ مخدوم امیر احمد۔ پروفیسر قاضی احمد محمود۔ پروفیسر محمد سرور۔ مولانا عنبر احمد۔ سید باقر شاہ۔ یہ اکیڈیمی حتی الوسع ایک خود مختار علمی ادارہ کی حیثیت سے کام کرے گی جس کی انتظامیہ کی نگرانی چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف کرینگے۔ اکیڈیمی کی طرف سے ایک شعبۂ تدریس بھی قائم کیا گیا ہے جس میں اسلامی علوم میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا جن میں سے پانچ منتخب طلبہ کو سو روپیہ ماہوار وظیفہ ملے گا۔

محمد علی اکیڈیمی :- زندہ قومیں اپنے محسنوں اور رہنماؤں کو کبھی فراموش نہیں کرتیں اور صدیوں تک اپنے عظیم فرزندوں کے نقوش قدم کو تازہ رکھتی ہیں لیکن ملت اسلامیہ بہت جلد اپنے قائدین کو فراموش کرکے غیروں کے نقوش قدم تلاش کرنے لگتی ہے مولانا محمد علی جن کو ہم سے رخصت ہوئے صرف ۴۳ برس گزرے ہیں ایسے ہی قائدین میں شمار ہوتے ہیں جنہیں اس مختصر سی مدت ہی میں ہم نے فراموش کردیا ہے۔ مولانا محمد علی نے صدیوں کے غلام ہندوستان کو جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کیا اور غلام قوم میں آزادی اور حریت کی روح پھونک دی جس نے ہم کو آزادی کا سبق دیا اور ہم میں ایسی روح بیدار کردی جو ایک اسلامی مملکت کے قیام کا سبب بنی۔ محمد علی کو اور اس کے کارناموں کو زندہ رکھنے کے لئے محمد علی اکیڈیمی قائم کی گئی ہے جس کا مقصد اس فرزند ملت کی یاد کو تازہ رکھنا ہے۔ محمد علی اکیڈیمی کا قیام مشہور ادیب رئیس احمد جعفری کی کوششوں سے عمل میں آیا ہے۔ خوش قسمتی سے اُن کے پاس مولانا جمال میاں فرنگی محلی کا عنایت کردہ معلومات کا اتنا تازہ و نایاب ذخیرہ جمع ہوگیا جو خالص دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔ خود رئیس احمد جعفری کے پاس بھی بہت سا ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر مولانا محمد علی کے کردار و شخصیت، سیاست اور صحافت، انظریات و خیالات پر کئی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں چنانچہ اسی مواد کے پیش نظر تین کتابوں کا خاکہ تیار کرلیا گیا ہے جن میں سے ایک چھپنے والی ہے۔

محمد علی اکیڈیمی وہ کتابیں بھی شائع کرے گی جو مشاہیر ملت۔ علامہ اقبال۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا حسرت موہانی، نواب اسمٰعیل خاں، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمود الحسن اور مولانا ظفر علی خاں کے احوال و سوانح اور سیرت و افکار پر مشتمل ہونگی۔ آزادئ ہند یا قیام پاکستان کی تحریکوں سے متعلق معتبر اور مستند مواد جمع کرنا اور اس کو شائع کرکے عوام کے سامنے پیش کرنا بھی اکیڈیمی کے پروگرام میں شامل ہے۔ زندہ مشاہیر سیاست کی خود نوشت سوانح اور تذکرے بھی اسی پروگرام کا جزء ہیں۔

اکیڈیمی سے تعاون کا یہ طریقہ ہے جو اصحاب محمد علی اکیڈیمی کو یکمشت ایک ہزار روپیہ مرحمت فرمائینگے وہ سرپرست اعلیٰ قرار دیے جائینگے اور اکیڈیمی کی تمام کتابیں ان کو زندگی بھر مفت پیش کی جاتی رہینگی۔ جو اصحاب یکمشت پانچ سو روپیہ پیش کرینگے وہ مربی کہلائینگے۔ اور ان کو بھی تاعمر کتابیں مفت پیش کی جاتی رہینگی۔ اسی طرح جو اصحاب دو سو روپیہ دیں گے وہ تاحیات ممبر ہونگے۔ اور سو روپیہ دینے والے حضرات کو ہر کتاب نصف قیمت پر مہیا کی جائیگی یکمشت تیس روپیہ دینے والے افراد سال بھر تک اکیڈیمی کی ہر کتاب کے مستحق ہونگے۔

اس نیک کام میں حصہ لینے والوں سے جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مولانا محمد علی اکیڈیمی کی ترقی، اس کے اغراض و مقاصد کی ترویج اور کتب کی طبع و اشاعت پر صرف ہوگا محمد علی اکیڈیمی سے تعاون کرنے والے حضرات محمد علی اکیڈیمی۔ ۸۹۔ ٹیگور پارک۔ لاہور سے رجوع فرما سکتے ہیں۔

مولانا سید جعفر شاہ پھلواری

اثر صہبائی مرحوم

کوئی آٹھ دس سال ہوئے میں ایک شخص کے ساتھ پہلی بار ان کے گھر پر گیا۔ انہوں نے شکایت کی تھی کہ ماہنامہ ثقافت پابندی سے نہیں ملتا۔ اُس وقت یہ ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے جو نئے مزنگ کی سرحد پر واقع ہے۔ اور اُس کا فاصلہ میری سابق قیامگاہ سے تقریباً نصف فرلانگ پر ہے۔ پہلی ہی صحبت میں یہ مجھ سے بے تکلف ہو گئے۔ کچھ اشعار سنائے اور کچھ لطیفے چھوڑے، میرے مصنوعی دانت دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ میرے ہم محلہ ہی نہیں بلکہ ہم سن "بھی ہیں۔ (عربی میں دانت کو سن کہتے ہیں)

اس کے بعد ہر دوسرے تیسرے میرے ہاں آنے لگے۔ وہ ٹہلنے کے بڑے عادی تھے۔ اور سیر کرتے ہوئے ہی میرے پاس آجاتے اور بعض اوقات گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ ایک دن کچھ حسرت بھری آواز میں مجھ سے سوال کیا کہ کیا آپ کو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے؟ میں نے کہا چند بار۔ اتفاق سے اس وقت میرے سامنے میری ایک تالیف "ریاض السنۃ" رکھی ہوئی تھی۔ جس کے ایک ابتدائی صفحہ پر میرا ایک خواب درج تھا۔ اور اس میں زیارت نبوی کی تفصیل تھی۔ صہبائی صاحب اسے پڑھ کر دیر تک متاثر ہوتے رہے۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد کہنے لگے "میں ابھی تک اس سعادت سے محروم ہوں۔ کوئی طریقہ آپ کو معلوم ہو تو مجھے بھی بتائیے!"

اس کے بعد فلسفۂ خواب پر میں نے ایک مفصل تقریر کی جس میں بتایا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ "جو مجھے دیکھتا ہے وہ مجھ ہی کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔" پھر یہ بتایا کہ کیوں حضور ایک ہی شخص کو مختلف اوقات میں مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ اس دن سے انہیں مجھ سے بڑا روحانی تعلق پیدا ہو گیا۔ وہ جب کوئی نئی غزل لکھتے اسے سنانے میرے پاس آجاتے۔ غزل تو شاید ایک دو بار سنائی ہو گی۔ زیادہ تر وہ نعت یا منقبت لکھتے اور سناتے رہتے۔ ایک دن کہنے لگے کہ میں اپنا مجموعہ کلام چھپوانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم اس پر ایک مقدمہ لکھو۔ میں نے دوسرے یا تیسرے دن وہ مقدمہ لکھا۔ اور انہیں سنایا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اپنا مسودہ وہ مجھے دکھا چکے تھے۔ اور اُسی کو دیکھ کر میں نے اپنے تاثرات قلمبند کئے تھے۔ ان کے مجموعۂ کلام کا نام ہے۔ "بحضور سرور کائنات" اسی پر یہ مقدمہ شامل ہے۔

غرض میرے ساتھ ان کی وابستگی روز بروز بڑھتی گئی۔ اور میں ان سے قریب سے قریب تر ہوتا گیا۔ زیارت نبوی کے لئے اُن

کی بے چینی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ اور اس بے چینی کو محسوس کر کے میں نے بے دھڑک پیش گوئی کر دی کہ اب وقتِ زیارت قریب تر آگیا ہے۔ خدا کی شان کچھ دنوں بعد وہ کوہ مری گئے۔ اور وہاں انہیں خواب میں زیارت نصیب ہو گئی۔ مری سے واپس آتے ہی میرے پاس آئے۔ اس وقت ان کا چہرہ مسرت سے چمک رہا تھا۔ اپنا خواب بتفصیل سے بیان کیا۔ اس کے بعد ان کا رجحان نعت گوئی کی طرف اور زیادہ تیز ہو گیا۔ پھر کئی روح افزا خواب اور بھی دیکھے جو مجھ سے بیان کئے، اور ہر خواب کے بعد وہ اپنے تاثرات روحانی کو منظوم بھی کر لیتے اور مجھے سناتے۔ ان کے کلام سننے کے بعد میں کہیں کہیں اپنی بے باکی اور بے تکلفی سے کچھ ترمیم بھی کر دیتا، کچھ تو وہ مان لیتے، اور کچھ نہ مانتے۔

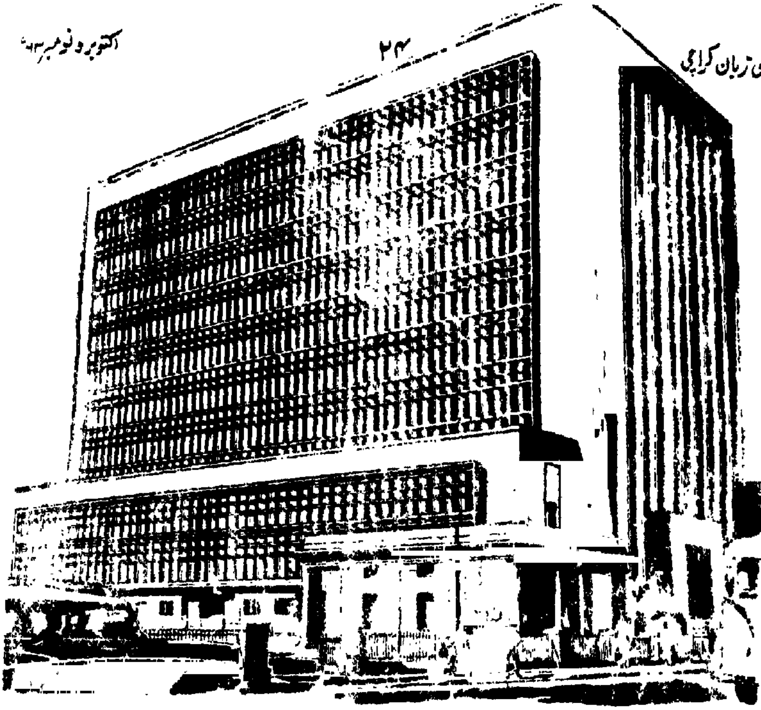
وہ فلسفے کی سٹوڈنٹ تھے۔ کانٹ، نٹشے، گوئٹے، برگساں، اسپی نوزا، شوپن ہار، آئن سٹائن، وغیرہ کی باتیں بھی وہ خوب کرتے تھے۔ ان پر تنقیدیں بھی کرتے تھے۔ اور ان کے اعلیٰ اقتباسات بھی سناتے تھے۔ قانون کے بڑے اچھے ماہر تھے۔ پبلک پراسیکیوٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ اور مجھے علم ہے کہ وہ اپنے کام کو بڑی دیانت داری سے انجام دیتے تھے۔

اخلاق و سیرت میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ اور اپنے اصول کے پکے تھے۔ غلط سفارش کو ماننے سے ہمیشہ انکاری رہے۔ ان کے تعلقات اگرچہ بہت وسیع تھے۔ اور ہر ایک سے مساوی سطح پر ملتے تھے۔ لیکن مجھ سے دو آدمیوں کا ذکر خیر اکثر کرتے تھے۔ سمن آباد میں پروفیسر سید وقار عظیم کی شرافتِ نفس، ہمدردی، ادبی و علمی صلاحیت کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے۔ اور گلبرگ میں جناب جسٹس ایس۔ اے رحمان صاحب کی انسانی ہمدردی لیاقت اور حوصلہ افزائی کا بھی بہت ذکر کیا کرتے تھے۔ ان دونوں سے مرحوم کو بڑی وابستگی تھی اور مجھ سے بھی زیادہ تھی۔ ابھی چند دن ہوئے۔ ایک دن پروفیسر وقار عظیم میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ صہبائی صاحب نے میرے پاس اپنا ایک خواب کہلا بھیجا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ (پروفیسر صاحب) نے میرے (صہبائی صاحب کے) پاس ایک رقعہ بھیجا ہے۔ جس پر بہت صاف لکھا ہوا ہے کہ ان کے سینے میں درد ہے، میرا گمان جاتا ہے کہ شاہ صاحب (محمد جعفر) کی طبیعت ناخراب ہو، آپ فوراً جا کر ان کی خیریت دریافت کیجئے میں نے کہا اس وقت بحمداللہ میں خیریت سے ہوں اگرچہ گزشتہ ہفتہ میں کچھ علیل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں اپنی خیریت کا یقین دلانے کے لئے خود ہی صہبائی صاحب کے پاس گیا۔ وہ باہر کے لان میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے بتایا کہ میں نے اپنے مکان کے دو کمرے کرائے پر دے دیئے ہیں میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہ اپنا کمرہ نہ فقط اپنا مکان ہی بدل رہے ہیں۔ بلکہ مکانِ ارضی کو چھوڑ کر جنت فردوس میں منتقل ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کون جانتا تھا کہ یہ میری ان کی آخری ملاقات ہے۔ تیسرے ہی دن اخبار نے بتایا کہ وہ رات گیارہ بجے دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ میرے سینے میں کوئی جسمانی درد نہ ہوا تھا۔ مگر ان کی ابدی جدائی نے سینے میں ایک غیر مرئی درد پیدا کر دیا ہے۔ شاید ان کے خواب کا یہی مطلب تھا۔

ان کی شاعری پر تبصرہ ایک الگ صحبت کا متقاضی ہے اس مختصر سی صحبت میں اس کا احاطہ ممکن نہیں، بہر حال ان کا آخری مجموعۂ کلام ہے یہ بحضور سرورِ کائنات " اسے پڑھنے کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ مرحوم کے سینے میں "اقبال" کا دل دھڑک رہا ہے۔ بعض اشعار تو ایسے ہیں اگر بتایا نہ جائے تو لوگ اسے اقبال ہی کا شعر سمجھیں گے۔

افسوس آج ایک مخلص دوست۔ زندہ دل شاعر، روحانیت نواز نعت گو۔ بلند اخلاق رفیق، محبت و خلوص کا مجسمہ ہم سے رخصت ہو گیا۔

مرحوم کی یہ عجیب خصوصیت تھی کہ وہ سیالکوٹ کے ایک مشہور اہل حدیث خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بہ شکریہ "نوائے وقت"



ڈاکٹر سدارام

بھارت میں اردو

انصاف کے لئے تڑپنے والی ایک مظلوم زبان

انگریز سامراج کی حد سے بڑھتی ہوئی ستم رانیوں سے پریشان اور متاثر ہندوستانیوں نے جن دنوں اُس کے خلاف آواز بلند کی اور مصمم ارادہ انگریز کے نکالنے اور آزادی حاصل کرنے کا کر لیا تو بھارتیہ قوم بالکل نہتی تھی۔ توپ تلوار اور مشین گن یا قدیم و جدید کسی قسم کے ہتھیار اُس کے پاس نہ تھے۔ اس کے پاس تحریر و تقریر اور رائے عامہ کو بیدار و منظم کرنے کا ہی ایک محدود سا راستہ تھا۔ جس کے سہارے اس قوم نے نہایت دشوار گزار صورتوں میں اپنے کام کو جاری رکھا۔ چنانچہ اس کے استعمال کے لئے ایک عام فہم موثر بارعب اور زندہ زبان کی اشد ضرورت تھی۔ عین اُس نازک ترین موقع پر جبکہ ملک کی کوئی بھی زبان اسے پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ ایک اُردو ہی میدانِ جنگ میں کود دی۔ اور اُس نے نہ صرف اس مہم میں ملک کا ساتھ ہی دیا۔ بلکہ پورے طور پر راہنمائی بھی کی اور انگریز سامراج کی جڑیں اکھیڑنے کے لئے ملک کی جنتا کو بیدار کرنے کا وہ کام کر دیا۔ جس کا بین ثبوت ہماری آزادی کی صورت میں نکلا۔ ملکی آزادی کے لئے دھواں دھار تقریریں، اخباروں میں بجلی کے کرنٹ جیسی تحریریں اردو کے ذریعہ عمل میں آئیں۔ "انقلاب زندہ باد" کا وہ پلٹ نعرہ جسے دار پر سردار بھگت سنگھ اور ملک پر قربان ہونے والے ان کے ساتھیوں نے بلند کیا۔ اسی اردو کا تھا۔ غرضیکہ ہنستی بھارتیہ قوم نے حصولِ آزادی کے لئے اُردو کا آسرا لیا اور اُس سے کامیاب ہوئی۔ اُس وقت اور اُس زمانے میں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوگا کہ کبھی اُردو غیر ملکی قرار دے کر یہاں سے رخصت کی جاوے گی۔ بلکہ انصاف کے تقاضے کے طور پر آزادیٔ وطن کے بعد اُردو کی ترقی و توانائی کی پوری اُمید تھی۔ انگریز چلے گئے۔ ملک آزاد ہوا۔ بھارت کی باگ ڈور بھارت باسیوں کے ہاتھ میں آئی۔ یہاں کا آئین سیکولر مرتب ہوا بطور ایک ملکی زبان کے اُردو کو بھی اس میں کھلے بندوں تسلیم کیا گیا۔

لیکن ملک کے انصاف پسند طبقہ کی حیرت کی کوئی حد نہیں رہی۔ جبکہ اُردو کو آزاد بھارت کی آب و ہوا میں نہ سالس لینے نہ زندہ رہنے۔ اور نہ ہی بھارت بھومی پر قدم رکھنے کا حق رہا۔ بلکہ نہایت ہوشیاری، چالاکی دلیری اور فرقہ وارانہ ذہنیت سے اُسے قتل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اور یہ تمام کچھ یہی سیکولر آئین اسی سیکولر سرکار اور ان ہی نیتاؤں اور حکمرانوں کے ہاتھوں ہوا۔ جب جنگِ آزادی کے دوسرے مجاہدوں اور خادموں کو انعام و اکرام تقسیم کئے گئے عین ایسے ہی موقع پر اُردو کو اس کی بے مثال قربانی کا

یہ پہلا جو عدل و انصاف کی بُری سے بُری ناقابلِ فراموش مثال کہی جا سکتی ہے۔ اور جسے ہماری تاریخ کبھی بھلا نہ سکے گی۔

اردو سے پریم رکھنے والے ہندو۔ مسلمانوں سکھوں۔ عیسائیوں نے بہت کچھ سرکاری دربار میں انصاف کے نام پر دہائی دی۔ اردو کو ملکی زبان ثابت کرنے۔ اس کی ضرورت محسوس کرانے میں کسر نہ چھوڑی، یہیں تک نہیں، کروروں بھارتیہ اُردو پریمیوں کی ترجمانی کرنے والا لاکھوں دستخطوں سے مزین میمورنڈم سابقہ راشٹر پتی سورگیہ ڈاکٹر راجندر پرشاد جی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو ملک کی سب سے بڑی قابلِ احترام عدالت کہی جاتی تھا لیکن نتیجہ؟ . . . وہی جو سامنے ہے . . . ۔ اردو ہی طرزِ عمل اور وہی تمام کچھ! . . . . حقیقت یہ ہے کہ کسی سوتے کو جگایا جا سکتا ہے۔ اور جو جان بوجھ کر آنکھ بند کرے اُس کے جگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی کچھ ہماری سرکار نے اردو کے بارے میں راہ اختیار کی۔ اس اپنے سولہ سالہ دورِ حکمرانوں میں ہمارے بعد پرورش۔ تیاگن ملک سے افلاس جیسے روزگاری، جہالت، مہنگائی فرقہ پرستی، چور بازاری، بے ایمانی۔ کنبہ پروری۔ رشوت۔ بد دیانتی۔ ملاوٹ وغیرہ وغیرہ جیسی بدعتیں۔ بُرائیاں حسب وعدہ دور کرنے میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن داد دینی چاہیئے۔ اُن کی اس کرامات کی کہ کم از کم اردو کے ملک بدر کرنے میں تو وہ پورے طور پر کامیاب ثابت ہوئے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایک بدعت اور برائی کے روپ میں ہی انہوں نے اردو کا صفایا کیا۔ انھوں نے شاید دوسری برائیوں کو ملک کے لئے نقصان رساں نہ سمجھا ہو۔ اُن کی نگاہ میں اردو ہی ایسی برائی ثابت ہوئی جو ملک کے لئے خطرناک تھی۔ ؟

حامیانِ اُردو آئین اور سیکولرازم کے واسطے سے اردو کے لئے ادب و احترام کے ساتھ انصاف مانگتے مانگتے تھک گئے۔ اور مایوس ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے نہ ہندی کی کبھی مخالفت کی اور نہ ہی سرکار کو بیہودہ ایجی ٹیشنوں سے پریشان کیا۔ یہ تمام کچھ بھی بیچاری اُردو ہی کے ادب کا ایک حصہ کہا جائے گا۔ حامیان اردو نے دوسرے عناصر کو اپنے مطالبات جائز و ناجائز تشدد اور ڈنڈے کے زور سے سرکار سے منواتے دیکھ کر بھی اپنا اصول نہیں بدلا۔ لیکن ہماری سرکار آج تک انصاف اور قیام اُردو تو دور کی بات رہی۔ کسی مناسب منصفانہ جواب سے بھی تامر وخاموش رہی۔ اور مثل کہاوت ا۔ "ایک چپ سو کو ہرا دے"۔

اب اس پبلک کا سمجھدار طبقہ حیران ہو کر سوچنے پر مجبور ہے اور اُردو کی حق تلفی اور ناانصافی کو بُری طرح محسوس کرتا ہے۔ کیا اردو ملک کے لئے کوئی بُری اور نقصان دہ چیز تھی؟ کیا یہ غیر ملکی زبان تھی؟ ان تمام باتوں میں سے کسی ایک کا صحیح جواب سرکار کے پاس نہیں ہے جس سے وہ اپنا پیچھا چھڑا سکے۔ ہاں اب بخوبی ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہماری سرکار کی نظروں میں "اُردو مسلمانوں کی زبان ہے" اور صرف یہی تو اس کا قصور ہے۔ جس کی سزا بھگتنے کے لئے اسے مجبور کیا جا رہا ہے۔

اگرچہ حقیقت کے آئینے میں اور عوامی سطح پر اُردو تمام لوگوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ ایک مشترکہ سیکولر بولی ہے۔ لیکن ہوتی رہے سرکاری دماغوں اور سرکاری حدود میں یہ مشتبہ اور غیر یقینی صورت میں بدستور محسوس ہوتی آ رہی ہے۔ اب اگر قیاس یہی کر لیا جائے اور فرضی طور پر اردو کو محض مسلمانوں ہی کی میراث مان لی جائے تب بھی انصاف کا مطالبہ قائم ہے۔ اور پوچھا جا سکتا ہے کہ ایسا عمل خود حکومت کے آئین اور سیکولرزم کے عین مطابق ہے؟ مسلمان بھی تو آخر اسی دیش کے شہری ہیں۔ جو ہر انتخاب پر اپنے ووٹ انہی کانگریسی نیتاؤں کے سپرد کرتے آئے ہیں۔ اور جب وہاں سرکار پنجاب کے صرف نصف کروڑ سے کم سکھوں کی خالص مذہبی و دھارمک زبان گورمکھی کو بے پناہ ترقی دے کر دوسرے پر خلاف رہی

ٹوٹنی چکی ہے۔ تب پانچ چھ کروڑ بھارتیہ مسلمانوں سے یہ سوتیلی ماں والا سلوک کیا معنی ؟ کوئی بھی سرکار شخصی ہو یا جمہوری اپنے ملک کے پورا پورا انصاف مہیا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اور وہ سرکار جو جمہوری ہونے کے ساتھ ساتھ سیکولر پن کی دعویدار بھی ہو اس کی نسبت کیا کہا جائے۔

طاقت و اقتدار۔ اختیارات ایسی چیزیں ہیں جو انسانی آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی ہیں۔ اور ان کے نشہ میں انسان اگر پرماتما کو بھی بھلا دے تو تعجب نہیں۔ عدل و انصاف سب کچھ بھی پس پشت ڈالا جا سکتا ہے۔ یہی کچھ بیچاری اردو کے بارے میں آج ہم اور تمام دنیا دیکھ رہی اور محسوس کر رہی ہے۔ اردو بیچاری انصاف کے لئے تڑپ رہی ہے۔ تڑپ کر جان دے رہی ہے۔ حامیان اردو بے بس، لاچار اور مایوس ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا۔ ان المناک حالات میں یہ کہیں کہیں گوشے میں سرکاری حدود سے باہر بھی زندہ رہ جائے۔ لیکن تاریخ کے باب کھلے ہیں۔ واقعات کو زندہ رہنا ضروری ہے۔ اور اردو سے بے انصافی کا یہ حادثہ ان کی زینت بنتا ہے۔ یہ رہے "رام سائیں کا" ہمارے بعد کے ہندی پرست نیتاؤں کا یہ سنہری کارنامہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک یادگار ہو کر رہے گا کہ انہوں نے ملک کے ایک قیمتی سرمائے کو کس تعصب اور تنگ نظری کی قربان گاہ پر چڑھا کر دم لیا تھا۔


خانہ داری میں
ان کا جواب نہیں
یہ اپنے شوہر کی تنخواہ کا ایسا حساب پھیلاتی ہیں
کہ گھر کی ہر ضرورت آسانی سے پوری ہو جاتی۔
لیکن ایک دن یہ بے خیالی میں
ایک ایسا سوتی کپڑا اُٹھا لائیں جس پر
"سینفورائیزڈ" کا لیبل لگا ہوا نہ تھا۔
اب ان کی خوبصورت نئی چولی کا حشر دیکھئے
یہ ایک ہی دھوپ میں کیا سے کیا ہو گئی۔
خریدتے وقت کسی کے کہنے سننے میں نہ آیئے
روپے کے صحیح مصرف کا اندازہ خود لگایئے!
ہمیشہ آدم جی کے
SANFORIZED
سینفورائیزڈ پارچہ جات طلب کیجئے
پھر آپ کے کپڑے سکڑ کر کبھی غیر موزوں نہ ہوں گے!
پاکستان میں سینفورائیزڈ پارچہ جات
آدم جی انڈسٹریز لمیٹڈ

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اُردو کی وضاحتی فہرست

۱۔ رسالہ فقہ منظوم — محمد اسمعیل

۲۔ من موہن — محمد باقر آگاہ دہلوی

مرتبہ
افسر صدیقی امروہوی

ابتک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جاچکے ھیں

۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام عیش محیط
۳	وصیت نامہ	————
۴	دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین تامی
۷	دیوان عیش	طالب علی خان عیش
۸	مجموعہ حکایات	————
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبد اللہ خان اوج سرہندی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابو الحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	دائم
۱۵	مثنوی باغ ایمان	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوان بیان	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبد الولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراھیم	علی ابراہیم خاں
۲۴	مثنوی دود دلیہ	ہمرنگ
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصہ چار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷	کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	آفاق شبرت
۳۰	مثنوی ضمیر لکھنوی	————
۳۱	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خان سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	عنایت اللہ خان سرشار
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	" " "

رسالہ فقہ منظوم

سائز ۵ ½ × ۴ صفحات ۲۸ سطور (۱۱) سنہ تصنیف قبل از ۱۱۷۶ھ سنہ کتابت ۱۱۷۶ھ

یہ ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں اسلام و ایمان فرائض، وضو اور متعلقات وضو لوازم غسل، روزہ و مکروہات روزہ و افطار و کفارہ، نماز، عیدین، جنازہ و میت اور دفن و کفن کا مفصل بیان نظم میں کیا گیا ہے محی الدین زور قادری مرحوم نے اس مثنوی کی ابیات کی تعداد (۲۲۵) بتائی ہے اور ثبوت میں یہ بیت پیش کی ہے ؎

دو صد پچیس بیتاں ہیں سراسر کیا ہوں مختصر اور بہوت نادر

لیکن مخطوطہ زیر نظر میں بیت بالا کے مصرع اول میں دو صد پچیس کے بدلے دو صد پنجہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ دو صد فارسی کے ساتھ "پچیس" اردو کا جوڑنا مناسب معلوم ہوتا ہے دو صد پنج (دو صد پنجاہ) ہی ہونا چاہیئے مخطوطے میں کل ابیات کی تعداد بھی (۲۵۰) سے سات زائد ہے غالباً یہ سات ابیات حمد کی ہیں جسے مصنف نے اصل کتاب کی ابیات میں شامل نہیں کیا۔

زور مرحوم نے سنہ تصنیف ۱۲۵۰ھ کے قریب بتایا ہے لیکن زیر نظر مخطوطے کا سنہ کتابت ۱۱۷۶ھ ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ رسالہ ۱۲۵۰ھ نہیں بلکہ ۱۱۵۰ھ کے قریب تصنیف ہوا ہے۔ جو زبان اس رسالے میں استعمال ہوئی ہے وہ بھی اسے بارھویں صدی کی تصنیف ظاہر کرتی ہے مثلاً ؎

بہی لینا ذائقہ ہور چابنا شے جو نہانا غیر حاجت غرغرہ لے

جمع کر تہوک موں میں اس کو نگلے دہن ہور ناک میں پانی کو بھرلے

اس مخطوطے کے مصنف محمد اسمٰعیل نام کے کوئی بزرگ ہیں پروفیسر زور نے ان کا تخلص عاصی بتایا ہے ؎

مرا ہے نام اسمٰعیل عاصی خدایا بخشنا میرے معاصی

وہ کہتے ہیں کہ "مصنف نے اپنا نام خاتمہ کتاب سے قبل بھی لکھا ہے اور وہاں بھی اسمٰعیل کے ساتھ عاصی بطور تخلص استعمال ہوا ہے" اس کی سند میں انہوں نے یہ بیت لکھی ہے ؎

میں اسمٰعیل عاصی اور گدا ہوں حقیر عالم و فقرا الہدیٰ ہوں

لیکن ہمارے خیال میں عاصی کسی جگہ بھی تخلص کے طور پر استعمال نہیں ہوا۔ پہلے شعر میں "خدایا بخشنا معاصی" کے ساتھ اسمٰعیل عاصی کا استعمال بتاتا ہے کہ یہاں عاصی گنہگار کے معنی میں ہے اور یہ اسمٰعیل موصوف کی صفت ہے دوسرے شعر میں عاصی کو اور کے ساتھ گدا سے ملانا خود تخلص کی نفی کرتا ہے اس صورت میں یا تو "عاصی اور گدا" کو ایک مرکب تخلص ماننا پڑے گا یا دونوں کو صفت میں شمار کیا جائے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ حرف عاطفہ کی موجودگی میں معطوف کو چھوڑ دیں اور معطوف علیہ کو اپنے منصب کے لئے انتخاب کرلیں۔

اسماعیل کے تفصیلی حالات کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکے ۔ اس نام کے چار شاعر و مصنف اب تک معلوم ہو سکے ہیں ایک اسمٰعیل امروہہ کے باشندے تھے وہ اپنے نام کے ساتھ عاصی استعمال نہیں کرتے ۔ یہ اسمٰعیل صاحب وفات نامہ بی بی فاطمہ کے مصنف ہیں جو ۱۱۰۵ھ میں لکھی گئی ہے وہ اس کتاب میں کہتے ہیں ؎

نبی پیروی بیچ رہ اسمٰعیل | قیامت کوں بخشیگا رب جلیل

یہ رسالہ فقہ کے مصنف اسمٰعیل سے مقدم ہیں ۔

دوسرے اسمٰعیل کوکن کے باشندے تھے جن کا رسالہ ردکفر ۱۲۶۰ھ کا لکھا ہوا ادارہ ادبیات حیدرآباد کے کتب خانہ میں ہے وہ موخر ہونے کی وجہ سے خارج از بحث ہیں ۔

تیسرے شیخ اسمٰعیل ہیں یہ اگرچہ بارھویں صدی کے شاعر ہیں مگر اپنے نام کے ساتھ شیخ ضرور لکھتے ہیں ؎

بولے سو شیخ اسمٰعیل نے | آیا دل میں شاہد ہونے
منزل سوں ہور مقامات سوں | بولیا ہوں شیخ اسمٰعیل یوں

ان کے کلام کا مجموعہ بھی ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں موجود ہے

اسماعیل عاصی ان تین بزرگوں کے سوا کوئی اور شخصیت ہیں ان کے رسالہ فقہ و عقائد کا ذکر تذکرہ مخطوطات جلد سوم کے صفحہ ۲۲۸ پر کیا گیا ہے لیکن مرتب کتاب نے ان کے حالات نہیں لکھے البتہ اشتباہاً شاہ نامہ محمد حنیف کے کاتب کو جس نے ترقیمہ میں اپنا نام عاصی محمد اسمٰعیل لکھا ہے رسالہ فقہ کا مصنف سمجھا ہے حالانکہ یہاں بھی "عاصی" محمد اسمٰعیل کی صفت کے طور پر آیا ہے اور نام بھی اسمٰعیل کے بدلے محمد اسمٰعیل ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ معاملہ جوں کا توں رہ جاتا ہے ۔

رسالہ فقہ کی تصنیف کا مقصد مصنف نے "بیچ سبب بنانے کتاب کے" اس عنوان کے تحت اس طرح بیان کیا ہے ؎

عقائد ہور فقہ کے ہیں مسائل | عربی فارسی سو بھی مفصل
ولے ادا میاں بھی عورتاں پر | نہیں ہوتے ہیں مسئلے اپنو ظاہر
میں اس کے واسطے کر سعی کامل | لکھا دکھنی میں مجمل .... مسائل

آغاز کتاب ۔

الٰہی خالق ارض و سما تو | کیا پیدا ملائک انس و جاں کو
رکھا ہر یک کنتیں ہر کام میں تو | دیا انسان کنتیں بندگی کو
جتے میں جھاڑ، کو یاں اور زمیناں | چرندے ہور پرندے آسماناں
ترے فرمان و طاعت میں ہیں دائم | ولے انساں نہیں طاعت پہ قائم

اس حمد کے بعد نعت کی (۲۳) ابیات ہیں پھر سبب کتاب بیان کر کے فرائض اسلام، فرائض ایمان، صفات ایمان، فرائض سنن وضو، مستحبات وضو، نواقضات وضو سے لے کر زیارت قبور تک ۲۷ عنوانات میں تمام عقائد کی تشریح کی ہے رختم کتاب

(۶) ابیات ہیں جس میں اپنے والدین استاد اور مرشد کے لئے فلاح دین و دنیا کی صلا ہے اختصاراً چند ابیات یہ ہیں ؎

ختم یہاں سو کیا ہوں انتہا میں   ضروری تھے مسائل دو لکھا میں
دو صد پنجہ یہ بیتاں ہیں سراسر   کہا ہوں مختصر اور بہوت نادر
میں اسمٰعیل عاصی ہوں گدا ہوں   حقیر عالم فقیر الہدا ہوں
الہی مجکو ایمان و اماں دے   ترے ذکر و پہچانت کی بیاں دلے
تمام ہوئے یو کتاب فضل خدا سے   بحق مصطفےٰ ہور مرتضیٰ سے

ترقیمہ :۔ بفضلہ و رسولہ ایں رسالہ الفقہ تمام سید لطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

من موہن

سائز ۸/۳ ۴ × ۴/۳ ۳ صفحات ۵۹ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۱۸۶ھ سنہ کتابت

یہ ایک مثنوی ہے جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دراصل مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری کی ہشت بہشت کا تیسرا حصہ ہے۔ اس سے پہلے کے دو حصوں کا ذکر مصنف نے خود ان الفاظ میں کیا ہے اور اسی کے ساتھ تیسرے حصے کے سبب تصنیف کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے ؎

پہلے حصے میں اسے حقیر غریب   خوش لکھا توں بیان نور حبیب
دوسرے میں لکھا ہے شوق سے توں   اُس کے مولود کی بشارت کوں
کرتوں ہر موکوں اپنی موسیقار   اب ولادت کے اس کی لکھ اخبار
حمل کی جو حکایتاں ہیں تمام   وضع کی جو کرامتاں ہیں تمام
دود کے سِن میں جو ہوا ہے عیاں   تا ہوسِنِ تمیز اسے حیراں
کر یو نسخے کے تئیں بہوت آساں   تا اُسے اُمیاں کریں سب گیاں
عربی فارسی سے جن کوں خبر   نیں ہے ان کے بدل یہ اسے مہتر

اسی سلسلے میں نام کا اظہار بھی ہے ؎

رکھ یہ نسخے کا نام من موہن   کر وسیلہ اسے تو احمد کن

من موہن کا جو مخطوطہ ادارۂ ادبیات حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے اس کی ابیات کی تعداد زور قادری مرحوم نے

(۷۰۰) بتائی ہے (فہرست اول ص۸۴) اور لکھا ہے کہ آخری حصّے میں سنہ اور تعداد ان ابیات میں بیان کی ہے ؎

چار دہ کم اٹھتے بارہ سو سال ہجرت سے یہ ہوا ہے تو
سب یہ ابیات اس کی بے تکرار سات سو کے اوپر ہیں ساٹھ اے یار

لیکن مخطوطہ زیر تبصرہ کی بیت شماری سے معلوم ہوا کہ کل تعداد ۷۱۲ ہے یہ کمی اس وجہ سے ہے کہ ص۱۲ پر جو ترک ہے وہ صفحۂ مابعد سے مطابقت نہیں رکھتا مجموعہ ہشت بہشت مدراس سے ۱۲۷۱ھ میں طبع ہو چکا ہے مخطوطے کے اس حصّے کا مقابلہ مطبوعہ نسخے سے کیا گیا تو ثابت ہوا کہ (۴۹) ابیات موجود نہیں ہیں جو چار صفحات میں آئی ہونگیں اور اس طرح مثنوی کی کل ابیات متروکہ ابیات شامل کرکے (۷۶۱) ہو جاتی ہیں اور یہ تعداد مصنف کی بتائی ہوئی تعداد کے مقابلے میں ایک زیادہ ہے مولوی باقر آگاہ ویلوری معروف شاعر ہیں جن کے مفصل حالات "ریاض الجنان" کے سلسلے میں لکھے جا چکے ہیں وہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور صاحب استعداد بزرگ تھے احاطہ مدراس میں ان کے تعلیم یافتہ اصحاب کافی ہیں انہوں نے ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی یہ مخطوطہ بہت صاف خط نسخ میں لکھا گیا ہے عنوانات سُرخ روشنائی کے ہیں۔ صورت خطی میں گ اور ک اور یائے معروف و مجہول دونوں یکساں ہیں اور ہائے دوچشمی ھ بالعموم استعمال کی ہے مثلاً

پانچ بھیتی کا جب ھوا مختار آپ چلتا اتھا بغیر ادھار

آغاز۔ پہلے صفحہ پر کسی شخص نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذیل میں حصولِ مطلب کے لئے دو دعائیں اور ان کا طریقہ درج کیا ہے۔ دوسرے صفحہ پہ بالائی حصّے میں رسالہ من موہن درج ہے اس کے نیچے "ھو" اور اس کے نیچے مرتب لیس "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالخیر" تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حمد کا آغاز ہے ؎

اے تری حمد میں بیاں حیراں بوجھ میں تیری جسم و جاں حیراں
نہ تری ابتدا کوں غایت ہے نہ نہایت کو کچھ بدایت ہے
راہ میں تیری "عقل مرزبانی" کچھ نپائے بغیر حیرانی

حمد کی بارہ اور نعت کی (۱۳) ابیات ہیں اس کے بعد سبب تصنیف کی تشریح کی ہے جس کی چند ابیات اوپر درج کی جا چکی ہیں۔ پھر حضرت غوث اعظم اور اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قادری کی تعریف کی ہے اس کے بعد سیر اور حدیث کی کتابوں کی مدد سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ کے زمانہ حمل سے ساٹھ سال کی عمر تک کے حالات نظم کئے ہیں آخری عنوان یہ ہے۔

"در بیان اختتام این رسالہ میمنت انجام و مناجات بجناب خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام"

اس عنوان کے تحت اس واقعہ کا بیان ہے کہ کسی صحابی نے ابو لہب کو خواب میں دیکھا اور مرنے کے بعد جو حالات اس پر گزرتے ہیں معلوم کئے ابو لہب نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ رنج و عذاب میں مبتلا رہتا ہوں صرف اس رات کو مجھے تسکین حاصل ہے جس رات میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو پیغمبر اسلام کی ولادت کی خوشخبری سنانے کے عوض آزاد کر دیا تھا اور اسی حالت میں

پیاس بھر پانی پینا نصیب ہوتا ہے اس سلسلے میں کہتے ہیں ؎

بولہب تھا او کافر اے یاراں — کہ مذمت ہے جس کی در قرآں
عمر کھویا او سب جہالت میں — شاہ کونین کی عداوت میں
ہور رہ کفر ہور ضلال اوپر — آخر اس کا مقر ہوا بسقر
دلیے دشمن کوں او سرور و طرب — یو حمایت کیا برنج و تعب
جو کہ لایا ہے شہ اوپر ایماں — ہور ہے بلہار اوس پو یا دل و جاں
ہوئے خوش اُس کے گر تولد سوں — نعمتاں کیا ملیں گی کو اوسکوں

آخر میں مناجات کی ایک غزل ہے اس غزل کا مقطع و مطلع ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؎

یا رسول خدا تمہارا ہوں — جان و دل سے فدا تمہارا ہوں
عفو باقر کی اب کرو تقصیر — از برائے خدا تمہارا ہوں

کوئی ترقیمہ نہیں ہے صرف "تمت تمام شد" لکھا ہے۔

من موہن کا ایک مخطوطہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدرآباد میں ہے (۳۳۵ تذکرہ مخطوطات سوم ص ۸۲)

ہدایت ہندی

سائز ۹×۶ صفحات ۲۰۵ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۱۰۰ھ سنہ کتابت ۱۱۶۳ھ

یہ مثنوی دکن کی سرزمین کے ایک ایسے بزرگ کی تصنیف ہے جس نے گیارہویں صدی کے آخر میں شاعری شروع کی اور جو ضعیفی کے نام سے مشہور ہے۔ اس طرح ضعیفی کا زمانہ محمد قلی اور وجہی سے ۵۰-۶۰ سال بعد کا سمجھنا چاہیئے۔

پوری کتاب (۲۲) ابواب میں تقسیم ہے۔ باب اول و سوم کی پانچ، باب دوم کی سات، باب چہارم کی ۱۷، باب ششم کی بارہ باب ہفتم ہژدہم بیستم اور بست و یکم کی چار چار اور باب پنجم و نہم و نوزدہم و بست دوم کی تین تین فصلیں ہیں باب ہفتم و ہشتم اس مخطوطے میں موجود نہیں۔ اس طرح یہ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے۔

ادارۂ ادبیات حیدر آباد کے کتب خانے میں ہدایت ہندی کا جو مخطوطہ ہے ڈاکٹر زور قادری نے اس کے ابواب کی تعداد ۲۹ بتائی ہے لیکن زیر نظر مخطوطہ بائیس ابواب میں ختم ہو گیا ہے ۔ مرحوم نے پچیسویں باب کی دوسری فصل کا عنوان " در ختم کتاب واسم مصنف گوید " دیا ہے یہی عنوان انجمن کے مخطوطے میں بائیسویں باب کی دوسری فصل کا ہے ۔ اس فصل میں (۱۵) ابیات ہیں ان (۱۵) ابیات میں وہ بارہ ابیات بھی بجنسہ شامل ہیں جو زور صاحب نے نقل کی ہیں ۔ تیسری فصل بھی جس میں بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیر کی مدح وستائش کی گئی ہے دونوں نسخوں میں بالکل یکساں ہے ۔ معلوم نہیں کہ انجمن کے مخطوطے میں جو بائیسواں باب ہے وہ ادارۂ ادبیات کے مخطوطے میں پچیسویں نمبر پر کس طرح پہنچ گیا ۔ یہ تین ابواب کہاں اور کس طرح اضافہ ہوئے ۔

اسی طرح تعداد ابیات ۳۰۴۸ ظاہر کی گئی ہے ۔ اسی کے ساتھ زور قادری نے بتایا ہے کہ ۱۱۳۱ھ میں فتح شریف بلخی ایک شاعر نے پندنامہ لقمان کا دکنی زبان میں ترجمہ کر کے ہدایت ہندی میں (۳۰) بیتوں کا اضافہ کر دیا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ ضیفی کی اصل کتاب میں (۳۰۱۸) ابیات تھیں ۔ زیر تبصرہ مخطوطہ میں (۲۸۰۳) ابیات ہیں یعنی اصل کتاب سے (۲۱۵) ابیات کم اگر باب ہفتم و ہشتم شامل ہوتے تو ابیات کی تعداد اصل تصنیف کے برابر ہو جاتی ۔

زور صاحب نے ہدایت ہندی کے سنہ تصنیف کے سلسلے میں یہ ابیات نقل کی ہیں ؎

جو تاریخ ہجرت ہزار ایک سو بیچ   ہدایات ہندی ہوا یوں تو بیچ
اگیارہ سو اس میں بھرے تھے تمام   اسی بیچ تمت کا دیکھا مقام
صدی بارہویں کا لگیا تھا برس   اسی بیچ باجایو دکھنی جرس
ولیکن شہنشاہ کے دہر میں   مبارک او ذی الحجہ کے شہر میں
اتھی سات تاریخ ، دن مشتری   یہ نسخہ مرتب ہوا خوشتری

زیر نظر نسخہ میں بھی یہی ابیات کسی قدر تغیر و تبدل کے ساتھ موجود ہیں ۔ زور مرحوم کا بیان ہے " یہ اختتامی شعر ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ۱۱۰۰ھ میں لکھنا شروع کیا اور بروز جمعرات ۷ ذی الحجہ ۱۱۰۱ کو آخری بیت لکھ کر مکمل کیا ۔"
لیکن یہ اندازہ صحیح نہیں ۔

ضیفی کے اس شعر سے ؎

اگیارہ سو اس میں بھرے تھے تمام   اسی بیچ تمت کا دیکھا مقام

صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنہ گیارہ سو میں کتاب اختتام کو پہنچ گئی ۔ یہ خیال اس دلیل سے اور بھی پختہ ہو جاتا ہے کہ ماہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو جمعرات اسی سال واقع ہوئی تھی ۱۱۰۱ھ میں اس تاریخ کو دن منگل کا ہوتا ہے ۔ مختصر یہ ہے کہ ہدایت ہندی کی تصنیف کا صحیح سنہ ۱۱۰۰ھ ہے ۱۱۰۱ھ نہیں ہے ۔ (تقویم ہجری و عیسوی مطبوعہ انجمن ترقی اردو)

زور مرحوم کہتے ہیں کہ " ترجمے میں اور فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ میں اس کتاب کا نام ہدایت ہندی لکھا گیا ہے جو غلط

م ہدایات ہندی ہے جیسا کہ مصنف کی ان ابیات سے ظاہر ہوگا جو اوپر درج کی گئی ہیں"
زور مرحوم نے جن ابیات کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے ؎

ہدایات ہندی گکر اس کا ناؤں ۔۔۔ دکھیا ہوں جتایا ہوں ہندیاں کے ٹھاؤں

لیکن زیر نظر مخطوطہ میں یہ بیت اس طرح ہے ؎

ہدایت ہندی ہی گکر اس کا ناؤں ۔۔۔ دکھیا ہوں بنایا ہوں ہندیاں کے ٹھاؤں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ کا اصل نام ہدایت ہندی ہی ہے۔ سالار جنگ کے کتب خانے میں ہدایت ہندی کے دو مخطوطے ہیں پہلے مخطوطے کے ترقیمہ میں اس کا نام " ال" کے اضافے کے ساتھ ہدایت الہندی تحریر ہے (فہرست ص۲۲۱) سینٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد کی فہرست میں بھی پہلے نمبر کے مخطوطے کا نام ہدایت الہندی ہی ظاہر کیا گیا ہے جسے نصیر الدین ہاشمی صاحب نے مصنف کی طرف منسوب کیا ہے (ص۲۵ جلد دوم) موصوف نے اس کا دوسرا نام ہدایت نامہ ہندی بتایا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ میں تمام عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں رسم الخط وہی ہے جو گیارہویں صدی اور بارہویں صدی میں رائج تھا یائے معروف و مجہول یکساں رہیں اسی طرح کاف و گاف میں بھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکستہ کتاب میں ان مسائل کا ذکر ہے جو ایک مومن کو جاننا ضروری ہیں جگہ جگہ قرآن کی آیتیں اور حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں اس طرح مذہبی معلومات کے لئے یہ ایک مستقل تصنیف بن گئی ہے۔

حالات مصنف۔ ضعیفی کا نام شیخ داؤد تھا جو اس نے اپنی تصنیف میں خود ظاہر کر دیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی و فارسی کا جید عالم اور عقائد و فقہ سے باخبر تھا۔ ضعیفی کی یہ تصنیف ظاہر کرتی ہے کہ وہ مذہب کا سچا پابند اور بڑا متقی شخص تھا اس مثنوی میں عالمگیر فاتح دکن کی تعریف انہیں خیالات کا نتیجہ ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش ضعیفی کے ضروری حالات دستیاب نہیں ہوئے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس نے کب وفات پائی قیاساً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۱۰۰ھ سے قبل انتقال کر چکا تھا اگر ضعیفی مذکورہ سنہ میں بقید حیات ہوتا تو فتح شریف بخی پند نامہ لقمان کا دکنی ترجمہ کر کے اس کی کتاب میں بصورت فصل زائد شامل نہ کر سکتا تھا۔

ضعیفی کی تصنیف سے چار اور کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) مثنوی عشق صادق۔ یہ کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں ایک عورت کی داستان بیان کی گئی ہے جو حضور سرور کائنات کی محبت میں بیتاب ہو کر جل گئی تھی (اردو مخطوطات اول ص۲۹) مثنوی عشق صادق کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی ہے۔

(۲) مثنوی حرمت علیکم۔ یہ (۶۹) ابیات کی مثنوی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کن کن عورتوں سے نکاح ناجائز اور حرام ہے۔ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد ــــــ کے چوتھے نسخے میں شامل ہے۔

(۳) مثنوی نصیحت بدن۔ یہ کتاب قلمی صورت میں کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے (فہرست سالار جنگ ص۱۱) لیکن اس کی تفصیلات

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کی فہرست مخطوطات اردو کی دونوں جلدوں میں دستیاب نہیں ہوسکیں۔

(۴) مثنوی تصوف۔ اس مثنوی کا ایک ناقص الاول مخطوطہ جس میں صرف (۹۰) ابیات ہیں انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں ہے ناقص الاول اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کی بیت اول ذکر حرف بیانیہ سے شروع ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ضمیمن ضرور ہوگا۔

ضعیفی نے صرف مثنویات ہی نہیں لکھیں ان کا دوسری اصناف کا کلام بھی دستیاب ہوتا ہے۔ مثنوی تصوف کے آخر میں ان کی سترہ غزلیں درج ہیں ان میں پانچ وہ غزلیں بھی شامل ہیں جن کی موجودگی کا ذکر ہاشمی صاحب نے ہدایت ہندی کے چوتھے نسخے کے سلسلے میں کیا ہے۔

آغاز۔ زیرنظر مخطوطہ ناقص الاوّل ہے۔ تمہیدی ابیات کس قدر تھیں ان کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ حمد اور نعت کے اشعار ضائع ہوگئے ہیں صفحہ اول نعت شریف کی اس آخری بیت سے شروع ہوتا ہے ؎

خدا ایک ہی کرکے ایماں لیائے		بھی اس نبی کی پچھانتا کو پائے

اس کے بعد باب اول کی فصل اول" درشناختن خدائے تعالےٰ و توحید او در بیاں صفت ایمان مفصل" شروع ہوئی ہے اس کی ابتدائی تین ابیات اس طرح ہیں ؎

میں ایماں لایا خدا سوں اول		خدا کی پچھانت سنوائے نول
تو سن اب مسلمان اے نیک ذات		کہوں تج خدا کی پچھانت کی بات
خدا کی پچھانت کا تجکوں خبر		بڑی میں سنیا سو کہوں مختصر

اختتام۔
اتھی سات تاریخ و دن مشتری		تو نسخہ مرتب ہوا خوشتری
مرتب یو نسخہ اچھو بردوام		بحق محمد علیہ السّلام

ہدایت ہندی کے اختتام پر کاتب نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے "کاتب الحروف عاصی پُر معاصی غلام قادر غفرالہٗ اور چار ابیات اپنی طرف سے اضافہ کی ہیں ؎

جو ہے اہلِ انصار شیخ کبار		رکھے معرفت بیچ بر و بہار
اور ہے دوستدار نبی چار یار		رکھے ان کے تیئں حق بعز وقار
رہے آل و اولاد سے بہرہ ور		محمد کریم الدین خاں جلوہ گر
[illegible]		[illegible]

ترقیمہ۔ تمت تمام شد کار من نظام شد۔ بتاریخ بست و ہفتم ماہ رمضان المبارک بوقت یکپاس روز یکشنبہ بر آمدہ باتمام

ہدایت ہندی کے ۷ نسخے کتب خانہ سالار جنگ میں ۵ نسخے سینٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں اور ایک نسخہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں ہے یہ تمام نسخے انجمن کے زیر نظر مخطوطے کے بعد کے ہیں۔

گردوپیش

برطانیہ میں اردو سیکھنے کا شوق!

برطانوی صنعتی شہر روشڈیل میں آباد برطانوی باشندوں کو وہاں پر کام کرنے والے پاکستانیوں سے ہمکلام ہونے کا بیحد شوق ہے چنانچہ انہوں نے اضافی تعلیم کے مرکز سے درخواست کی ہے کہ اردو کی کلاسیں شروع کی جائیں اضافی تعلیم کے مرکز کے ایک افسر نے بتلایا کہ جن پاکستانی باشندوں نے برطانوی باشندوں سے شادی کر رکھی ہے ان عورتوں نے بھی اردو کا درس شروع کرنے پر بہت زور دیا ہے۔

اردو بہت جلد سرکاری دفتروں عدالتوں اور یونیورسٹیوں میں رائج کر دیجائے گی!۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت
رقی پاکستان نے اصولاً فیصلہ کرلیا
مستقبل قریب میں اردو کو تمام سرکاری
دفتروں یونیورسٹیوں اور تمام عدالتوں
زبان قرار دیا جائے علامہ ارشد
صوبائی اسمبلی نے اس سلسلے میں ایک بل
کیا تھا جس پر کہدیا گیا ہے کہ اس
سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب صوبائی
اسمبلی کی قانون و پارلیمانی امور کی مجلس
اس پر آخری غور کر رہی ہے اس کے
بعد اسے صوبائی اسمبلی کے آئندہ اجلاس
میں منظوری کے لئے پیش کر دیا جائیگا

اردو کا مولد ——— ایک نیا نظریہ!

ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک محقق سید یوسف حسین نے دعویٰ کیا ہے کہ اردو سابق سندھ، پنجاب، دکن اور دھلی میں نہیں بلکہ چٹاگانگ میں پیدا ہوئی تھی۔ انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ھے کہ اس زبان کے لئے برصغیر کے کسی صوبے میں اتنا کام نہیں ہوا ھے جتنا بنگال میں ہوا ھے۔ انھوں نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ھے کہ حقیقت یہ ھے چٹاگانگ میں ھی سنسکرت، پالی، مگدھی اور عربی کے امتزاج سے اردو ظہور میں آئی۔ انھوں نے مزید بحث کرتے ہوئے کہا چونکہ سندھ اور پنجاب کی فتح سے بہت قبل عرب تاجروں نے چٹاگانگ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس لئے مقامی بولچال کا عربی سے اردو کا پیدا ہونا قرین قیاس ھے۔ اپنے دوسرے دعوے کے ثبوت میں انھوں نے کلکتہ فورٹ ولیم کالج۔ اور مرشد آباد اور ڈھاکہ کے ادیبوں کی خدمات کا ذکر کیا ھے

اس بل کو سرکاری اور مخالف ممبروں کی طرف سے زبردست تائید حاصل ہوگی۔ علامہ ارشد نے حزب مخالف کی طرف سے بل پیش کرتے ہوئے گذشتہ اجلاس میں بتایا تھا کہ اس بل کا مقصد یہ ہے کہ اردو کو تمام مغربی پاکستان میں فوری طور پر سرکاری زبان تسلیم کرلیا جائے۔ علامہ ارشد نے کہا کہ اردو کو دستور میں قومی زبان قرار دیا گیا ہے اور اس میں تمام صلاحیتیں اور گنجائشیں موجود ہیں یہ زبان سرکاری دفاتر میں انگریزی کی جگہ بخوبی لے سکتی ہے مجلس قائمہ کے سپرد ہونے کے بعد چند افسروں نے اس بل پر اعتراض کرکے کہا کہ یہ بل دستور کے منافی ہے۔ دستور کے مطابق صدر ۱۹۷۲ء میں ایک کمیشن مقرر کرے گا تاکہ سرکاری افسر کے لئے انگریزی کی جگہ اردو لانے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے۔ مجلس قائمہ نے سب سے پہلے کہا ہے کہ دستور کی اس دفعہ میں اردو کو ۱۹۷۲ء سے پہلے رائج کرنے کی مخالفت نہیں کی گئی ہے محکمہ قانون نے اس نقطہ نظر کی حمایت کر دی۔ مجلس قائمہ نے ایک حالیہ اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں قانون وضع کرنے سے قبل یونیورسٹیوں، سرکاری زبان کی کمیٹی کمشنروں، مرکزی اردو ترقیاتی بورڈ ہائی کورٹ اور کچھ ماہر لسانیات سے بھی اس موضوع پر رائے حاصل کرلی جائے۔ اب ۱۱ نومبر کو مجلس قائمہ اس سلسلے میں آخری اجلاس منعقد کرکے آخری بار اس بل پر غور کرے گی۔

اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے دستخط حاصل کرنے کی مہم کا آغاز :-

اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے جانے کے لئے پنجاب یونیورسٹی کے طلباء کی طرف سے دستخط حاصل کرنے کی مہم کے ہفتہ کا افتتاح کرتے ہوئے پاکستان کے سابق اٹارنی جنرل چوہدری نذیر احمد نے کہا کہ ذریعہ تعلیم پاکستان کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہے جسے حل کئے بغیر معیار تعلیم بلند ہو سکتا ہے اور نہ انگریزوں کے قائم کردہ استعمار کے قلعوں کو مسمار کیا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ دنیا کی ہر عقلمند قوم کا عقیدہ ہے کہ غیر ملکی زبان میں علوم و فنون کی تدریس ایک غیر فطری فعل ہے۔ اور ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں انگریزی کا ذریعہ تعلیم ہونا وطن دشمن احساسات کا مظہر اور تضیع اوقات کے مترادف ہے۔

اس سے قبل پروفیسر حمید عسکری نے "اردو میں سائنس کی تعلیم" پر ایک مقالہ پڑھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ تمام دلائل جواب اردو کے خلاف دیئے جا رہے ہیں یہی دلائل مدتوں پہلے انگریزی کے خلاف بھی دیئے جا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان آج انہی مراحل سے گزر رہا ہے جن سے

لاہور پولیس اور اردو

ادبی دنیا کے مدیر مولانا صلاح الدین احمد نے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور کے اس بیان پر نکتہ چینی کی ہے جس میں انہوں نے نمبر پلیٹوں پر اردو حروف استعمال کرنے کی ہے مولانا نے کہا ہے کہ کوئی خود دار پاکستانی فرد قومی زبان کی توہین برداشت نہیں کریگا اگر اردو کی مخالفت میں کوئی حکم دے تو اسے فوراً نکال دیا جائے انہوں نے کہا کہ میں ذاتی طور پر ایسے حکم سے اپیل کرونگا کہ وہ اپنی کار کے انگریزی نمبر پلیٹ کو ہٹا کر اردو

دور میں انگلستان گزر رہا تھا۔

اسٹوڈنٹس سرکل ویسٹ پاکستان یوتھ موومنٹ کے جنرل سیکرٹری نے اپنی تقریر کے دوران دستخطوں کی مہم کے کا مقصد بتایا انہوں نے کہا کہ اس ہفتہ کا سب سے بڑا مقصد اردو زبان کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے اس کا صحیح اور مقام دلانا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اردو زبان کو فوری طور پر ڈگری کی سطح تک ذریعہ تعلیم قرار دیا ئے ۱۹۷۵ء تک تمام پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے لئے بھی ذریعہ تعلیم اردو قرار دیا جائے۔ اسی سال تک اعلیٰ سرکاری ملازمتوں متحانات بھی اردو میں دینے کی اجازت دی جائے اور ۱۹۷۰ء تک ملک کے اس حصہ میں قومی زبان اردو کو تمام تعلیمی بگاہوں میں بطور ذریعہ تعلیم اور تمام دفاتر میں سرکاری زبان کی حیثیت سے مکمل طور پر اپنایا جائے۔

احسان دانش کا اعزاز

ث وہند کے مشہور شاعر جناب احسان دانش روس کے "ادارۂ غیر ملکی معاصرین" کا رکن نامزد کیا ہے۔ احسان دانش کی متعدد منظومات کے اجم اس ادارہ نے کئی زبانوں میں شائع کرائے ہیں۔ اور پاکستانی شاعر کو ان نظموں کی رائلٹی طور پر معقول معاوضہ دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کیت سے احسان دانش کو سات سو ڈالر سے زائد رقم مل جائیگی

اردو کی ترقی کے لئے نوجوان آگے بڑھیں

زراعتی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر زیڈ اے ہاشمی نے نوجوانوں پر زور دیا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی ٹھوس خدمات کے ذریعے پاکستان کی قومی زبان کو اس کا حقیقی مقام دلانے کی کوشش کریں آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی بزم اردو کے افتتاحی اجلاس میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے خطاب کر رہے تھے آپ نے کہا "اردو ہماری قومی زبان ہے لیکن ابھی تک اسے پوری اہمیت نہیں دی جا رہی ہے" اردو کی ترقی کے لئے مساعی کا ذکر کرتے ہوئے پ نے بتایا کہ زراعتی یونیورسٹی میں اصطلاحات کا ترجمہ اور زراعت کے تین سالہ اردو کورس کے اجرا کی صورت میں ایک مہم شروع کی جا چکی ہے ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ مساعی بڑے خوش کن نتائج پیدا کریں گی۔"

ہالینڈ میں علامہ اقبال سے متعلق کتاب کی اشاعت:-

یہاں کے ایک ناشر نے "جبریلز ونگ" (بال جبریل) کے نام سے حال ہی میں ایک کتاب علامہ اقبال سے متعلق انگریزی زبان میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب دراصل اقبال کے مذہبی نظریات و عقائد کا مطالعہ ہے۔ اس کی تیاری میں علامہ کا سارا فارسی اور اردو کلام پیش نظر رکھا گیا ہے' نیز ان کی انگریزی تحریروں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں ان تمام کتابوں اور مضامین کی فہرست شامل ہے جو اب تک علامہ اقبال کے بارے میں

یورپی اور ایشیائی زبانوں میں شائع ہوچکے ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال کے نظریات وعقائد سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ "وہ روح عصر کے اسرار و رموز کے ترجمان تھے۔

علامہ اقبال کو عرب دنیا سے روشناس کرانے کیلئے

: لبنان میں یوم اقبال منایا جایا کرے گا

۱۱ اکتوبر کراچی ممتاز لبنانی ادیب مسٹر صلاح الدین عبدالرؤف لاسرنے کہا ہے کہ علامہ اقبال اور ان کے فلسفے سے عرب دنیا کو روشناس کرانے کے لئے لبنان میں یوم اقبال منایا جایا کریگا۔ مسٹر صلاح الدین جو پاکستان کے خیر سگالی کے دورہ پر آئے ہیں آج شام "شبستان" میں انجمن مصنفین پاکستان کی جانب سے ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ اس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگرچہ مشہور مصری عالم ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے علامہ اقبال کی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں مگر انہیں عرب دنیا کے طول و عرض میں روشناس کرانے کی مزید ضرورت ہے، علامہ اقبال اس پورے علاقے کے فرزند تھے، ان کی تعلیمات میں عرب بھی حصہ کے دعویدار ہیں اس سے قبل انجمن مصنفین پاکستان کے مرکزی سکرٹری جناب جمیل الدین عالی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ لبنان اور پاکستان میں اشاعت خانے قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دونوں ملکوں کی کتابیں عربی اور اردو، بنگالی میں شائع ہوسکیں، انہوں نے کہا پاکستانی ادیب اپنے لٹریچر کا لبنان کی معرفت عرب دنیا سے تعارف کرانا چاہتے ہیں کیونکہ وہاں اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے۔ انہوں نے مسٹر صلاح الدین کو پاکستانی ادیبوں کی وہ تصنیفات پیش کیں جو انجمن نے شائع کی ہیں۔

> ## قدرت اللہ شہاب کا نیا عہدہ
>
> مرکزی محکمہ اطلاعات کے سکرٹری مسٹر قدرت اللہ شہاب کو ھالینڈ میں پاکستان کا سفیر مقرر کردیا گیا ھے۔ قدرت اللہ شہاب اردو کے مشہور افسانہ نگاروں میں شمار کئے جاتے ھیں جن کے افسانوں کا ایک مجموعہ "نفسانے" کے نام سے شائع ھوچکا ھے اور ایک ناولٹ "یا خدا" کو بڑی اھمیت اور شہرت حاصل رھی ھے۔ قدرت اللہ شہاب پاکستان رائیٹرز گلڈ کے سکریٹری جنرل ھیں۔

حفیظ جالندھری کے اعزاز میں عصرانہ

پاکستان رائٹرز گلڈ کے زیر اہتمام ہوٹل میٹرو پول کراچی میں حضرت حفیظ جالندہری کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ اور ان کی پچاس سالہ خدمات کے لئے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا گلڈ کے سینٹرل سکریٹری جناب جمیل الدین عالی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ملکی ادیبوں اور شاعروں کی قدر دانی کے معاملہ میں ہمارا ملک ابھی بہت پسماندہ ہے انہوں نے کہا دوسرے ملکوں میں ادیبوں کی خاطر خواہ عزت افزائی ہوتی ہے اور گلڈ نے اس کی بنیاد ڈالی ہے انہوں نے حضرت حفیظ جالندہری کی ادبی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پچاس سال کے عرصہ میں انہوں نے ملکی ادب کی زبردست خدمت کی ہے۔ مشرقی پاکستان کے شاعر جناب مقصد علی نے اپنی تقریر میں بتایا کہ مشرقی پاکستان میں ان کے

کلام کا ترجمہ بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت حفیظ جالندھری نے آخر میں شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ جب تک زندہ ہیں ادب کی خدمت کرتے رہیں گے۔ انہیں ماہنامہ افکار کا چھ سو صفحات کا حفیظ نمبر پیش کیا گیا جس میں ان کی زندگی اور خدمات کی تفصیلات مرتب کی گئی ہیں۔ تقریب میں انجمن ترقی اردو کے صدر مسٹر اختر حسین کے علاوہ ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

اوکاڑہ میں حاجی لق لق کی برسی:- بزم فروغ اردو اوکاڑہ نے ...... پاکستان کے منفرد مزاح نگار حاجی لق لق مرحوم کی برسی کے موقع پر حاجی تنظیم احمد صاحب قدوائی کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں حاجی صاحب مرحوم کے پوتے مسٹر رضا رشید چشتی نے بھی اپنے مرحوم دادا کی زندگی کے حالات بیان کئے۔ جلسہ میں حاجی لق لق مرحوم اور مولانا سالک مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

لاہور میں بزم اکبر کا احیاء

سابق وزیر صنعت چودھری نذیر احمد ایڈوکیٹ کی قیام گاہ پر دانشوروں کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ بزم اکبر کی سرگرمیوں کا احیاء کیا جائے خیال رہے کہ بزم اکبر کی بناء چودھری نذیر احمد نے اس زمانہ میں ڈالی تھی جب وہ وزیر صنعت تھے چودھری صاحب کو جو پہلے بھی بزم اکبر کے صدر تھے، دوبارہ اس بزم کا صدر منتخب کیا گیا ہے

آغا حشر کے ڈراموں کی اشاعت کیلئے اکیڈیمی کا قیام

لاہور میں حشر اکیڈیمی کے نام سے ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا ہے جو آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں اور دوسری تحریریں کے اصل متن محفوظ کر کے ان کی اشاعت کرے گی۔

آغا حشر نے فن ڈراما کو جس جگہ چھوڑا تھا اس سے آگے بڑھانے کی روایتی اسٹیج اور تھیٹر کا احیاء کر کے پاکستانی ثقافت، آرٹ اور ڈرامائی سرگرمیوں کو ترقی دے گی۔ فن ڈراما کے سلسلہ میں تاریخی تحقیق اور فنی تربیت کے لئے علمی اور عملی جدوجہد کرے گی۔ فنی مظاہروں کے ذریعے کلاسیکی اور جدید ڈراموں کو مقبول عام کرے گی۔ آغا حشر کی آخری آرام گاہ (مزار) کو ان کے شایان شان تعمیر کرے گی۔ اردو ڈراما نگاروں، ملکی اداکاروں اور دنیا کے نامی گرامی فن کاروں کے حالات اور فوٹو جمع کرے گی اور ڈرامائی ادب کو تقویت دینے کے لئے رسالہ جاری کرے گی۔ مختار مسعود سی ایس پی، سکریٹری محکمہ خوراک چیرمین اور مولانا علم الدین سالک اور جناب عشرت رحمانی وائس چیرمین منتخب ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالسلام (آئینہ ادب) جنرل سکریٹری کے فرائض انجام دیں گے۔

* * *

فیض احمد فیض افریشیائی ملکوں کے دورہ پر:- مشہور پاکستانی شاعر فیض احمد فیض الجزیرا قاہرہ اور بیروت کے دورہ پر روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ دورہ بیروت سے افریشیائی مصنفوں کی طرف سے ایک ادبی رسالہ جاری کرنے کے پروگرام سے متعلق ہے۔ یاد رہے سال رواں کے شروع میں افریشیائی مصنفوں کی جو کانفرنس سیلون میں منعقد ہوئی تھی اس میں اس قسم کے ادبی رسالہ کے اجراء کے متعلق تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس کانفرنس میں فیض نے بھی شرکت کی تھی۔ بعد ازاں لینن گراڈ رائٹرز کانفرنس کے موقع پر بھی مجوزہ ادبی رسالے کے متعلق غور وخوض کیا گیا خیال کیا جاتا ہے کہ مجوزہ رسالے کے اجراء کے لئے بیروت کا انتخاب کیا گیا ہے۔ پروگرام کے مطابق یہ رسالہ تین زبانوں انگریزی، فرانسیسی اور عربی میں شائع ہوگا۔

اکبر اللہ آبادی کی ۴۲ ویں برسی:- مغربی پاکستان کے سابق اٹارنی جنرل اور بزم اکبر کے صدر چودھری نذیر احمد خان نے کہا ہے کہ معاشرہ میں اسلامی تمدن کی روح اور تڑپ ختم ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اس فرنگی تہذیب سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں جس کی گرفت سے خود یورپ نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اکبر اللہ آبادی کی ۴۲ ویں برسی کے سلسلہ میں پی این آر میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جو بزم اکبر کے زیر اہتمام انہی کی صدارت میں ہوا چودھری نذیر احمد نے کہا کہ شبلی، حالی اور اکبر نے ہمیں فرنگی تہذیب کے تاریک اور گھناؤنے پہلوؤں سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ قوم کے سامنے ایک حیات افروز نظریہ حیات بھی پیش کیا جب تک ہم ان بزرگان ملت کی فکر اور عملی کاوشوں کی تلاش وجستجو پر توجہ نہ دیں گے اس وقت تک زمانہ حال کی مایوسیوں اور تاریکیوں کو دور کر کے اس پاکستان کی تصویر کو نہیں دیکھ سکتے جسے اقبال نے پیش کیا اور قائد اعظم نے جس کے لئے جدوجہد کی۔

اورنٹیل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سید عبداللہ نے اکبر کے تصور معاشرت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے اس پر زور دیا کہ اکبر کی فکر کی اساس اسلام کے اصولوں پر قائم تھی۔ انہوں نے یورپی تہذیب کی مخالفت اس بناء پر کی کہ اس سے انسان کی خارجی زندگیاں متاثر ہو کر اسے عقائد سے دور لے جاتی ہیں۔ سجاد باقر رضوی نے اس پر اظہار افسوس کیا کہ آج بھی بعض لوگ اکبر کو محض ایک ظریف شاعر کہتے ہیں حالانکہ ان کی ظرافت کی بنیاد اس گریہ وغم پر تھی جو ایک حساس ذہن کو ملی درد محسوس کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اکبر کی شاعری اور ان کے اثرات پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس پر زور دیا کہ میں

اسلام آباد میں یونیورسٹی کا قیام

جھنگ اور ملتان میں یونیورسٹی کے قیام کی تجویز

صوبائی وزیر تعلیم بیگم محمودہ سلیم نے کہا ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبہ میں اسلام آباد میں ایک نئی یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔ جھنگ میں ایک اسلامی یونیورسٹی اور ملتان میں ایک مکمل یونیورسٹی کے قیام کی تجویز زیر غور ہے

اکبر کے اشعار کو سمجھنا چاہتے جو معاشرت کی اصلاح اور انسان کے کردار کی بلندی کی دلیل ہیں

حجم کے اعتبار سے دنیا کی عظیم ترین کتاب

برسلز (بلجیم) کے ایک ہوٹل کے بیرے نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے ایسی کتاب تصنیف کی ہے جس کا حجم دنیا کی تمام کتابوں سے زیادہ ہے یہ کتاب چار تصاویر اور ایک نظم پر مشتمل ہے اس کے صفحات بہت بڑے بڑے ہیں ایک ایک صفحہ ڈھائی گز کا ہے۔

ممتاز ادیب عبدالباسط کا انتقال

انگریزی کے ممتاز ادیب مسٹر عبدالباسط کا ۲ اگست کو جناح سنٹرل اسپتال میں انتقال ہوگیا - وہ تحریر اور چہرہ کے ذریعہ انسانی کردار کی تحقیق کے زبردست ماہر تھے۔ مسٹر عبدالباسط عرصہ دراز سے علیل تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

پاکستانی لٹریچر کا چینی زبان میں ترجمہ کرنے پر زور دیا جائیگا چینی نمائندہ ادیب کی تقریر

کراچی یکم ستمبر چینی ادیبوں کے دو افراد پر مشتمل وفد کے ایک رکن مسٹر ویہہ چنغ نے یہاں کہا ہے کہ ہم حکومت چین اور چینی عوام پر زور دیں گے کہ پاکستانی لٹریچر کا چینی زبان میں ترجمہ کریں تاکہ دونوں ملکوں میں ثقافتی رشتے مضبوط ہوں پاکستان رائٹرز گلڈ کراچی کی طرف سے دیئے ہوئے ایک عصرانہ میں مسٹر ویہہ چنغ سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔

اس جلسے کی صدارت جوش ملیح آبادی کر رہے تھے ۔ مسٹر ویہہ چنغ نے کہا کہ ہم پاکستان کے شعراء اور ادباء سے ملکر بہت متاثر ہوئے وفد کے دوسرے ممبر مسٹر لیوان ٹینگ نے کہا کہ چینی شاعروں اور ادیبوں کو ایشیاء کے دیگر ممالک افریقہ اور لاطینی امریکہ سے تعاون کرنا چاہیئے مسٹر شاہد احمد دہلوی نے وفد کے خیر مقدم میں ایک مختصر سی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی ادباء اور شعراء کو پوری آزادی حاصل ہے ان کے اظہار خیال پر پابندی نہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے نئے وائس چانسلر

یہ خبر علمی و ادبی حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی گئی کہ مغربی پاکستان کے گورنر نے اردو کے مشہور ادیب اور نقاد پروفیسر حمید احمد خان کو پنجاب یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا ہے۔ واضح رہے کہ خان موصوف اس تقرر سے پہلے اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے — وہ ملک کے اہم ترین ماہرین تعلیم میں سے ہیں اسلئے توقع کی جاتی ہے کہ وہ یونیورسٹی کے معاملات کو درست کرنے میں کامیاب رہیں گے - اُردو کے ایک بے باک سپاہی کی حیثیت سے بھی خان صاحب ملک میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، خیال ہے کہ وہ بہت جلد پنجاب یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم رائج کر دیں گے۔

❁ ❁

دادو میں مرکز علم و ادب کا قیام۔ عبدالحق لائبریری قائم کی جائے گی:۔ اختر انصاری اکبرآبادی
مدیر نئی قدریں کی آمد
اور اپیل پر دادو کے مقامی اہل ذوق کا ایک اجتماع ہوا جس میں اس ضرورت کا اظہار کیا گیا کہ یہاں ایک ایسے علمی ادبی ادارہ کی ضرورت ہے کہ جس میں علاقائی زبان کی ترویج اور اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو علم و فن کی خدمت کے لئے کوئی موثر پروگرام بنایا جائے اختر انصاری اکبرآبادی نے ایک تجویز یہ بھی پیش کی مرکز علم و ادب کے قیام کے ساتھ ساتھ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہمیں ان کے نام پر ایک لائبریری ضرور قائم کرنی چاہیئے اس تجویز کو بہت پسند کیا گیا۔ اور یہ طے کیا گیا کہ لائبریری کے قیام کے لئے فوری جد و جہد شروع کی جائے

دینیات کا جرمن زبان میں ترجمہ:۔ جماعت اسلامی کے بلیٹن کی ایک اطلاع کے مطابق مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی مشہور و معروف کتاب "دینیات" جرمن زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ مشہور مسلم جرمن خاتون مسز فاطمہ ہیرن نے کیا ہے اس کتاب کا جرمن ایڈیشن جلد ہی چھپ کر مارکیٹ میں آجائے گا۔ یاد رہے مولانا مودودی کی اس کتاب کا ترجمہ اکیس زبانوں میں کیا جا چکا ہے

شاعر کے لئے صدر کا انعام:۔ صدر محمد ایوب خان نے ڈسٹرکٹ بوائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن منٹگمری کے صدر اور شاعر راؤ نواب علی خان کو ان کی ایک نظم پر ۳۰۰۰ روپے کا انعام دیا ہے۔ راؤ صاحب نے یہ نظم صدر کے گزشتہ دورۂ منٹگمری کے موقع پر پڑھی تھی

اردو ادب کا فکری پس منظر:۔ انجمن تحقیقات اُردو۔ شعبہ اردو دلی یونیورسٹی کا دوسرا جلسہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۳ء بصدارت ڈاکٹر تاراچند صاحب ایم پی منعقد ہوا۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبۂ اردو دلی یونیورسٹی نے اردو ریسرچ ایسوسی ایشن کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد حسن ریڈر شعبہ اردو نے "اردو ادب کا فکری پس منظر" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا۔ اس مقالے میں آپ نے واضح کرنے کی کوشش کی کہ اُردو کے ادبی مزاج کی تشکیل ہندو فلسفے اور اسلامی تصوف کے امتزاج سے ہوئی ہے۔

مقالے کے بعد ڈاکٹر تاراچند صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تصوف کا نشو و نما دراصل ہر دور۔ ہر نسل اور

رودکی پرائیز

تاجکستان کی حکومت نے فارسی کے مشہور شاعر رودکی کے نام پر ایک ادبی و ثقافتی انعام دینے کی منظوری دے دی ہے انعام کی تقسیم کے قواعد وضع کر لئے گئے ہیں۔ ایک خاص کمیٹی ہر سال ادب و صحافت، فلم، موسیقی، تھیٹر اور فائن آرٹ پر نمایاں کام کرنے والوں کو تین انعامات دے گی۔ جو رودکی پرائیز کہلائیں گے۔

ہر مذہب میں ہوا۔ یہ کہنا درست نہیں کہ تصوف آریائی ذہن سے مخصوص ہے۔ تصوف خواہ کسی شکل میں کیوں نہ ہو۔ روحانی اقدار کی تلاش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلامی اور ہندو تصوف کی گہری مماثلت پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلامی تصوف کا عروج خاص طور پر عراق اور بلخ میں ہوا۔ اور عراق میں مصر کے اثرات نمایاں تھے اور مصر و بلخ دونوں جگہ ہندو اور بدھ عالموں کی خاصی تعداد آباد تھی۔

اُردو زبان کے مآخذ :۔ ۲۷ ستمبر کو شعبہ اردو دلی یونیورسٹی میں ڈاکٹر مسعود حسین خان صاحب پروفیسر وصدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد (دکن) نے "اُردو کے مآخذ" کے موضوع پر ایک جامع اور پر از معلومات تقریر کی جس میں انہوں نے فرمایا " ..... لسانی اعتبار سے اردو کا مآخذ نہ پنجاب ہے نہ دکن۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دلی اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں جو بولیاں بولی جاتی تھیں۔ ان کی بنیاد پر اُردو کا ڈھانچہ تیار ہوا۔ اور علاؤالدین خلجی و تغلق کی حکومتوں کی لشکرکشی و تبدیلی نے جو زبان دکن میں پہنچائی۔" وہ اصل دہلوی زبان تھی جو بہت سے مراحل اور اثرات سے گزر کر اب تک باقی ہے۔ دراصل یہ زبان امیر خسرو کی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ اسی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو زبان دکن میں رائج رہی وہ دہلوی زبان تھی۔" اس بات کے ثبوت میں موصوف نے متعدد دلائل و مثالیں دے کر اپنے نظریے کی وضاحت کی اور موثر پیرایے میں اردو کے خد و خال پر روشنی ڈالی۔

ڈاکٹر زورؔ مرحوم کی نئی کتاب :۔ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے پریس نوٹ کے مطابق ڈاکٹر زورؔ مرحوم کی پہلی برسی (۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ء) کے موقع پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (دلی) کی مرتبہ کتاب "ادبی تحریریں" شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر زور کے مختلف ادبی اور تاثراتی مضامین کا دلچسپ مجموعہ ہے جو "ایوان اردو" خیریت آباد حیدرآباد سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے ادارے کی طرف سے یوسف ناظم صاحب کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ "کیف وکم" بھی شائع ہوچکا ہے۔

مرزا غالبؔ کی یادگار فروخت

ہندوستان کے ایک ممتاز انگریزی اخبار اسٹیٹسمین کی اطلاع ہے کہ اردو کے عظیم شاعر مرزا غالبؔ کا مکان کسٹوڈین متروکہ املاک نے فروخت کردیا ہے یہ یادگار مکان گلی قاسم جان بازار بلی ماران میں واقع تھا۔ وزیر ثقافتی امور ہمایوں کبیر نے کہا ہے کہ ہم اس مکان کو محفوظ عمارت قرار نہیں دے سکتے نہ ہر چیز محفوظ کرسکتے ہیں۔

اردو مجلس حیدرآباد کا ماہانہ اجلاس :۔ اردو مجلس حیدرآباد کا ماہانہ ادبی اجلاس اتوار ۲۹ ستمبر کو شام کے ساڑھے پانچ بجے اردو ہال واقع حمایت نگر میں منعقد ہوا۔ صدر اردو مجلس رائے جانکی پرشاد نے صدر جلسہ جناب کنول پرشاد صاحب کنول

مددگار ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ اندھرا پردیش کی گلپوشی کی۔ جناب محمد منظور احمد معتمد اردو مجلس نے حضرت مانی جائیسی اور جناب نظر حیدرآبادی کے انتقال پر ملال پر قرار داد تعزیت پیش کی جسے حاضرین نے دو منٹ کی خاموشی کے ساتھ ایستادہ ہو کر منظور کیا۔

سابق صدر شعبہ "سماجیات جامعہ عثمانیہ ڈاکٹر جعفر حسن نے "ہندی شاعری کی بلندیاں اور نیرنگیاں" کے زیر عنوان سیر حاصل اور فاضلانہ مضمون سناتے ہوئے ہندی شاعری کے تدریجی اور ارتقائی مدارج پر روشنی ڈالی

محفل شعر و سخن میں کنول پرشاد کنول، حکیم یوسف حسین خان۔ میر یٰسین علیخان، طالب رزاقی۔ صلاح الدین نیر برق یوسفی۔ زاہد کمال۔ شور مینائی۔ رحمٰن جامی اور شاہین قریشی نے کلام سنایا۔

جناب کنول پرشاد کنول نے صدارتی تقریر میں اردو مجلس کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے ہندی شاعری اور ادب کا ذکر کیا اور کہا کہ ہندی کے ادیب اور شاعر اردو کی مخالفت نہیں کرتے۔ اسی طرح اردو والوں کے دلوں میں بھی ہندی ساھتیہ سے محبت پائی جاتی ہے۔

برصغیر پاک و بھارت کے ممتاز صحافی انباشش چندر بالی چل بسے :- مشہور اخبار نویس اور کانگریس کے

حامی مسٹر انباشش چندر بالی طویل علالت کے بعد کل صبح انبالہ میں چل بسے بالی جی لاہور کے رہنے والے تھے۔ ایف سی کالج میں تعلیم پانے کے بعد لالہ لاجپت رائے کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور ۱۹۳۰ء میں انہی کے اخبار "بندے ماترم" کے ایڈیٹوریل بورڈ کے رکن بن گئے اس اخبار کے بند ہو جانے کے بعد کئی سال تک "ملاپ" میں کام کرتے رہے اور بعد میں "ٹریبیون" کے سٹاف رپورٹر کے طور پر کام کرنے لگے۔ وہ پنجاب یونین آف جرنلسٹس کے بانی تھے جس کے وہ ۱۹۴۷ء تک جنرل سیکرٹری رہے ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد وہ جالندھر چلے گئے جہاں انہیں مشرقی پنجاب کا ڈائرکٹر آف انفارمیشن مقرر کر دیا گیا۔

بالی جی بڑے ذی اثر صحافی تھے متحدہ پنجاب میں سر سکندر اور خضر حیات ٹوانہ بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید کا ترجمہ

مشرقی پاکستان کی اکادمی نے قرآن مجید کا بنگالی میں ترجمہ کرنے کے لئے ایک پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا ھے۔ جس پر تقریباً ایک لاکھ نوّے ھزار روپیہ خرچ ھونگے۔ اس سلسلے میں مرکزی حکومت کو عربی بنگالی ڈکشنری اور مشاھیر اسلام کی سوانح حیات کی اشاعت کے متعلق اسکیم پیش کر دی گئی ھے جس پر ایک لاکھ ۷۶ ھزار روپیہ خرچ ھوں گے

٭ ٭

بھارت میں ہندی زبان کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا فیصلہ:-

مدراس کی حزب مخالف پارٹی دراوڑ منیتر اکزہگم نے ہندی زبان کے خلاف تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں چھ نکاتی پروگرام وضع کیا گیا ہے جس کے مطابق ہندی زبان میں شائع شدہ آئین کی جلدیں جلائی جائیں گی۔ ریل گاڑیاں روک لی جائیں گی۔ اور پارٹی کے ارکان ریلوں میں بغیر ٹکٹ سفر کریں گے۔ اس کے علاوہ جن سرکاری دفاتر میں سرکاری عملے کو ہندی زبان سکھانے کے انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان کے سامنے مظاہرے کئے جائیں گے۔ ہندی زبان میں لکھے ہوئے سائن بورڈ توڑ دیئے جائیں گے۔ مرکزی وزراء کے خلاف احتجاج کے طور پر پارٹی کے تمام ارکان سیاہ رنگ کے بلے لگائیں گے۔

ہندی کے حامی نے ریل گاڑی رکوا دی

ناگپور کی ایک اطلاع کے مطابق ایک نوجوان من موہن داس نے بلاس پور اور ناگپور کے درمیان ریل کو خطرے کی زنجیر کھینچ کر محض اس لئے روک لیا کہ ڈبے میں بیٹھے ہوئے اکثر مسافر ایک دوسرے سے انگریزی میں باتیں کر رہے تھے۔ من موہن داس نے پہلے ان سے درخواست کی کہ وہ ہندی میں گفتگو کریں لیکن جب مسافروں نے اس کی درخواست پر دھیان نہ دیا تو اس نے خطرے کی زنجیر کھینچ کر گاڑی روک دی۔ من موہن داس کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

بھارت میں اردو یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ

جمعیت العلمائے ہند نے بھارت میں ایک اردو یونیورسٹی اور ہر صوبہ میں ایک اردو کالج کے قیام پر زور دیا ہے۔ جمعیت کے ایک اجلاس کے دوران اردو کی ترقی کے لئے ایک جامع منصوبہ مرتب کرنے کے لئے دہلی میں ایک کانفرنس طلب کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کانفرنس میں تمام ملک کے اردو کے حامیوں کو شرکت کی دعوت دی جائے گی تاکہ اردو زبان کی بقا کے لئے ضروری اقدام پر غور کیا جائے۔ جمعیت کے اس اجلاس کی صدارت مفتی عتیق الرحمٰن نے کی۔ اور اس میں ملک کے مختلف حصوں سے قریباً دو سو مندوبوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ بھارتی وزارت اطلاعات و نشریات سے مطالبہ کیا گیا کہ مدھیا پردیش کے لاکھوں مسلمانوں کی سہولت کی خاطر آل انڈیا ریڈیو کے بھوپال اور اندور ریڈیو سٹیشنوں سے اردو میں خبریں نشر کرنے کا اہتمام کیا جائے اس کے علاوہ مدھیہ پردیش کی حکومت پر بھی زور دیا گیا کہ مولائی سکولوں اور کالجوں میں اردو تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

ہماچل پردیش میں اردو

چنڈی گڑھ مشرقی پنجاب سے تو اردو زبان دیرسے رختِ سفر باندھ کر رخصت ہو چکی ہے لیکن نئے بنے ہوئے

اس کے ہمسایہ صوبے نے اردو کو اپنے صوبہ کی تیسری زبان قرار دے دیا ہے اور اس کے لازمی پڑھائے جانے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ انجمن ترقی اردو پنجاب نے حکومت ہماچل پردیش کے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے پنجاب گورنمنٹ کو بھی یہی پالیسی اختیار کرنے کی اپیل کی ہے۔

بھارت میں اردو سے ہندوؤں کی دلچسپی:۔ نئی دہلی بھارت میں اردو زبان کو مسلمانوں کی زبان کہنے والوں کو اکثر اوقات خود ان کے اپنے ہم مذہب ہی جھٹلا دیتے ہیں۔ بھارت میں آج بھی اردو کو ہندی پر جو فوقیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اس سال دہلی یونیورسٹی کے اردو ایم۔اے کے نتائج نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندی والوں کی یہ خوش فہمی بھی محض خوش فہمی ہے۔ امتحان پاس کرنے والوں کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں پانچ مسلمان لڑکیوں اور چھ مسلمان لڑکوں کے علاوہ مندرجہ ذیل لڑکے بھی ہیں جن کے ناموں سے اُن کے مذہب ظاہر ہیں۔

رگھوناتھ داس اوبری، یوگندر پال آنند، دیویندر ناتھ، پریم کمار پاٹنی، بلجیت سنگھ اور دلیپ سنگھ شہراوت۔ یعنی چھ مسلمان لڑکوں کے ساتھ ساتھ چھ ہندو سکھ لڑکوں نے بھی یہ امتحان پاس کیا ہے۔

ہندی الہامی زبان ہے

الہ آباد۔ یہاں ایک مقامی عدالت میں ایک مقدمہ کی سماعت کے دوران یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہندی ایک الہامی زبان ہے۔ یہ مقدمہ مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے الزام میں ایک ممتاز سیاسی کارکن ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے خلاف درج کیا گیا ہے۔ گزشتہ روز کی سماعت کے دوران وکیل استغاثہ نے ہندی کی متعدد مذہبی کتابوں کے حوالے دیئے اور کہا کہ ایک شب ہندی کے مشہور شاعر تلسی داس کو خواب میں شبوا اور پروتی نظر آئے اور انہیں راماین کی کتاب سنسکرت کی بجائے ہندی میں لکھنے کو کہا۔ لہٰذا یہ الہامی زبان ہے

مشرقی پنجاب میں اردو کا مکمل خاتمہ:۔ چنڈی گڑھ مشرقی پنجاب کے کالجوں سکولوں اور دفتروں سے عرصہ ہوا اردو کو دیس نکالا مل چکا ہے البتہ محکمۂ مال اور انتقال اراضی میں بدستور اس سے کام لیا جا رہا تھا۔ اب پنجاب سرکار نے ان محکموں کے سیکرٹریوں کو ایک گشتی مراسلہ کے ذریعہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ اردو کی بجائے اپنے دفتروں میں گورمکھی سے کام لیں۔ اور جو اردو کی اصطلاحیں اور الفاظ پنجابی میں ترجمہ نہیں کئے جاسکتے انہیں من وعن گورمکھی رسم الخط میں لکھا جائے گویا سخت جان اردو پندرہ سال مسلسل لسانی اکھاڑے میں گورمکھی اور ہندی کا مقابلہ کرنے کے بعد بڑی مشکل سے صوبہ سے رخصت ہوئی ہے اور تب جا کر بھی اپنی مخصوص اصطلاحوں اور الفاظ کو نشانی کے طور پر چھوڑ گئی۔

سید مرتضیٰ جعفری
شعبۂ اردو۔ پشاور یونیورسٹی

اُردو رُباعی کا دکنی دَور

رباعی کا وجود اُردو ادب میں اس وقت سے ملتا ہے جب سے اُردو زبان قائم ہے۔ جس طرح دیگر اصنافِ سخن اُردو میں فارسی سے آئی ہیں۔ اسی طرح رباعی بھی فارسی ہی کی وساطت سے اُردو میں وارد ہوئی۔ فارسی ادب میں یہ صنف بلحاظ فن اور ہیئت بہت ترقی کر چکی تھی۔

اس خوبصورت اور مشکل ترین فن کا موجد بھی ابوالحسن رودکی ہے۔ محمد بن عیش خوارزمی لکھتا ہے کہ" ایک مرتبہ عید کے دن رودکی چلا جا رہا تھا راستے میں دیکھا کہ چند لڑکے جوز بازی کر رہے ہیں۔ اور بہت لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ گیارہ سال کے ایک حسین لڑکے نے چند جوز گچی میں ڈالے سب جوز گچی میں جا پڑے۔ صرف ایک باہر رہ گیا اور وہ بھی گچی کی طرف لڑھک رہا تھا۔ جس کو دیکھ کر لڑکا بے ساختہ بول اُٹھا۔

" غلطاں غلطاں ہمی رود تا سر گو"

رودکی نے جب اس جملے کی طرف غور کیا تو اس کو عروض کے مطابق پایا۔ اور چوبیس وزن بحر ہزج سے اس کے لئے نکالے اور دوبیتی کہہ کر اس کا نام ترانہ رکھا۔

چونکہ یہ مصرعہ رباعی کی بنا ہے لہٰذا اکثر شعرا نے اسی وزن پر رباعیات لکھیں۔ اسی لئے یہ وزن رباعی کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ صاحب سروری اور شرح نصاب کا قول ہے کہ رباعی بحر ہزج اخرم اور اخرب میں آتی ہے۔ جو رباعی اس وزن پر نہ ہو وہ رباعی نہیں بلکہ قطعہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود کچھ شعرا ایسے ملتے ہیں جن کی رباعیاں اس وزن میں نہیں پھر بھی وہ اپنے زمانے کے بلند پایہ رباعی گو شمار ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بابا طاہر عریاں کی رباعیوں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

نسیم کز بن آن کاکل آید مرا خوشتر ز بوئے سنبل آید
بہ شو گیرم خیالش را در آغوش سحر از بسترم بوئے گل آید

کاکلِ محبوب سے جو خوشبو آتی ہے وہ مجھے سنبل کی خوشبو سے کہیں زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ رات کو اس کے خیال سے ہم آغوش ہوتا ہوں اس لئے صبح کو میرے بستر سے پھولوں کی خوشبو آتی ہے۔ حقیقت میں محو خیال محبوب کی اس سے بہتر مثال ملنا

محال ہے۔

اس سلسلے میں دوسری مثال علامہ اقبال کی پیش کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے بھی بابا طاہر عریاں کو رباعی میں اپنا پیشرو بنایا ہے۔ اور ان کی رباعیات بھی اسی بحر میں ہیں جو بحر بابا طاہر نے استعمال کی ہے۔ مثلاً۔

سرود رفتہ باز آید کہ ناید   نسیمے از حجاز آید کہ ناید
بسر شد روزگارے ایں فقیرے   دگر دانائے راز آید کہ ناید

بابا طاہر کے علاوہ حکیم ابو سعید ابوالخیر۔ حکیم عمر خیام۔ حضرت عبداللہ انصاری۔ سحابی اور سرمد شہید فارسی ادب کے وہ عظیم شعرا ہیں جنھوں نے تمام عمر اس صنفِ سخن کے علاوہ کسی اور صنف پر قلم نہیں اٹھایا۔ اور رباعی کے فن کو وسعتیں دیں۔

رباعی کا موضوع جو شروع شروع میں بہت محدود تھا اس میں وسعتیں پیدا کی گئیں اور حسن و عشق۔ شراب و نغمہ۔ فلسفہ و تصوف دنیا کی بے ثباتی۔ بہار و شباب اور پند و موعظت کو رباعیات کا موضوع بنایا گیا اور اس کے لئے یہ شرط لگائی کہ فن کے لحاظ سے جو مضمون بھی ہو وہ جدید و عجیب۔ لطیف و بلند ہو۔ انتخابِ الفاظ اور ترتیب بیان متین اور موزوں ہو مضمون میں ارتقا پایا جائے۔ پہلے دو مصرعوں میں جس موضوع کو بیان کیا جائے تیسرے مصرعے میں ترقی کرے اور چوتھا مصرعہ نہایت عجیب۔ بلند اور چونکا دینے والا ہو۔ گویا چوتھا مصرعہ ساری رباعی کی جان ہوتا ہے۔ رباعی کا چوتھا مصرعہ اپنے حسن و خوبی کے لئے مشہور رہے اور شعرا نے اس سے تشبیہ کا کام بھی لیا ہے۔ اس رباعی میں کتنی حسین تشبیہ ہے۔

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی   زیبا ہے مگر حضور کو تاجِ شہی
ہے خاتمۂ حسن عناصر ان پر   ہیں مصرعہ آخر اس رباعی کے وہی

جس طرح دکنی دور میں تمام اصنافِ سخن کا وجود ملتا ہے۔ اس دور میں رباعی کی طرف بھی تمام شعرا نے توجہ دی۔ اور بیشتر شعرا کے ہاں رباعی کا وجود ملتا ہے لیکن اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جس طرح مثنوی۔ قصیدہ اور مرثیہ نے اس دور میں فنی حیثیت سے ارتقائی منازل طے کیں رباعی نے فنی طور پر ایک زمانے تک کوئی ترقی نہیں کی۔ بلکہ اکثر شعرا نے محض اپنی کلیات میں تمام اصناف کی موجودگی کے پیش نظر رباعیاں لکھیں۔

چونکہ میرا موضوع دکنی دور کے رباعی گو شعرا سے متعلق ہے اور ملا وجہی سے امجد حیدرآبادی تک کئی شعرا کے ہاں رباعی کا وجود ملتا ہے میں صرف اُن شعرا کا ذکر کروں گا جن کے ہاں رباعی کے فن کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ملا وجہی کا نام سر فہرست آتا ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا بلند پایہ شاعر اور نثر نگار تھا۔ ابراہیم قطب شاہ کے زمانے سے اس کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں بھی زندہ تھا۔

" وجہی کو دربار شاہی میں بڑی عزت اور وقعت حاصل تھی۔ اس کو اپنی شاعری پر ناز تھا۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کے

کلام سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ دکن کا ممتاز شاعر تھا۔ اس کا اسلوب بیان فطری ہے وہ کوئی تکلف نہیں کرتا (ہاشمی)
افسوس ہے مجھے مُلّا وجہی کا دیوان دستیاب نہیں ہوسکا۔ البتہ اس کی مشہور و معروف مثنوی قطب مشتری میں کچھ رباعیات موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وجہی صرف مثنوی کا شاعر ہی نہ تھا بلکہ اور اصناف سخن پر بھی اس کا قلم خوب چلتا تھا۔ جس طرح قطب مشتری کا اسلوب بیان پاکیزہ اور زبان صاف ہے اسی طرح اس میں جو رباعیاں ملتی ہیں وہ بھی لاجواب ہیں۔ چند رباعیاں ملاحظہ فرمائیے۔

میں نار ہوں اس شہر تلک جائے بن　　　　چنچل سکی کا جک درس پائے بن
اس جیو دوانے کو کیوں ہوئے قرار　　　　اس نار کو اس اٹھارے کر آئے بن

عاشق ہے جکوئی پیندا پھانسی نا　　　　سر ہے ملک اس باٹ میں تے جاسی نا
کیا کام منا عشق نی کرتے ہیں آسے　　　　ہرگز کسی کے گے منے وہ آسی نا

محبوب کی فرقت میں وجہی کی بے قراری ملاحظہ کیجئے۔

خوش حال ہو جیو آج خوشی پاتا نئیں　　　　پیتا ہوں شراب ہنوز اتر آتا نئیں
کانٹیاں کے ضرب دیتے ہیں پھول سب　　　　تج باج سکی باغ منجے بھاتا نئیں

محبوب سے شکایت کا انداز دیکھئے۔

تج یاد بنا ہوا منجے کام نئیں　　　　تس جاگتے جاتی ہے دن آرام نئیں
میں تو تجھے منگتی ادکھ جیو دے　　　　توں کیوں منجے مگتا سو تج نام نئیں

اساتذہ نے رباعی کے لئے جو لوازمات مقرر کئے ہیں وجہی کے ہاں سب موجود ہیں۔ اگرچہ مندرجہ بالا رباعیوں کا تعلق موضوع کے لحاظ سے مثنوی سے ہے۔ لیکن اگر ان کی مثنوی سے ———— الگ کرکے بھی دیکھا جائے تو ان کے معنوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔

موضوع کے اعتبار سے وجہی کی رباعیاں معیاری ہیں۔ اور ہر مصرعے میں ارتقائی تاثر قائم نظر آتا ہے۔

مُلّا وجہی کے بعد رباعی گو شعرا کی فہرست میں دوسرا نام علی عادل شاہ شاہی کا ہے۔ شاہی کا زمانہ ۱۰۶۷ھ سے ۱۰۸۳ھ ہجری ہے۔ اپنے زمانے کا بلند پایہ شاعر تھا۔ نصرتی کا مربی۔ سرپرست اور استاد تھا۔ اس کے عہد میں بیجاپور کے گھر گھر میں شاعری کا چرچا تھا۔ اس نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ شاہی کے کلام کی تعریف اور اس کے اردو شاعری سے انہماک کے متعلق بیجاپور کے سب مورخ ہم زبان ہیں۔ شاہی کے کلام کی ترتیب اس کے صاحب ذوق مصاحب ابو المعانی نے کی۔

سب دیس گیا ہے دھن یہ تے لڑتے　　　　کٹ رات گئی ہے پانوں پڑتے پڑتے
کیا نیک مرن کا ادتج لگتا ہے مجھے　　　　رہے پانوں سرے پرت کے چڑتے چڑتے

عادل شاہ شاہی کی رباعی ہیں وہ تمام طاس موجود ہیں جو فنی لحاظ سے رباعی کے لئے ضروری گردانے گئے۔ چونکہ اس دور میں اُردو زبان زیادہ وسیع نہ تھی اس وجہ سے زیادہ تر ہندی اور سنسکرت الفاظ مستعمل تھے۔

علی عادل شاہ کے بعد ولی دکنی تک کوئی دوسرا شاعر ایسا نظر نہیں آتا جس نے رباعی کو فنی حیثیت سے ترقی دی ہو۔ اگرچہ ان سب کی کُلّیات میں رباعیاں موجود ہیں۔ جس شاعر نے اِس صنفِ نظم کی طرف زیادہ توجہ کی وہ ولی دکنی ہیں۔

ولی کو ایک زمانے تک اُردو شاعری کا باوا آدم مانا جاتا تھا۔ لیکن دکن کے شعرا کے دواوین مل جانے کے بعد اگرچہ ولی سے اولیت کا سہرا تو چھن چکا لیکن جو حیثیت فارسی شاعری میں رودکی کو حاصل ہے وہی مقام ولی کو اُردو میں حاصل ہے۔

ولی کا صحیح نام ولی محمد تھا۔ اورنگ آباد کا رہنے والا تھا۔ صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں تحصیل علم کے لئے گجرات گیا اور ایک مدت تک وہیں قیام کیا۔ نہ صرف علوم ظاہری کا اکتساب کیا بلکہ حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے فیض باطنی بھی پایا۔

کہا جاتا ہے کہ وہ دو مرتبہ دہلی آیا۔ پہلے عالمگیر کے زمانے میں اور دوبارہ محمد شاہ کے عہد میں۔ دہلی والے اس کی شاعری سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور اس کی پیروی میں فارسی ترک کرکے اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ ولی کی تاریخ وفات کے متعلق بھی اختلاف تھا۔ لیکن کافی تحقیق کے بعد مولوی عبدالحق مرحوم نے ان کی تاریخ وفات ۱۱۱۹ھ لکھی ہے۔

ولی کا دیوان اس قدر مشہور اور پسندیدہ ہے کہ متعدد بار شائع ہوا۔ بلکہ یورپ[1] میں بھی ایک آدھ بار چھپا۔ ولی کے زمانے میں تصوّف کے خیالات عام ہو رہے تھے۔ اور خود ولی نے بھی صوفیانہ مسلک اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے ان کا کلام سراپا تصوّف ہے۔ ان کے کلام میں سلاست اور متانت پائی جاتی ہے۔ لطیف زبان سادگی صفائی اُن کے کلام کا خاص جوہر ہے۔

چونکہ فارسی رباعی کو بامِ عروج تک پہنچانے والے صوفی شعرا تھے۔ اور تصوّف کی چاشنی سے یہ صنفِ نظم دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے بعد میں بھی عام طور پر صوفی شعرا نے اس کی سرپرستی کی اور اس کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش کی۔ اِس لحاظ سے بھی ولی اِس زنجیر کی ایک اہم کڑی ہیں:

دل جامِ حقیقت ستی جو مست ہوا　　ہر مست مجازی سوں زبردست ہوا
یہ باغ وسا نظر میں تنکے سوں کم　　اور عرشِ عظیم پگ تلے پست ہوا

میخانہ جگ کا جس نے سرجوش کیا　　اس ہاتھ سوں عالم نے قدح نوش کیا
اِس سیّد عالم کو دیکھ یک بار　　یک بارگی عالم کو فراموش کیا

رباعی کے چوتھے مصرعے کے لئے اساتذہ فن نے جس بلندی اور عروج کو لازمی سمجھا وہ ولی کی رباعیات میں موجود

---

[1] سب سے پہلے گارساں دتاسی نے دیوان ولی کا ایک نسخہ مرتب کرکے پیرس سے شائع کیا تھا　　(۱۸۳۴ء)

ہے۔ ولی کی رباعی پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے صرف اپنی کلیات کو تمام اصنافِ سخن سے مزین کرنے کی غرض سے ہی رباعی یں لکھی۔ بلکہ پورے فنی لوازمات اور ٹیکنیک کو مدِنظر رکھا۔ ان کی رباعیات ان کے باقی اصنافِ نظم کے مقابلے میں کسی صورت بھی کمتر رجہ نہیں رکھتیں۔

سراج دکنی اپنی اس مشہور غزل کی وجہ سے اہلِ علم و ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔

خبرِ تحیّرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

سراج بھی ولی کی طرح صوفی شاعر تھے۔ ۱۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ بہت پرگو شاعر تھے۔ صرف سال کے قلیل عرصے میں ضخیم دیوان مرتب کیا۔ جس کے پانچ ہزار اشعار ہیں۔ اور اس میں تمام اصناف شاعری۔ غزل۔ مثنوی۔ مخمس یع بند۔ اور رباعیات شامل ہیں۔ مضامین کی شگفتگی۔ خیالات کی بلندی اور پھر کلام کی صفائی اور سادگی سے حیرت ہوتی ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس دَور میں جبکہ اُردو زبان کا دامن اتنا وسیع نہ تھا ان کی شاعری میں کس قدر وسعت تھی۔ سراج کو کسی استاد لمذ حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ چند تذکرہ نگاروں نے کسی حمزہ نامی کو اس کا استاد بتایا ہے۔ لیکن تاریخ ادب میں اس نام کے کسی شاعر کا نہیں ملتا۔

سراج کے کلام نے خود اُن کی زندگی ہی میں کافی شہرت حاصل کی تھی۔ ان کی غزلوں سے ایک طرف محفلِ سماع میں صوفیا کو روحانی یسر آتی اور دوسری طرف اہلِ ذوق حضرات کے لئے لطف و مسرّت کا سامان ہوتا۔ مختصر یہ کہ دکنی شعرا میں سراج اپنی نظیر آپ تھے۔

سراج کی رباعیوں میں بھی ان کی غزل کی طرح تصوّف کی چاشنی موجود ہے۔ سراج نے خواجہ حافظ کی طرح اپنے کلام میں ایسی بات اور ایسے استعارات استعمال کئے جن میں بیک وقت حقیقت و مجاز دونوں کے پہلو نظر آتے ہیں۔

رباعی ملاحظہ ہو۔

تجھ غم میں ہے رنگ زرد جاناں میرا دشوار ہے ہر کسی کو پانا ں میرا
درکار نہیں کہ تجھ گلی میں جاؤں آنا تیرا بھی ہے جانا ں میرا

محبوبِ حقیقی سے پیار اور محبت کی نوک جھونک ہر آدمی کے لئے آسان نہیں۔ سراج ہی میں اتنی ہمت تھی کہ اس طرح کی باتیں کہہ سکتا۔ ں کے تیور بتا رہے ہیں کہ سراج اس کوچے سے نابلد نہیں۔ بلکہ اس فن میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ عشقِ حقیقی میں ڈوبا ہوا یہ درویش زمانہ کے بہترین رباعی گو تھے۔ ان کی رباعیاں اگر جمع کرکے الگ چھاپ دی جائیں تو ایک حسین کتاب کا فنِ رباعی گوئی میں اضافہ ہوجائیگا۔

اُردو زبان کو مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ ترکہ سمجھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے دوش بدوش ہندو شاعروں اور ادیبوں ں نے اس پھلواری کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے۔ اور ادب کے دکنی دور میں بھی ہندوؤں نے اس زبان و ادب کی خدمت میں مسلمانوں کا دیا۔ راجہ مکھن لال کا نام اس سلسلے میں ناقابلِ فراموش ہے۔ راجہ جی کا ذوق کافی بلند تھا۔ ۱۲۲۲ھ میں انھوں نے حکیم عمر خیام باعیات کا منظوم ترجمہ کیا۔ اگرچہ ان کے بعد بھی کئی شعرا نے خیام کی رباعیات کو اردو کا جامہ پہنایا لیکن راجہ جی کا نام سرِفہرست کہ

نظم کا نظم میں ترجمہ کرنا آسان کام نہیں لیکن راجہ مکھن لال نے نہایت خوبی کے ساتھ اس مرحلے کو طے کیا۔ اپنی کتاب کے دیباچے میں خود لکھتے ہیں۔

"اس نو مشق سخن خوشہ چین ارباب کمال راجہ مکھن لال کو مدت سے تمنا تھی کہ عندالفرصت اپنے ترجمہ رباعیات فارسی حضرت عمر خیام کا کہ اس بزرگ کے کلام میں سراسر حقیقت اور معرفت ترروشن کرتی ہے۔ خلاصہ اس کا زبان اُردو میں موافق اپنے استعداد کے رشتہ تحریر نظم میں لاوے۔ اگرچہ اس راقم اثم کو اتنا سواد اور مواد زبانِ ریختہ میں نہیں تھا کہ ترجمہ کلام اس بزرگ کا کما ینبغی کرے۔ لیکن بہ اعتبار اس کے کہ شاید برکت کلام عارفانہ سے اس بزرگ کے فیض ظاہری اور باطنی اس میں متصور ہے۔ اسی مترجم کو فائدہ نصیب ہو"۔

راجہ مکھن لال رباعی کا رباعی میں ترجمہ کرنے میں کس قدر کامیاب ہوئے اس کا اندازہ خود لگائیں۔

گزری جو کبھی بہ لطف ساقی یہ عمر — صحبت میں بتوں کے بے نقابی یہ عمر
واللہ نہ پھر رہے گی حسرت دل میں — کاٹیں گے یہ عیش و لطف باقی یہ عمر

کعبہ میں جو ہم مطیع اسلام ہوئے
یا دیر میں ہم حریف اصنام ہوئے
ہے ہے ہمیں کچھ اس کا نتیجہ نہ ملا
بس دیر و حرم میں مفت بدنام ہوئے

خیام کی رباعیوں کا تو جواب نہیں۔ اور بیشتر لوگ جنھوں نے ان کے حسین خیالات کو اُردو میں منتقل کیا وہ ناکام رہے۔ لیکن راجہ جی نے ترجمہ کرتے وقت خیام کی رباعیوں کی روح کو اپنی رباعیوں میں داخل کر دیا۔

اور پھر فنی نقطۂ نظر سے رباعی جس پہلے مصرعے سے تیسرے مصرعے تک ارتقائی منازل طے کرتی ہے یہ ارتقا راجہ جی کی رباعیوں میں موجود ہے۔ اور چوتھا مصرعہ راجہ صاحب کے ترجموں میں وہ سب کیفیات اور احساسات لئے ہوئے ہے۔ جیسے اساتذہ نے رباعی کے بہ چوتھے مصرعے کے لئے لازمی گردانا۔

ان کے بعد دورِ متوسطین میں کوئی ممتاز رباعی گو نظر نہیں آتا۔ دورِ جدید میں چند در چند شعرا ہیں جنھوں نے اچھی رباعیاں لکھیں۔ ان میں امجد حیدرآبادی نے نہ صرف دکنی ادب بلکہ اردو ادب میں ایک ایسا مقام حاصل کیا کہ رباعی لکھنے والوں کی صف اول میں شمار کئے جاتے ہیں۔

امجد کا نام سید احمد حسین تھا۔ حیدرآباد دکن میں ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ اور مدرسہ دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد علامہ عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد سید نادرالدین سے مزید تعلیم کی تکمیل کی۔

امجد اگرچہ اپنی رباعیات کے باعث عام شہرت رکھتے ہیں لیکن ان کے کلام میں دیگر اصناف سخن میں بھی بہترین خیالات اور اعلیٰ جذبات کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔

رباعی صوفیانہ اور اخلاقی مضامین کے اظہار کے لئے ہمیشہ زیادہ موزوں اور اصناف شاعری میں اہم تصور کی گئی ہے۔ فارسی شاعری میں سلطان ابوسعید ابوالخیر۔ عبداللہ انصاری، عمر خیام سحابی اور سرمد کی رباعیاں اِن مضامین کی وجہ سے معروف و مشہور رہیں۔ مگر صاحبان فن اِس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ رباعی میں مافی الضمیر کا اظہار کرنا آسان امر نہیں بلکہ فن شعر میں نہایت مشکل اور بے حد دشوار ہے۔ کیونکہ چار مصرعوں میں ایک وسیع مضمون کو سمو دینا اور پھر چوتھے مصرعے کا ایسا ہونا جو پہلے تینوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہو۔ رباعی کا خاصہ ہے۔ درحقیقت رباعی کہنا سنگلاخ زمین سے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ امجد دنیائے سخن کی اِس اقلیم کے بادشاہ ہیں۔ حضرت گرامی نے امجد کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

امجد بہ رباعی است فرد امجد   کلک امجد کلید گنج سرمد
گفتم کند بود جواب سرمد امروز   روح سرمد بگفت امجد امجد

امجد کی رباعیات میں ہر قسم کے مضامین۔ تصوف۔ اخلاق۔ موعظت۔ حکمت۔ معرفت بہترین اسلوب سے ادا ہوتے ہیں۔ اور جا بجا تمثیلات و استعارات کی رنگ آمیزی نے ان کی زیبائی اور رعنائی میں اضافہ کر دیا ہے۔

ضائع نہ کرو نہ سرفروشی کو مری   مٹی میں ملا نہ گرم جوشی کو مری
آتا ہوں کفن پہن کے اب ربِّ غفور   دھبّہ نہ لگے سفید پوشی کو مری

پیکِ اجلِ خانہ خراب آتا ہے   برباد کن شیب و شباب آتا ہے
اے ملکِ عدم کے جانے والو ٹھیرو   اک آبلہ پا بھی ہم رکاب آتا ہے

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو   منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو   بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے   کچھ روز میں ایک قطرہ گہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام   کچھ دیر سے ہوتا ہے مگر ہوتا ہے

موجودہ صدی کے دکنی شعرا میں دوسرے دو ممتاز رباعی گو شعرا میں راجہ کشن پرشاد شاد اور سید رضی الدین حسن کیفی کے نام بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

شاؔد سلطنت آصفیہ کے ایک ممتاز رکن قدیم معاشرت کے نمایندے تھے۔ آپ کو عربی، فارسی علوم کے علاوہ انگریزی پر بھی عبور حاصل تھا۔

ان کو شاعری کا ایک خاص مذاق تھا۔ داغؔ اور آصف کے شاگرد تھے۔ آپ کا دربار علما، فضلا، شعرا اور ادبا کا مرکز تھا۔ امیرؔ، جلیلؔ، ظہیرؔ دہلوی اور سرشارؔ آپ کے دربار سے منسلک رہے۔

شاد کا کلام اخلاق اور تصوف و معرفت کے مضامین سے لبریز ہے۔ جس میں سوز و گداز اور عجز و نیاز کی چاشنی ملتی ہے۔ یہی رنگ رباعیات میں جھلکتا ہے۔

گھر سے جو چلے جا کے لحد میں پہنچے　　ہم ہو کے فنا دار ابد میں پہنچے
دریا سے نہیں شاد جدا کچھ یہ حباب　　چلتے چلتے سب اپنی حد میں پہنچے

ہرگز نہیں ہم رنگ بدلنے والے　　ہیں مرد نہیں بات سے ٹلنے والے
حساد کو کیوں رشک نہ ہوگا اے شادؔ　　جلنے کے لیے آئے ہیں جلنے والے

کیفیؔ کا تعلق ایک صوفی خاندان سے تھا۔ اس لحاظ سے تصوف سے انھیں موروثی و فطری تعلق تھا۔ داغؔ کے شاگرد تھے لیکن قومی نظموں کے لحاظ سے انھیں حیدرآباد کا حالیؔ کہا گیا ہے۔ غزل میں انھوں نے اپنے اشعار میں داغ کا رنگ اپنایا، نظم میں حالیؔ کی پیروی کی۔ اور رباعی میں تصوف و اخلاق کے مضامین بیان کئے۔

تقدیر نے تدبیر کا دل توڑ دیا　　پیمانۂ صہبائے طرب پھوڑ دیا
دنیا تو کبھی ہم سے نہ چھوٹی کیفیؔ　　صد شکر کہ دنیا نے ہمیں چھوڑ دیا

میں اپنے اس مختصر مقالے کو کیفیؔ کی اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

ہر چند گناہوں سے کنارہ نہ کیا　　پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر　　لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا آزاد اور اُن کا فلسفۂ تعلیم

اس حقیقت سے عوام خصوصاً اور خواص عموماً بہت کم واقف ہوں گے کہ مولانا ابوالکلام آزاد صرف ایک عالم دین اور بہت بڑے سیاس ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک عظیم ماہر تعلیم بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اور خصوصاً اس دور میں جب کہ وہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں وزارت تعلیم کے منصب جلیلہ پر فائز تھے، تعلیم، فلسفہ تعلیم، نظریہ تعلیم اور نظام تعلیم کے متعلق انہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعہ بار ہا اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ہمارے اس خیال کی تردید مشکل ہی سے کی جاسکے گی کہ مولانا آزاد کے فلسفۂ تعلیم میں جو وسعت اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ اس اعتبار سے مولانا آزاد دنیا کی ان چند عظیم شخصیتوں میں سے ہیں جنھوں نے تعلیم کو ملکی اور قومی ضروریات اور تقاضوں سے نکال کر اس پر امن و سلامتی کی بنیاد رکھی۔ وہ فرد کی تعلیم و تربیت کو بنیاد قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کے اثرات و نتائج کی آخری حد ملک و قوم کو قرار نہیں دیتے ان کے فلسفۂ تعلیم کا ایک آفاقی تصور ہے اور اس کا مقصد ساری انسانیت کو مہذب بنانا ہے۔

تعلیم کے بارے میں مولانا آزاد کے نظریات و خیالات کو کسی قوم کے نظام تعلیم کی اساس اور بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے اور اس باب میں بہت کچھ تحقیق و تفتیش کی جاسکتی ہے۔ پیش نظر مقالہ میں ہمارا مقصد ان افکار و نظریات پر تحقیق کرنا نہیں۔ ہم صرف ان کے افکار کو قارئین کے سامنے پیش کر دینا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی قوم و ملک کے جدید معماروں سے گذارش ہے کہ وہ اس باب میں اختلافات اور ذاتی رنجشوں کو درمیان میں نہ لائیں اور مولانا مرحوم کے فلسفۂ تعلیم سے استفادہ کرنے میں بخل نہ کریں۔

تعلیم مقصد ہے یا ذریعہ؟

یہ سوال مشرق و مغرب کے درمیان ہمیشہ سے موضوع بحث رہا ہے کہ تعلیم مقصد ہے یا ذریعہ؟ مولانا کے لئے بھی ناگزیر تھا کہ وہ اس بحث میں حصہ لیں اسلئے کہ تعلیم کے باب میں اس سوال کا جواب وہ بنیادی اینٹ ہے جس پر تعلیم کی پوری عمارت تعمیر ہوتی ہے نیز اس باب کا اختلاف محض ایک نظریاتی اور فکری اختلاف ہی نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر نظام تعلیم پر پڑتا ہے یہ اختلاف نصب العین اور منزل کے تعین کا تھا اور ضروری تھا کہ سفر شروع کرنے اور قدم اٹھانے سے پہلے طے کر لیا جائے کہ ہمارا نصب العین اور ہماری منزل کیا ہے؟

مولانا آزاد نے اس سلسلے میں مشرقی نظریہ تعلیم کی حمایت کی ہے اور بڑی خوبی کے ساتھ اس کی برتری کو ثابت کیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ آیا، تعلیم مقصد ہے یا ذریعہ؟ میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ مغرب نے تعلیم کو ہمیشہ ایک ذریعہ ایک وسیلہ اور ایک واسطہ کی حیثیت دی ہے جب کہ مشرق اسے مقصد قرار دیتا ہے (مغرب معاشرتی سود و بہبود کو مقصد سمجھتا رہا ہے حالانکہ یہ معاشرتی سود و بہبود کا مسئلہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ اس کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں۔ بہرحال) تعلیم کو ذریعہ قرار دینے کے میلان نے تعلیم کی قدر و قیمت کا معیار گرا دیا ہے .... لیکن ..... جب ہم تعلیم کو مقصد قرار دیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہمارے نزدیک علم انتہائی قدر و قیمت لئے ہوئے ہے میرے خیال میں کوئی مغربی مفکر علم کی اہمیت سے انکار نہیں کرے گا۔ لیکن تا وقتیکہ ہم تعلیم کو مقصد قرار نہ دیں، علم کا مقام متعین نہیں ہو سکتا .... اس نقطۂ نظر سے ہمیں چاہیئے کہ ہم تعلیم کو ذریعہ نہیں بلکہ مقصد قرار دیں۔"

ایک جگہ تعلیم کی حقیقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"تعلیم اس خارجی ترقی کا نام نہیں جو انشاء و لغت و ادبیات کی سطحی معلومات پر قائم ہو۔ اصل میں تعلیم ان مخفی قوتوں کے اظہار کا نام ہے جو فطرت نے انسانی طبیعت کو ملے میں ودیعت کی ہیں"

اور تعلیم کی بنیاد یہ ہے کہ نقد و اختیار اور توسیع معلومات کے ذریعے انسانی قوائے کو ترقی دی جائے"

ان کے نزدیک اس سے زیادہ تعلیم کی کوئی غرض نہیں کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اشیاء کی اصلی حقیقت معلوم ہو جائے۔ ہر چیز کو ویسا ہی دیکھیں جیسی وہ ہے اور اسی درجے میں رکھیں جس درجے میں اسے ہونا چاہیئے۔ اس کے ذریعے افراد کو ترقی یافتہ اور مہذب بنایا جائے۔ مولانا کے نزدیک یہ حقیقی تعلیم ہے اور یہی مقصد۔ مولانا کے نزدیک فرد کی تکمیل و تہذیب سے قبل معاشرتی سود و بہبود کا نظریہ بے معنی ہے۔ اگر افراد نے تکمیل مدارج طے نہ کئے ہوں تو ان سے نہ کوئی اچھی جماعت وجود میں آسکتی ہے نہ معاشرہ میں ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے لیس ضروری ہے کہ افراد کو ترقی یافتہ اور مہذب بنایا جائے اس کے بعد معاشرتی سود و بہبود کے سامان خود فراہم ہو جائیں (اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مقصد المقصد ہے ایک مقام پر مولانا فرماتے ہیں۔

"آج سائنس کی بدولت مشرق و مغرب ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ فرد یا جماعت سے متعلق جو متعصبانہ میلانات پائے جاتے ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیئے اور ایک ایسا نظام تعلیم کو رواج دینا چاہئے جس میں فرد اور جماعت کی قدریں ملحوظ خاطر رکھی گئی ہوں موجودہ دنیا میں تعلیم کی اہمیت کا راز اسی حقیقت میں مضمر ہے تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ تعلیم نہ صرف افراد کی ترقی پر اثر انداز ہوتی ہے بلکہ جماعتیں بھی اس کے اثرات کی زد سے نہیں بچ سکتیں۔

اگر فرد کی شخصیت نے تکمیلی مدارج طے نہیں کئے ہیں تو جماعت یا معاشرہ میں

ہم آہنگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا موجودہ دنیا میں تعلیم کا مقصد اور منشا تو یہ ہونا چاہیئے
کہ افراد کی شخصیتیں بھی تکمیل پذیر ہوں اور جماعتیں بھی تکمیل کا اعلیٰ معیار حاصل کرسکیں۔
مشرق و مغرب دونوں کو اس ارتقاء میں حصّہ لینا چاہیئے۔"

مولانا کے نزدیک کسی معاشرہ کی حیثیت عرفی کی تعین اس کے افراد کی نوعیت و خصوصیت سے ہوتی ہے۔ اور افراد کی حقیقت و اقعیت، کا آئینہ دار وہ نظام ہے جس کے سانچوں میں معاشری عادات و خصائل ڈھلتے ہیں۔ پس اگر تعلیم کی بنیاد حریت و انسانیت کے ہمہ گیر اصولوں پر نہ ہو تو قوم و ملک خوشحالی اور ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا اور اس طرح امید افزا مستقبل کے روشن چراغ گل ہوجاسکتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

" اس مسلم الثبوت حقیقت سے کسی کو جرات انکار نہیں کہ قومی تعلیم کا نظام اور اس کے پیش رفت حکومت کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ کسی معاشرہ کی حیثیت عرفی اور ہیت کذائی کی تعین و تشخص اس کے افراد کی نوعیت و خصوصیت سے ہوتی ہے (بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے مستقبل کا جائزہ بھی اسی روشنی میں لیا جاسکتا ہے) اور کسی فرد کی حقیقت و واقعیت کا آئینہ دار وہ نظام تعلیم ہے جس کے سانچے میں اس کے عادات و خصائل ڈھلتے ہیں۔ اگر تعلیم کی بنیاد حریت و انسانیت کے ہمہ گیر و ہمہ باز اصولوں پر استوار ہو تو اس کی بدولت عوام کے زاویہ نگاہ میں نہ صرف تبدیلی آسکتی ہے بلکہ قوم کو خوشحالی و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے مواقع میسر آسکتے ہیں۔ اس کے برعکس تعلیم کے وہ انداز جو کسی غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ ان سے امید افزا مستقبل کے وہ چراغ گل ہوسکتے ہیں جنھیں علمبرداران حریت ہر دور میں روشن رکھتے آئے ہیں۔"

جب ہم مولانا آزاد کے فلسفۂ تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ملکی اور قومی ضرورتوں ہی کے پیش نظر نظریہ تعلیم اور نظام تعلیم میں کسی تبدیلی کے متمنی نہیں بلکہ وہ مسئلہ تعلیم کو ملکی اور قومی احتیاجات کے محدود دائرے سے نکال کر عالمی بنیادوں پر ایک انقلاب لانا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ آج دنیا کی فضا میں جو کشیدگی، شکوک، خوف اور نفرت پائی جاتی ہے اس کی بنیاد محض قومی اور سیاسی ہی نہیں بلکہ کسی حد تک خیالات کے تصادم پر ہے اور نظریات کے اختلاف نے افراد کے درمیان پھوٹ ڈال رکھی ہے۔ پس ایسی فضا کی تخلیق میں جہاں دوستی اور برابری کی سطح پر مختلف کیمپ ایک دوسرے کا چولی دامن نظر آئیں، تعلیم اور صرف تعلیم کی معجز نمائیوں کو دخل ہے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مولانا کی تجویز ہے۔

"اس کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ و جغرافیہ کی تعلیم کے موجودہ نظام کو بدلا جائے۔ اس طرح (اشتراکی اور سرمایہ دارانہ) دونوں نظاموں میں قریبی مناسبت پیدا

ہو جائے گی"

اس تبدیلی کے بغیر عالمی امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مولانا آزاد نے جون ۵۱ء میں بمقام پیرس "یونیکسو کا نصب العین" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"گذشتہ تیس سال سے میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ جب تک ہم تاریخ و جغرافیہ کی تعلیمی قدریں تبدیل نہیں کریں گے۔ دنیا میں عالمی امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ آج کل اسکولوں اور کالجوں میں تاریخ و جغرافیہ کی تعلیم کا جو انداز ہے اس سے اختلافات و نزاعات میں اضافہ ہوتا ہے۔ تاریخ بالعموم قومی مفاخر کی داستان اور کہیں کہیں اس میں کسی قوم کے حالات بڑھا چڑھا کر بیان کئے جاتے ہیں۔ رہا جغرافیہ کا معاملہ، اس سے عالمی وحدت کی بنیادیں استوار نہیں ہوتیں بلکہ اس سے اختلافات و نزاعات کے سوتے پھوٹتے ہیں ہم فرضی حد بندیوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اپنی جانب سے کچھ اور حدود قائم کر دیتے ہیں۔ ہر ملک نقشہ میں جہاں دکھایا گیا ہے۔ اس پر بنیار نگ چڑھا ہوا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بچپن ہی میں ہمارے بچوں کے ذہن میں اختلافات کا بیج پڑ جاتا ہے۔ جب تک بچوں کی تعلیم و تربیت کا انداز نہیں بدلے گا اور ان کے ذہن میں یہ بات نہیں بٹھائی جائے گی کہ وہ عالمی وحدت اور آفاقی شہریت سے تعلق رکھتے ہیں، ہم بین الاقوامی سطح پر مفاہمت کی خوشگوار و خوش آئند فضا کیسے پیدا کر سکتے ہیں"

یہی بات دہ مارچ ۵۱ء میں یونیکسو کے ڈائرکٹر جنرل کی آمد پر دہلی میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے تھے۔ مولانا نے کہا۔

"آپ شاید اس بارے میں مجھ سے اتفاق کریں گے کہ نئی پود کے مرد و زن کی تربیت ایک ایسے علیحدہ پسند، ماحول میں ہوئی ہے کہ ان سے عالمی اتحاد اور آفاقی شہریت کی توقعات وابستہ نہیں، کی جا سکتیں۔ انہیں ایسے خطوط پر غور و فکر کی تربیت دی گئی ہے جن پر نسلی، طبقاتی، یا قومی امتیازات کا خول چڑھا ہوا ہے۔ اگر ہمارے پیش نظر عالمی اتحاد کا حصول ہے اور اس چیز پر سب متفق ہیں کہ ایسے اتحاد کے بغیر انسان کا مستقبل تاریک ہے تو ہماری تمام تر کوششیں، آفاقیت کی خاطر، نئی پود کی تعلیم و تربیت پر مرکوز ہونی چاہیں۔ اگر ابتدائی ایام ہی سے آج کے بچوں کی تربیت، اتحاد و اخوت کی بنیادوں پر کی جائے تو بڑی عمر میں ان کا شعور اتنا بالغ اور فہم اتنا پختہ ہو جائے گا کہ موجودہ نزاعات ان کی نظر میں بے وقعت اور بے حقیقت ٹھہریں گے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے مدارس میں تاریخ و جغرافیہ کی تعلیم کا پورا ڈھانچہ تبدیل کرنا ہوگا۔ تا وقتیکہ اس مقصد کی تکمیل نہ ہو، اقوام عالم کے جسم میں اتحاد و اتفاق کی روح نہیں پھونکی جا سکتی اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک اس قسم کا اتحاد بروئے کار نہیں آئے گا، آفاقی شہریت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ تاریخ و جغرافیہ کی تعلیم کا جو طریقہ رائج ہے۔ وہ نہ صرف مقصد کی تکمیل میں خلل انداز ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس کی بنیاد ہی حقائق پر نہیں ہے۔ یہ کرۂ ارض جو باعتبار تخلیق ایک ہی ہے ہم نے اسے اپنے ذاتی مفاد اور شخصی منفعت سے مختلف حصص پر منقسم کر دیا ہے۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ ہم نے یہ ستم ظریفی بھی کی ہے کہ اس مشترک دنیا کے نقشے میں نت نئے رنگ بھر دیئے پھر یہ تقسیمیں کچھ اس انداز سے کی گئی ہیں کہ اس پر اہم ورہم کے خول بھی چڑھا دیئے گئے ہیں۔ کسی کا ایشیا نام پڑا تو کسی کا یورپ، کسی نے امریکہ نام پایا تو کسی نے افریقہ۔ جب ہم کسی بچے کو جغرافیہ کی تعلیم دیتے ہیں تو ہم شروع میں یہ حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں کرتے کہ وہ پوری دنیا کا شہری اور پورے عالم کا باشندہ ہے۔ اس کے برعکس ہم اس کے ذہن میں یہ بات بٹھاتے ہیں کہ اس کا تعلق دہلی سے ہے اور دہلی ہندوستان میں ہے، ہندوستان ایشیاء میں ہے اور ایشیاء مشرقی کرۂ ارض میں ہے ــــ

یہ تمام منازل و مدارج عبور کرنے کے بعد آخر میں ہم اس پر یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ دنیا کا باشندہ۔ اس پر عالمی شہریت کے حقوق عائد ہوتے ہیں اگر ایسے ماحول میں پلا ہوا بچہ اپنے آپ کو کسی خطہ سے متعلق سمجھتا ہے، خواہ وہ دہلی ہو یا پیرس، پیکنگ ہو یا نیو یارک، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔؟ زیادہ سے زیادہ وہ صوبائی اور قومی حدود سے تجاوز کر سکتا ہے کہ میں ایشیائی ہوں یا یوروپی، افریقی ہوں یا امریکی۔ رہا نسل انسانی سے اس کی رکنیت کا نظریہ ــ اس کی حیثیت وہمی یا خیالی رہ جاتی ہے۔ . . . .
ابتدائی درجات میں بچوں کے لئے ایسے نئے نقشوں کی ضرورت ہے جس میں دنیا کا ایک رنگ دکھایا گیا ہو۔ ہمیں بچہ کو یہ تعلیم دینی چاہیئے کہ وہ دنیا کا ایک اچھا شہری ہے۔ پھر اس پر یہ حقیقت واضح کرنی چاہیئے کہ جس طرح سہولت کی خاطر کسی قصبہ کو مختلف وارڈوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس تقسیم سے محلہ کی وحدت میں فرق نہیں آتا اسی طرح دنیا مختلف منطقوں پر منقسم ہے جیسا کہ ایشیا۔ امریکہ، افریقہ اور یورپ۔ لیکن ان تقسیمات سے عالمی

وحدت میں فرق نہیں آتا۔ ٹھیک جس طرح وارڈ چھوٹے چھوٹے محلوں اور گلیوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح براعظم چھوٹے چھوٹے وحدتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان وحدتوں کو ہم ممالک سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ ممالک ایک ہی عالم کے اجزائے غیر منفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بچپن میں جغرافیہ کی تعلیم اگر اس انداز سے دی گئی تو بچوں کے ذہن میں یہ نقش بیٹھ جائے گا کہ ان کا تعلق ایک عالم سے ہے۔

جغرافیہ کی تعلیم کے پہلو بہ پہلو تاریخ کی غلط تعلیم نے بھی نسلِ انسانی کو مختلف شاخوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مروجہ کتب تاریخ میں یہ بتایا گیا ہے کہ متفرق و مختلف شعوب و قبائل کی تاریخ میں خانہ جنگیوں کے تذکرے اس کثرت سے ملتے ہیں کہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ اشخاص جن کا تعلق مختلف شعوب و قبائل سے ہوتا ہے، آپس میں ایک دوسرے سے نفرت وحقارت کا برتاؤ رکھتے رہے ہیں۔

تاریخ کی تعلیم کا یہ انداز انقباضِ طبع اور تنگ نظری کے جراثیم فضا میں نشر کرتا ہے۔ بچہ کی افتادِ طبع کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا سے الگ تھلگ سمجھنے لگتا ہے۔ .... پس جس طرح عالمی وحدت کے استحکام کے لیے جغرافیہ کی تعلیم میں تجدید و تغیر کی ضرورت ہے اسی طرح وحدت انسانی کے قیام و بقا کی خاطر تاریخ کی تعلیم کا انداز بھی نئے قالب میں ڈھلنا چاہیئے۔ .... جب تک ہم تاریخ و جغرافیہ کی قدریں نہیں بدلیں گے۔ انسان کے ذہنی میلانات میں تبدیلی نہیں آسکتی۔"

تعلیم کے کسی مرحلے میں "معلم" کی شخصیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا خصوصاً ابتدائی تعلیم کے استاد کو۔ کہ بچہ پر سب سے زیادہ اثر ڈالنے والی شخصیت ہوتی ہے۔ اعلیٰ درجات کے طالب علم جب کہ وہ عقل و شعور کی ایک حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں، اپنے استاد کا اتنا اثر قبول نہیں کرتے۔ لیکن ابتدائی درجات کے طلبا کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ وہ اپنے استاد سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور استاد ہی کے اخلاق و کردار اور سیرت کے سانچوں میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا کے نزدیک ضروری ہے کہ معلم وہ لوگ ہوں جو صفائی، سچائی اور دیانت داری کا مکمل نمونہ ہوں اور خود غرض اور سیاسی مفاد کے بندے نہ ہوں۔ خود غرض اور حقیر و دنیاوی مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے معلمین کے ذریعے نہ صرف تعلیم کی غرض و غایت حاصل ..... ہو سکتی بلکہ یہ لوگ ملک و قوم کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

"تعلیم کی غرض صرف انہیں معلمین کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے جو خود بے غرض ہیں، حق کی تعلیم صرف اس لئے دیتے ہیں کہ وہ حق ہے۔ اور حق کو پوری سچائی،

صفائی اور دیانت سے ظاہر کرتے ہیں۔ خود غرض معلم، سیاسی اغراض کے بندے اور حقیر دنیاوی مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ہرگز "معلم" نہیں ہو سکتے۔ ایسے معلم قوم کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ اور ان دجالوں سے قوم کے بچوں کی حفاظت و حمایت ہر محب وطن کا اولین فرض ہے۔ ہمیں ان کی جڑ کاٹ دینی چاہیئے اور قوم کو ہمیشہ کے لئے نجات دے دینی چاہیئے۔"

ایک دوسرے مقام پر تعلیم کی اصل غرض و غایت حاصل کرنے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں کہ پہلے

۱۔ درس دینے والوں کو نمونۂ تہذیب بنایا جائے تاکہ وہ اپنے فرائض نہایت کامیابی سے ادا کر سکیں۔

۲۔ معلمین اور متعلمین کے مابین جو بزرگانہ تعلقات ہوں ان کی عمارت اس داغ بیل پر ہونی چاہیئے جس کی بنیاد دراصل تعلیم رسالتؐ نے ڈالی تھی کہ

" تم میں جو بڑے ہوں ان کی بزرگ داشت کی جائے اور جو چھوٹے ہوں ان کے ساتھ رحمت و مہربانی کا برتاؤ ہو" (حدیث)

تعلیم کے باب میں اساتذہ اور خصوصاً ابتدائی درجات کے اساتذہ کا مسئلہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے نہ صرف نظر کیا جا سکتا ہے لے بغیر کسی پائیدار اور دیرپا تعمیر کا وجود ممکن ہے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں۔

"تعلیمی نقطہ نظر سے اس نوعیت کی ترقی بنیادی تعلیم کو لازم قرار دیتی ہے اگر بنیادیں استوار نہیں کی جاتی ہیں تو کسی پائیدار اور دیرپا تعمیر کا وجود ممکن نہیں۔ تعمیرِ تمدن کی پوری عمارت کی بنیاد ابتدائی درجات کی تعلیم اور مدرسین پر ہے"

یہ تو مدرسین کی شخصیت، مقام اور ان کے فرائض کے متعلق مولانا آزادؒ کے خیالات و افکار تھے۔ آج جو مدرسین کی حالت ہے اور ان ن نظر سے دیکھا جاتا ہے وہ بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں اس کے باوجود انہیں اپنی تعلیم کے دوران اس قسم کے استادوں سے سابقہ پڑا نہ زندگی میں ایک لمحہ کے لئے ان حالات سے دوچار ہوئے جن سے مدرسین کو اور خصوصاً ابتدائی جماعتوں کے مدرسین کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کی ست میں روزِ ازل ہی سے وزارت تعلیم کا منصب جلیلہ لکھا جا چکا تھا۔ لیکن انہوں نے مدرسین کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ کتنا صحیح ہے اور باب میں ان کے خیالات کتنے بلند ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"ملک کی قدیم روایات کے برعکس اساتذہ کو قدر و منزلت کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان کا پیشہ افسوسناک حد تک ذلیل ہو چکا ہے، ماضی میں ایک استاد کا مقام بہت بلند تھا۔ مگر مالی حیثیت سے کوئی استاد خوشحال نہ بھی ہوتا تو اس کا اسے ملال نہ تھا اور وہ اس لئے کہ سماج میں جو اسے مرتبہ اور وقار حاصل ہوتا تھا۔ اس

سے کافی حد تک اس کی بیزاری کا کفارہ ہوجاتا تھا۔ اس دور میں شومئی قسمت سے
زمانہ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ آج خصوصیت کے ساتھ ابتدائی درجات کے اساتذہ کی
وہ مٹی پلید ہورہی ہے کہ ان کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے ....
نظام تعلیم کی تجدید و احیاء کی مہم شروع کرتے وقت ہمارا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم
اساتذہ کا معاشرتی معیار بلند کریں۔"

اس اعتبار سے غور کیا جائے تو ہمارے ملک (پاکستان) کے اساتذہ کی حالت بھی اس سے قطعی جدا نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں یقیناً معلمین کو وہ حیثیت نہیں دی گئی۔ جس کے وہ واقعی مستحق تھے۔ نہ کھلے دل سے ان کے بلند مقام کا اعتراف کیا گیا۔ یہ شکایت اب بھی باقی ہے کہ ان کے ساتھ کچھ بہتر سلوک نہیں کیا جارہا ہے۔ ہم حضرت مولانا آزاد ہی کے الفاظ میں جدید معماران قوم سے گزارش کرتے ہیں کہ

" نظام تعلیم کی تجدید و احیاء کی مہم شروع کرتے وقت ہمارا اولین فرض
یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اساتذہ کا معاشرتی معیار بلند کریں!"

نئے خزانے

جون اور جولائی ۱۹۶۳ء کے اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——— زاہدہ خاتون

عنوانات جن کے تحت یہ اشاریہ مرتب کیا گیا ہے:-

- کتابیات اور صحافت
- فلسفہ ـ نفسیات اور مسلمان فلسفی
- مذہب ـ اسلام ـ اصول، نظریات اور تاریخ
- قرآن شریف
- حدیث
- فقہ اسلامی
- تصوف اور اخلاق اسلامی
- سیرت پاک، خلافت راشدہ، اصحابؓ و اہل بیتؓ
- سماج، سیاست معیشت، قانون اور انتظام مملکت
- رسم و رواج
- تعلیمات
- لسانیات ـ اردو
- سائنس
- علوم مفیدہ
- فنون لطیفہ
- ادب ——— اصول، نظریات اور تاریخ
- اردو ادب ——— اصول نظریات اور تاریخ
- اردو ادب ——— شعر و شاعری
- اردو ادب ——— ڈرامہ
- اردو ادب ——— ناول و افسانہ
- اردو ادب ——— انشاپردازی
- اردو ادب ——— خطبات، مکاتیب اور طنز و مزاح
- غالبیات
- اقبالیات
- بابائے اردو
- شفیق جونپوری
- شوکت تھانوی
- نیاز فتحپوری اور نگار
- دیگر زبانوں کا ادب
- سفر نامے
- سوانح
- اجتماعی سوانح
- تاریخ ——— مختلف ممالک
- فہرست کتب و رسائل، جن پر جون اور جولائی ۱۹۶۳ء کے رسائل اور جرائد میں ریویو شائع ہوئے۔

اس فن وار فہرست میں حسب ذیل رسائل اور جرائد کے مضامین شامل ہیں

ادب لطیف لاہور جون
ادیب علی گڑھ جون جولائی
اردو ڈائجسٹ لاہور جون
اردو نامہ کراچی اپریل تا جون
آج کل پشاور جون جولائی
آج کل دہلی جون جولائی
استقلال لاہور جولائی
افکار کراچی جون، جولائی
اقدام لاہور جون، جولائی
البلاغ بمبئی جون، جولائی
الرحیم حیدرآباد جولائی
الزبیر بہاولپور شمارہ ۶
الشجاع کراچی جون، جولائی
العلم کراچی اپریل تا جون
انتخاب نو کراچی جولائی
انجم کراچی جون
برہان دہلی جون، جولائی
بصائر کراچی جولائی
بینات کراچی جون، جولائی
تجلی دیوبند جون، جولائی
تحریک دہلی جولائی
ترجمان القرآن لاہور جون، جولائی
تہذیب الاخلاق لاہور جون، جولائی
ثقافت لاہور جون جولائی
جامعہ دہلی مئی جون، جولائی
جام نو کراچی جون، جولائی
جوار بھاٹا دہلی جون
چٹان لاہور جون، جولائی
چراغ راہ کراچی جون، جولائی
خاتون پاکستان کراچی جولائی
خاتون دکن حیدرآباد جولائی
راوی پٹنہ جون
سات رنگ کراچی جون، جولائی
ساز کلکتہ جون
ساقی جون، جولائی
سب رس حیدرآباد دکن جون، جولائی
سیارہ لاہور جون، جولائی
شاداب پشاور جون
شاعر بمبئی جون، جولائی
شہاب لاہور جون، جولائی
صبا حیدرآباد دکن مئی، جون
صبح امید بمبئی جون
صدف گیا جولائی
صدق جدید لکھنؤ جون
صحیفہ لاہور جولائی
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد جون
فاران کراچی جون، جولائی
فروغ اردو لکھنؤ جون
فکر و خیال کراچی مئی، جون
فنون لاہور جولائی
قندیل لاہور جون، جولائی
قومی زبان حیدرآباد دکن جولائی
قومی زبان کراچی جون
کامران سرگودھا جلد ۹ شمارہ ۲
کتاب لکھنؤ جون، جولائی
کتاب نما دہلی جون، جولائی
کتابی دنیا کراچی جون، جولائی
کردار نو عارف والا جولائی
لاہور لاہور جون، جولائی
لیل و نہار لاہور جون، جولائی
ماہ نو کراچی جون
مجلۂ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد ۲ شمارہ ۲
محور دہلی جلد ۲ شمارہ ۵
مشرق کراچی جولائی
معارف اعظم گڑھ جون، جولائی
ملاپ حیدرآباد دکن جون، جولائی
مولوی دہلی جون
نصرت لاہور جون، جولائی
نقش کراچی جون، جولائی
نقوش لاہور شمارہ ۱۲۵
نگار پاکستان کراچی مئی، جون
نگار رامپور جون
نوائے ادب بمبئی جولائی
نئی قدریں حیدرآباد جون
ہماری زبان علی گڑھ جون، جولائی
ہمدرد صحت کراچی جون، جولائی
ہم قلم کراچی جون، جولائی
ہندوستانی ادب حیدرآباد دکن جون

کتابیات اور صحافت

شبیر احمد غوری — اسلامی ہند کے نصف اول میں علوم عقلیہ کا رواج (۳)
معارف اعظم گڑھ — جون ۱۹۶۳ء

عبداللہ عمرپوری — علوم منقلیہ اور خانوادۂ ولی اللہی
الرحیم حیدرآباد — جولائی ۱۹۶۳ء

اطہر مبارکپوری — قرون اولی کی علمی سرگرمیاں
البلاغ بمبئی — جون ۱۹۶۳ء

قطب النساء بیگم ہاشمی — سفرنما —— اردو زبان میں ۸۸ سفرناموں کی فہرست
آج کل دہلی — جولائی ۱۹۶۳ء

منوہر پرشاد ماتھر — اردو میں ہندو دھارمک کتابیں اور مفت دھرم پرچار منڈل
ہماری زبان علی گڑھ — ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

عبدالمجید قریشی — کتابیں جو چھپ نہ سکیں
جامعہ دہلی — جولائی ۱۹۶۳ء

اکرام احمد — ۱۹۶۲ء کی اردو مطبوعات۔ فہرست
قومی زبان کراچی — ۱/۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء

ادارہ — ۱۹۶۲ء کی مطبوعات پر ایک سرسری نظر
جامعہ دہلی — مئی جون ۱۹۶۳ء

انیس خورشید — پاکستان میں شائع ہونے والی کتابوں کا ایک سرسری جائزہ
جامعہ دہلی — مئی جون ۱۹۶۳ء

افسر صدیقی امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ (۷) ۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی — ۱/۱۶ جون ۱۹۶۳ء

افسر صدیقی امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ (۸) - مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی — ۱/۱ جولائی ۱۹۶۳ء

خالد سعید — علمی رسائل کے خاص خاص مضامین
ثقافت لاہور — جون ۱۹۶۳ء

خالد سعید — علمی رسائل کے خاص خاص مضامین
ثقافت لاہور — جولائی ۱۹۶۳ء

ساحل، عبدالحلیم اور دیگر حضرات — مقالہ نما (جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء کے اردو رسائل میں شائع شدہ مضامین کی فن وار فہرست)
نوائے ادب بمبئی — جولائی ۱۹۶۳ء

قیصر، ابن حسن اور زاہدہ خاتون — نئے خزانے۔ فروری ۱۹۶۳ء کے اردو اخبارات و رسائل کے مضامین کا اشاریہ
قومی زبان کراچی — ۱/۱ جون ۱۹۶۳ء

قیصر، ابن حسن اور زاہدہ خاتون — نئے خزانے - مارچ ۱۹۶۳ء کے اردو اخبارات و رسائل کے مضامین کا اشاریہ
قومی زبان کراچی — ۱/۱ جولائی ۱۹۶۳ء

عاشق حسین بٹالوی — لندن کی ایشیائی انجمنیں
قندیل لاہور — ۹ جون ۱۹۶۳ء

شانتی رنجن بھٹاچاریہ — جام جہاں نما اور ہری دت (اردو کا پہلا اخبار کون سا ہے)
آج کل دہلی — جون ۱۹۶۳ء

فضل المتین — اجمیر کا پہلا اردو اخبار —— ہفت روزہ خدمت خلق جو اجمیر ۱۸۶۱ء میں [illegible] شروع ہوا۔ ہماری زبان علیگڑھ ۸ جون ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل پانی پتی — آج سے ایک سو برس پہلے کے دو مشہور اخبار — سحر سامری، طلسم لکھنؤ

لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء

فلسفہ۔ نفسیات اور مسلمان فلسفی

سجاد حیدر — فلسفہ اور تعلیم کا باہمی ربط
فکر و خیال مئی جون ۱۹۶۳ء

شبیر احمد خاں غوری — اسلامی ہند کے نصف اول میں علوم عقلیہ کا رواج (۴)
معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء

شمیم جاوید — نفسیات کیا ہے؟
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

ادارہ — دائمی خستگی کا احساس
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

—— — پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے طریقے۔
ہمدرد صحت کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

ڈاکٹر (مسز) عشرت النساء — بگڑے بچے
لیل و نہار لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

محمودہ قریشی — سن بلوغ اور والدین
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

—— — بھوک — تاریخ عالم کا ضخیم ترین باب
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

حنیف ندوی — اہل منطق کی واماندگیاں
ثقافت لاہور جون ۱۹۶۳ء

محمد حنیف ندوی — اہل منطق کی واماندگیاں
ثقافت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

علی عباس جلالپوری — کیسا اچھا زمانہ تھا! — ماضی کے گن گانے کی بجائے حال پر گرفت اور

مستقبل پر اعتماد رکھنے کی ضرورت
فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

تاجور سامری — جنگ اور امن؟ یا کشمکش اور عمل
جوار بھاٹا دہلی جون ۱۹۶۳ء

عبدالمغنی — عالم ہمہ تنہائی (خود بینی اور خودنمائی)
سیارہ لاہور جون ۱۹۶۳ء

جلالی شاہجہانپوری — ہند قدیم کے افادی فلسفہ کی پانچ درخشاں شاخیں
سب رس حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۶۳ء

رفیع الدین ہاشمی — فیلسوف اعظم — فارابی
لیل و نہار لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

سعید زاہد — ابن سینا۔ بعض اصول دینیہ کی عقلی تاویل مترجمہ جمیل احمد
بصائر کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

عبدالقیوم — اندلس کا صوفی مفکر — ابن عربی ۱۱۶۴ء — ۱۲۴۰ء
لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء

کاظمی، ایس۔ ایچ — رازی۔ چٹان لاہور ۱۰ جون ۱۹۶۳ء

عبدالحمید سواتی — حکمت ولی اللہی کے شارحین
الرحیم حیدرآباد جولائی ۱۹۶۳ء

مذہب۔ اسلام۔ اصول، نظریات اور تاریخ

محمد تقی امینی — لامذہبی دور کا علمی و تاریخی پس منظر
برہان دہلی جون ۱۹۶۳ء

شبیر احمد — اسلام کا بنیادی فلسفہ
ثقافت لاہور جون ۱۹۶۳ء

شمس الحق عثمانی — اسلام دین فطرت ہے

مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد ۵ نمبر ۱ ۱۹۶۶ء

بحر پھلواروی — اسلام اور فطرت (مسلسل)
ثقافت لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

امام رسول — اسلام کے واجبات اور رسم
چٹان لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۶۶ء

سید احمد — اسلامی نظریۂ حیات
اقدام لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۶ء

نصیر احمد — اسلام اور معاشرتی فلاح و بہبود
اقدام لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۶ء

ظفر احمد عثمانی — اسلامی تہذیب اور اس کی تعریف
مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد ۵ نمبر ۱ ۱۹۶۶ء

محمد طیب — اسلام اور معاشی مسائل کا حل
چٹان لاہور ۱ جولائی ۱۹۶۶ء

محمد ہاشم — اسلام کا نظام معیشت و حکومت
مشرق کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

بشارت علی — اسلامی دولت مشترکہ
تہذیب الاخلاق لاہور جون ۱۹۶۶ء

بشارت علی — اسلامی دولت مشترکہ
تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

ابوالاعلیٰ مودودی — دنیائے اسلام کی موجودہ حالت اور اسمیں اسلامی تحریک کے لئے طریق کار
ترجمان القرآن لاہور جون ۱۹۶۶ء

اطہر مبارکپوری — عرب میں آباد ہندوستانیوں کی دعوت اسلام
معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۶۶ء

سعید رمضان — روس میں مسلمانوں کی حالت زار
مترجمہ عمر فاروق مودودی
ترجمان القرآن لاہور جون ۱۹۶۶ء

محمود الحسن ندوی — یوگوسلاویہ کے مسلمان
چٹان لاہور ۳ جون ۱۹۶۶ء

رشید شباز — چین اور اسلام
ماہ نو کراچی جون ۱۹۶۶ء

قرآن شریف

محبوب الرحمٰن — قرآن اور مسلمان
فاران کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن — الصافات
ترجمان القرآن جون ۱۹۶۶ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن — الصافات
ترجمان القرآن لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

خالد محمود ربانی — قرآن مجید کے تراجم
قندیل لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء

مسعود احمد محمد — ۱۲ ویں صدی ہجری میں قرآن پاک کے اردو تراجم اور تفاسیر
نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۶ء

ابو محفوظ الکریم معصومی — تفسیر طبری کا فارسی ترجمہ
مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد ۵ نمبر ۱ ۱۹۶۶ء

صارم، عبدالصمد — تاریخ القرآن
لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۶ء

عبدالقادر — حضرت مریم صدیقہ مشرق میں — دس تاریخی شواہد
لاہور لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۶۶ء

حدیث

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی — حدیث کی قانونی منزلت

تہذیب الاخلاق لاہور جون ۶۳ء

محمد یوسف بنوری — حدیث افتراقِ امت
بیّنات کراچی — جون ۶۳ء

جوزف — موطا کے دو نادر نسخے مترجمہ محمد صغیر حسن معصومی
مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد نمبر ۱ ۶۳ء

تقی الدین ندوی — امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ — ۲۷۹ھ اور جامع — خصوصیات اور حقائق کی ایک جھلک
برہان دہلی — جولائی ۶۳ء

سید ہاشمی فرید آبادی — علم حدیث تاریخی نظر سے (۲-۴-۵)
صدق جدید لکھنؤ ۷، ۱۴، ۲۱ جون ۶۳ء

الیر احمد — سرزمین سندھ میں علم حدیث
الرحیم حیدر آباد — جولائی ۶۳ء

فقہ اسلامی

عمر احمد عثمانی — تحویل قبلہ
چراغِ راہ کراچی — جون ۶۳ء

محمد اصلح الحسینی — اتباع سنت
چراغِ راہ کراچی — جون ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تجاویز در باب انتظامات حج
ترجمان القرآن لاہور — جون ۶۳ء

محمد اسمٰعیل خاں — زاد الحرمین (۲)
شہباز گلبرگہ — مئی ۶۳ء

محمد واسع — حج — عام معلومات اور اصطلاحات
البلاغ بمبئی — جولائی ۶۳ء

منتخب الحق — عورتوں کے حقوق
چراغِ راہ کراچی — جولائی ۶۳ء

— — اسلام میں عورت کا مقام
اقدام لاہور — ۲۱ جولائی ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — مسئلہ تعدد ازدواج
ترجمان القرآن لاہور — جولائی ۶۳ء

ولی حسن — عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں۔ مسئلہ تعدد ازدواج
بینات کراچی — جون ۶۳ء

ولی حسن خاں ٹونکی — عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں۔ مسئلہ تعدد ازدواج
بینات کراچی — جولائی ۶۳ء

ولی حسن خاں — عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں۔ مسئلہ تعدد ازدواج
بینات کراچی — جولائی ۶۳ء

رفیع اللہ — موسیقی کی شرعی حیثیت
ثقافت لاہور — جولائی ۶۳ء

خورشید احمد — دین و سیاست
چراغ راہ کراچی — جولائی ۶۳ء

محمد ابوزہرہ — خلافت کے مسئلہ میں جمہور کا مسلک مترجمہ عبدالحق انصاری
ترجمان القرآن لاہور جون ۶۳ء

محمد ابوزہرہ — خلافت کے مسئلے میں جمہوریہ کا مسلک (۲) مترجمہ محمد عبدالحق انصاری
ترجمان القرآن لاہور جولائی ۶۳ء

تصوف اور اخلاقِ اسلامی

ثمینہ شوکت — حضرت گیسو دراز کا شکار نامہ

شکار نامہ ایک تمثیلیہ ہے جس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر انجام حیات تک کے مختلف مراحل کی متصوفانہ اور عارفانہ تشریح و توضیح کی گئی ہے۔
شہباز گلبرگہ   مئی ۶۳ء

—— حضرت گنج بخش سید علی ہجویری رح کی تعلیمات
شہاب لاہور   ۱۴ جولائی ۶۳ء

—— حضرت مخدوم سید علی ہجویری رح داتا گنج بخش رح نظریات، تعلیمات، ملفوظات اور تاریخی حالات
چٹان لاہور   ۱۵ جولائی ۶۳ء

حسن علی جامعی شرقپوری — حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات
چٹان لاہور ۱، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ جولائی ۶۳ء

عبدالرشید — اسلام اور تعمیر شخصیت
اقدام لاہور   ۲۷ جولائی ۶۳ء

عبدالواحد ہالے پوتا — سات اخلاق فاضلہ
الرحیم حیدر آباد   جولائی ۶۳ء

نواب معشوق یار جنگ — نفس امارہ
تہذیب الاخلاق   جون ۶۳ء

ماہر القادری — اسلام اور دعا
فاران کراچی   جون ۶۳ء

خورشید احمد — تحریک ضبط ولادت کا سیاسی پہلو (قرآن پاک کی روشنی میں)
چراغ راہ کراچی   جون ۶۳ء

سیرت پاک، خلافت راشدہ، سیر الصحابہ و اہل بیت

اسحاق النبی خاں — حل الفضاد فی تواریخ سیرۃ خیر العباد
نگار رامپور   جون ۶۳ء

ارشد، عبدالحمید خاں — مآثر صدیق رض
بینات کراچی   جولائی ۶۳ء

امیر حسن صدیقی — حضرت عمر کا نظام وظائف و عطایا
چراغ راہ کراچی   جون ۶۳ء

امینی محمد تقی — خلافت فاروقی میں آراضی کی تنظیم و تقسیم
معارف اعظم گڑھ   جون ۶۳ء

طالب ہاشمی — قادسیہ کے میدان میں
شہاب لاہور   ۷، ۱۴ جولائی ۶۳ء

کامل، محمد وارث — سلمان فارسی
چٹان لاہور   ۳ جون ۶۳ء

خلیل حامدی — حضرت مصعب بن عمیر۔ مدینہ میں اسلام کے سب سے پہلے کامیاب معلم
چراغ راہ کراچی   جون ۶۳ء

کامل، محمد وارث — امام حسن بن علی بن ابی طالب
چٹان لاہور   ۱۰، ۱۷، ۲۴ جون ۶۳ء

اقبال اسد — کشتۂ تیغ تمنائے شہادت شبیر
اقدام لاہور   ۲ جون ۶۳ء

فاتح قائم آبادی — امام فقر و عشق۔ حسین
لیل و نہار لاہور   ۲ جون ۶۳ء

کامل، محمد وارث — امام حسین بن علی بن ابی طالب (مسلسل)
چٹان لاہور ۱، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ جولائی ۶۳ء

مسعود فارابی — حادثۂ کربلا
لیل و نہار لاہور   ۲ جون ۶۳ء

صوفی تبسم — سانحۂ کربلا
لیل و نہار لاہور   ۲ جون ۶۳ء

عبدالرشید نعمانی ناصبیت تحقیق کے بھیس میں (مسلسل)
خلافت یزید و معاویہ پر تبصرہ
بنیات کراچی جون ۱۹۶۶ء

عبدالرشید نعمانی ناصبیت تحقیق کے بھیس میں (مسلسل)
خلافت معاویہ و یزید پر تبصرہ
بنیات کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

سماج، سیاست، معیشت، قانون اور انتظامِ مملکت

شمیم احمد تعصب اور تہذیب
فنون لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

فیض، فیض احمد پاکستانی تہذیب کا مسئلہ
آج کل پشاور ۱۶ جولائی ۱۹۶۶ء

وزیر آغا پاکستانی کلچر کا مسئلہ
کامران سرگودھا جلد ۹ شمارہ ۱۲

ابوالحسن ندوی زندگی کے بنیادی مسائل اور ان کا حل
اقدام لاہور ۲۳، ۳۰ جون ۱۹۶۶ء

گلزار احمد شخصیت کی جاذبیت
استقلال لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

عبدالباری بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ اور اسلام
مولوی دہلی جون ۱۹۶۶ء

اظہار احمد فراہمی دولت کی تلخیاں
مولوی دہلی جون ۱۹۶۶ء

معین الحق علی گڑھ تحریک کے سیاسی پہلو پر ایک سرسری نظر
بصائر کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

محمد احمد سبزواری پاکستان کی معیشت
چٹان لاہور ۲۴ جون ۱۹۶۶ء

محمد تقی قانون اور سماج
فکر و خیال کراچی مئی، جون ۱۹۶۶ء

عبدالحمید یزدانی لاہور ریکارڈ آفس کی چند اہم دستاویزات
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۱۰۵ ۱۹۶۶ء

رسم و رواج

عبدالرحمٰن بروہی دنیا کی عجیب و غریب رسمیں
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۶ء

عبدالمجید بھٹی میگھ ملہار — کھیتی باڑی اور بارش کے متعلق کہاوتیں
اقدام لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۶ء

رضی عزیزی اللہ ہو سرحد کی لوریاں
الشجاع کراچی جون ۱۹۶۶ء

امیر احمد صدیقی پشاور کا محرم
لیل و نہار لاہور ۱۹ جون ۱۹۶۶ء

تعلیمات

عبداللہ تعلیم اور تعلیم کے فلسفے
آج کل پشاور ۱ جون ۱۹۶۶ء

اعجاز حسین روسی نظام تعلیم
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۶ء

حمید احمد خاں اور دیگر حضرات ہماری تعلیم اور تخلیقی اظہار
ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۶ء

انجم رومانی اور دیگر حضرات ہماری تعلیم اور تخلیقی اظہار — مذاکرہ
ادب لطیف لاہور جولائی ۱۹۶۶ء

محمد احمد صدیقی پاکستان کے نظام تعلیم میں راہ نمائی

کی اہمیت
فکر و خیال کراچی مئی، جون ۱۹۶۶ء

برجیس بانو — ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام تعلیم
تہذیب الاخلاق جون ۱۹۶۶ء

پاؤنڈ، ایزرا — استاد کا مشن مترجمہ اعجاز احمد
ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۶ء

تہر صدیقی — والدین و معلمین کا تعاون اور رہبری اور رہنمائی
فکر و خیال کراچی مئی، جون ۱۹۶۶ء

احمد شبلی — اسلامی عہد میں اساتذہ کی مالی حالت
مترجمہ۔ محمد حسین زبیری
ثقافت لاہور جون ۱۹۶۶ء

حامد حسن صدیقی — سکنڈری ماڈرن گروپ۔ ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کی ایک انقلابی اسکیم جسے حکومت مغربی پاکستان نے منظور کیا
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

مصباح الحق — کراچی بورڈ کی ایک انقلابی اسکیم
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

منور الاسلام صدیقی — ثانوی نصاب کا ایک نیا گروپ
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

نور الحسن نقوی — نئی اسکیم — سکینڈری ماڈرن گروپ
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

رازداں، — اے طائر لاہوتی — ! ثانوی بورڈ کی اک نئی اسکیم کا جائزہ
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

نذر الحسن — اردو قواعد اور مضمون نگاری کی تعلیم و تدریس کے مسائل
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۹ جون ۱۹۶۶ء

افسر میرٹھی، حامد اللہ — ایک مفید اور دلچسپ درسگاہ (امریکہ میں مسوری کی اوزارک پہاڑیوں میں ایک اسکول جو غریب اور نادار لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی تعلیم کے اخراجات خود پیدا کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے)
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۶ء

منیر احمد شیخ — نصاب تعلیم، طلبا اور استاد
لیل و نہار لاہور ۱۲ جون ۱۹۶۶ء

وائٹ ہیڈ — یونیورسٹی کا مقصد
ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۶ء

فیضی، آصف علی — کیمبرج یونیورسٹی میں مشرقی علوم کا مطالعہ
معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۶ء

لسانیات — اردو

شور، منظور حسین — الفاظ سے زبان تک — علم اللسان
محور دہلی جلد ۲ شمارہ ۵ ۱۹۶۶ء

رام بلاس شرما — ہندی اردو میں فرق نہیں ہے
مترجمہ خاور جبل پوری
ہماری زبان علی گڑھ ۸ جون ۱۹۶۶ء

بنسی لال شرما — اردو رسم الخط منظم و مدلل اور صوتی اصولوں پر مبنی ہے
ہماری زبان علی گڑھ ۱ جون ۱۹۶۶ء

حیات اللہ انصاری — اردو رسم خط اور املا کی اصلاح کے بارے میں چند تجاویز
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء

حیات اللہ انصاری — رسم خط کی اصلاح کی کچھ اور تجویزیں
ہماری زبان علی گڑھ ۸ جولائی ۱۹۶۳ء

گیان چند — اردو رسم الخط کی اصلاح
نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — اردو کی مایۂ آوازیں
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء

غلام رسول — اردو کے جدید اعراب اور انکی اہمیت
قومی زبان کراچی ۱/۱۶ جون ۱۹۶۳ء

سہیل بخاری — حروف کا تبادل
اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — اشتقاقیات
اردو نامہ۔ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

شہاب مالیرکوٹلوی — لفظ بیت کے معنوں کی تحقیق۔ پروفیسر نکلسن اور عصر حاضر کے مشرقی فاضلوں میں اختلاف — بیت ہندوستان اور ایران کے فارسی ادب میں سطر کے معنوں میں مروج ہے
چٹان لاہور ۱۰ جون ۱۹۶۳ء

قدرت نقوی — عالم یک شہر جستجو . . . چند لفظوں کی داستان
ماہِ نو کراچی جون ۱۹۶۳ء

محمد صدیق — اردو قواعد کا مسئلہ
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

حمید خاں عسکری — علمی زبان کی حیثیت سے اردو اور انگریزی کا مقابلہ
چراغ راہ کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

محمد عدیل عباسی — سہ لسانی فارمولا — اردو اور سنسکرت یو۔پی گورنمنٹ کا رویہ
قومی زبان علی گڑھ ۱/۸ جولائی ۱۹۶۳ء

سائنس

حشر ظفر اقبال — مسلمان اور سائنس
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

علی ناصر زیدی — ہماری تہذیب و ثقافت پر سائنس کا اثر
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

عبدالرشید — سہیلیوں کا جھمکا
اقدام لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء

مسعود بٹ، ایم۔ایچ — کائنات کی تحقیق
لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

شبیر احمد خاں غوری — سرزمین ہند پر محیط ارضی کی پہلی پیمائش البیرونی کا تجربہ جو اس نے سندھ میں ۱۰۱۸ء میں کیا۔
آج کل دہلی جولائی ۱۹۶۳ء

عبدالرشید — نورِ خدا کیا شے ہے
اقدام لاہور ۲/۹ جون ۱۹۶۳ء

محمد زکریا بنوری — حقیقت کیمیا (گزشتہ سے پیوستہ)
نبیات کراچی جون ۱۹۶۳ء

علی ناصر زیدی — جدید بحری تحقیقات
استقلال لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

رفیع الدین ہاشمی — کھیوڑہ کی کان کا نمک
استقلال لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

راما راؤ، ایم — آندھرا قوم کی کہانی

ہندستانی ادب حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۳ء

انجمن ترقی اردو پاکستان — علمی اصطلاحات — حیاتیات (۸)
قومی زبان کراچی ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

انجمن ترقیٔ اردو پاکستان — علمی اصطلاحات (۹) — حیاتیات
قومی زبان کراچی ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء

طاہر احمد — جنگل پکارتے ہیں — درخت ہمارے ملک کے لئے ضروری ہیں
استقلال لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

بین، فرنیک ڈبلیو — جانوروں پر کچھ تجربات
نصرت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

علوم مفیدہ

علی ناصر زیدی — سائنس کی چند طبّی خدمات
الزّبیر بہاولپور شمارہ ۱۹۶۳ء

محمود احمد برکاتی — کاشف الامراض — طب کی ایک منظوم قلمی کتاب — بزبان فارسی (تصنیف سید حشمت علی کامل ۱۸۱۲ء)
بصائر کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

بزواسطی علی احمد — طب میں مسلمانوں کے انکشافات و اجتہادات تاریخ طب کی روشنی میں
معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء

رتن ناتھ — ہاضمہ زندگی کا ایک عظیم راز ہے۔ مترجمہ علی ناصر زیدی
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

غلام حفیظی — حیاتین کا جادو
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

محمد عثمان خاں — اپنی غذا کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیجئے
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

محمد عثمان خاں — خبردار رہیئے! اینٹی بایوٹک (ضد حیوی) ادویہ کا استعمال خطرناک بھی ہوسکتا ہے
ہمدرد صحت کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

ویلز، ڈی — مقدمہ تھالینڈومائڈ
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

فصیح چغتائی — سرطان کو سمجھئے
ہمدرد صحت کراچی جون ۱۹۶۳ء

— — بڑھاپے کے بارے میں تحقیق
لیل و نہار لاہور ۲ جون ۱۹۶۳ء

وقار احمد انبالوی — لسّی — ایک مشروب
استقلال لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

معلم — چھوٹے بچوں کی تربیت
جامعہ دہلی جولائی ۱۹۶۳ء

عبد القدیر — کیمیاوی جواہر سازی
لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء

نصیر احمد چیمہ — مغربی پاکستان میں معدنی تیل اور گیس
لیل و نہار لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء

اخلاق حسین — چمڑے کے نوادر — عجائب خانہ رائل ایکسچینج لنڈن
لیل و نہار لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۶۳ء

فنون لطیفہ

نذر احمد کاردار — چھانگا مانگا مستقبل کا قومی پارک
لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

محمد ظہیر — ذوقِ باغبانی — شالامار باغ

لاہور کے خصوصی تذکرے کے ساتھ
نصرت لاہور جولائی ۶۳ء

عاشق حسین بٹالوی بکنگھم پیلیس
قندیل لاہور ۲ جون ۶۳ء

ایم۔ دائی۔ خان مصوری بطور علاج
ہمدرد صحت کراچی جون ۶۳ء

شفیق صفدر اپنا روپ — اپنی تصویریں
لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۶۳ء

شوکت محمود فرانسیسکو ڈی گویا ۱۷۴۶ء —
۱۸۲۸ء اسپین کا مشہور زمانہ مصور
لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۶۳ء

شاکر علی جدید مصوری کے رجحانات
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

خالد الیف۔ آر فنِ عکاسی کے تخلیقی پہلو —
فوٹو گرافی
لیل و نہار لاہور ۲۱ جولائی ۶۳ء

احمد عباس ادب اور احتساب (فلم سنسر پر
اظہار خیال) مترجمہ اسلم ملک
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

عزیز جاوید پردۂ سیمیں کی دنیا — فنی اور
ادبی نقطہ نظر سے
اقدام لاہور ۲۳ جون ۶۳ء

افضل پرویز برہما اور سنگیت سنگھاسن (۲)
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

عنایت الٰہی ملک کرانہ گائیکی اور اس کے فن کار
ادب لطیف لاہور جولائی ۶۳ء

عنایت الٰہی ملک کلاسیکی موسیقی اور نئی قدریں
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

شبیر بابا سیر و تفریح اور ہمارے مشاغل
کردار نو عارف والا جولائی ۶۳ء

— ہندوستانی تھیٹر کے ارتقاء کا جائزہ
ملاپ حیدرآباد دکن ۵ جون ۶۳ء

عبدالرؤف ڈیروی ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے میلے میں
استقلال لاہور جولائی ۶۳ء

رضا ہمدانی سرحد کے لوک ناچ
آج کل پشاور ۱۵ جون ۶۳ء

محمد صادق صفوی شکاری رائفل
کتاب نما دہلی جولائی ۶۳ء

ادب — اصول، نظریات اور تاریخ

اکبر رحمانی ادب، زندگی اور مقصد
جام نو کراچی جولائی ۶۳ء

شاہین فاروقی ادب کی حقیقت کیا ہے؟
لاہور لاہور ۱۰ جون ۶۳ء

اسلوب احمد انصاری ادب میں روایت اور تجربہ
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۶۳ء

شرقی بن شائق ادب اور عوام
اقدام لاہور ۲۱ جولائی ۶۳ء

محمود صابری ناموسِ ادب۔
ساقی کراچی جولائی ۶۳ء

مبارک احمد ادبی مسائل کی نئی توضیح
سات رنگ کراچی جون جولائی ۶۳ء

ابن فرید ماحول کی جبریت اور ادیب
الشجاع کراچی جون ۶۳ء

جمیل جالبی — ادیب کی سماجی ذمہ داری
ساقی کراچی جون ۱۹۶۳ء

محمد حسن — ہماری ادبی ذمہ داریاں
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۶ ۱۹۶۳ء

نثار احمد فاروقی — اسلوب کیا ہے؟
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۶ ۱۹۶۳ء

کلیم الدین احمد — تحلیل نفسی اور ادبی تنقید مترجمہ عبدالغنی
صدف گیا جولائی ۱۹۶۳ء

احسان دانش — شاعری سے فن شاعری تک
الزبیر بہاولپور شمارہ ۶ ۱۹۶۳ء

انور عنایا — آج کی شاعری میں وقت کا تصور
قندیل لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

جوش ملیح آبادی — شاعری کا مستقبل
کتاب لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء

خاور قریشی — شاعری میں روایت کا تصور
آج کل پشاور ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء

نسیم بخاری — علامتی شاعری
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

اسد الحق شیدائی — ڈرامہ کا تدریجی ارتقاء
ساقی کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

بلراج ساہنی — فلم اور ڈرامے میں حقیقت پسندی
آج کل پشاور ۱۵ جون ۱۹۶۳ء

سہیل عظیم آبادی — کہانی کی کہانی
راوی پٹنہ جون ۱۹۶۳ء

وقار عظیم — کہانی کی منطق
فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

شاہ علی — مشرق و مغرب میں سوانح نگاری
فروغ اردو لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء

شریہر، فلورا ریٹا — فنِ گفتار کو کیسے ترقی دی جائے؟
مترجمہ علی ناصر زیدی
ہمدرد صحت کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

صدیق کلیم — ترجمے کا فن
لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

امیر عارفی اور شوق، ہمت پرکاش — فراق گورکھپوری سے ادبی مسائل پر بات چیت
نقوش لاہور شمارہ ۹۵ ۱۹۶۳ء

اردو ادب — اصول، نظریات اور تاریخ

عبدالطیف اعظمی و عبدالودود — تحقیق ادب
جامعہ دہلی مئی جون ۱۹۶۳ء

سیدہ جعفر — فراق کی تنقیدیں
خاتونِ دکن جولائی ۱۹۶۳ء

عثمان صدیقی — ڈاکٹر وحید قریشی بحیثیت محقق و نقاد
ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

عطاء الرب صدیقی — آل احمد سرور کی تنقید آل احمد سرور کی زبانی۔ ساقی کراچی۔ جون ۱۹۶۳ء

مجنوں گورکھپوری — قمر زمانی — نقاد آگرہ کی ایک مضمون نگار
ہماری زبان علی گڑھ ۱ جون ۱۹۶۳ء

عبدالطیف اعظمی — ہندوستان کے تصنیفی ادارے
جامعہ دہلی مئی جون ۱۹۶۳ء

حنیف فوق — جہانِ تازہ — اردو ادب
افکار کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — مستقبل کی اردو کے بارے میں

اور دیگر حضرات	کھلی چھٹیاں بنام مدیر نقوش	نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء
محمد بشیر	خالص اردو	لاہور لاہور ۱۸ جون ۱۹۶۳ء
نصیر الدین ہاشمی	علی گڑھ تاریخ ادب اردو پر ایک طائرانہ نظر	سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
وزیر آغا	مجروح انا کا سفر — اردو ادب میں موجودہ تخریبی اور منفی طرز عمل کا پس منظر	فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
فراق گورکھپوری	آواز میری گیسوئے شب کھول رہی ہے فراق سے ایک انٹرویو — موجودہ ادب	صبا حیدرآباد دکن مئی جون ۱۹۶۳ء
عادل رشید	ایک اہم سوال — ہندوستان میں اردو کا مستقبل	قومی زبان حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۶۳ء
عبدالمغنی	اردو کے لئے سب سے بڑا مسئلہ — ہندوستان میں	ہماری زبان علی گڑھ ۱ جون ۱۹۶۳ء

اردو ادب — شعر و شاعری

اخگر، جالندھری	اردو غزل کا ایک ارتقائی جائزہ	قندیل لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء
مفتون کوٹوی	اردو غزل میں اخلاقی قدریں	شاعر بمبئی جون ۱۹۶۳ء
مفتون کوٹوی	اردو غزل میں ترغیب عمل!	انجم کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء
آثر فاروقی	تثلیث اردو نظم میں نیا تجربہ	الشجاع کراچی جون ۱۹۶۳ء
اسلوب احمد انصاری	اردو شاعری میں تصوف	ہم قلم کراچی جون ۱۹۶۳ء
فائق رام پوری، کلب علی خاں	"عمدہ منتخبہ" یعنی تذکرہ سرور مرتبہ خواجہ احمد فاروقی پر تبصرہ	صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
نادم سیتاپوری	لکھنؤ کے چند تاریخی مشاعرے	انجم کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء
نظر، انصار اللہ	مشاعرہ مرزا محمد تقی ہوس	ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء
سخاوت مرزا	بیجاپور کے دو گمنام شاعر:- ۱- فاضل خاں ابن افضل خاں بیجاپوری ۲- شعوری دکنی بیجاپوری	اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
سخاوت مرزا	خواجہ گیسو دراز کے چند ہندی گیت	قومی زبان کراچی یکم جولائی ۱۹۶۳ء
رفعت، مبارز الدین	اولیا کی مدح خواجہ (اولیا قطب شاہی دور کا ایک شاعر تھا)	شہباز گلبرگہ مئی ۱۹۶۳ء
نصیر الدین ہاشمی	خاور نامہ (کمال خاں رستمی کی مثنوی)	سیارہ لاہور جون ۱۹۶۳ء
محمد عمر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول — قسط اول	برہان دہلی جون ۱۹۶۳ء

محمد عمر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول (۲) برہان دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
امجد کنند بانی	میر درد کی ملاقات قندیل لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۶۳ء
خدیجہ رحمان	نظیر بحیثیت غزل گو فروغ اردو لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء
نقی احمد	میر شبر علی افسوس ساقی کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
وقار عظیم	لکھنؤ کا دبستان شاعری اور آتش کی غزل صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
انور خواجہ	مراثی انیس — ایک کلاسیک آج کل پشاور ۱ جون ۱۹۶۳ء
اسد ادیب	انیس کا نظریہ فن افکار کراچی جون ۱۹۶۳ء
مظفر علی سید	انیس اور ان کی مرثیہ نگاری آج کل ۱ جون ۱۹۶۳ء
خاطر غزنوی	گلزار نسیم اور تاثریت پسند مصوری شاداب پشاور ۱۶، ۳۰ جون ۱۹۶۳ء
ابن فرید	غدر کے گرد و پیش شعرائے دہلی (نفسیاتی مطالعہ) گزشتہ سے پیوستہ ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
نظر انصار اللہ	کچھ نعتق کے متعلق ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ جون ۱۹۶۳ء
ظہیر احمد صدیقی	نامۂ مومن — ایک مطریہ کے نام نگار رامپور جون ۱۹۶۳ء
طالب ہاشمی	نواب الٰہی بخش خاں معروف شہاب لاہور ۲۲ جون ۱۹۶۳ء
ضیا احمد بدایونی	منیر شکوہ آبادی پر ایک نظر آج کل دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
گنپت رائے سریواستو	حالی کا مرتبہ اردو ادب میں فروغ اردو لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء
ممتاز حسین	جدید شاعری کے جمالیاتی اصول۔ حالی۔ (۲) فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
ہادی مسعود	جدید اردو شاعری میں حالی کا مقام قندیل لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء
آمنہ صدیقی	نوائے دوش (ڈپٹی نذیر احمد کی شاعری) ماہ نو کراچی جون ۱۹۶۳ء
بہزاد فاطمی	شاد (عظیم آبادی) کی اصلاحی نظمیں اور مثنویاں شاعر بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
حبیب احمد صدیقی بدایونی	محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
سیفی پریمی	شاعر انسانیت — مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی۔ سب رس حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۶۳ء
شاغل عثمانی احترام الدین	مرزا محمد تقی بیگ مائل دہلوی ۱۸۵۴ء — ۱۹۳۲ء العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
شفیق حیدرآبادی عبدالسلام	مولانا ہرمز مرحوم (شاگرد داغ) کی شاعری ملاپ حیدرآباد دکن ۵ جون ۱۹۶۳ء

مہر اکبر آبادی، علی سجاد — نیر اکبر آبادی — افق شعر و ادب کا ایک تابناک ستارہ — لاہور لاہور اجولائی ۱۹۶۶ء

افضل صدیقی — جدید ترین شاعری — لاہور لاہور ۲۹ جولائی ۱۹۶۶ء

افضل صدیقی — جدید ترین شاعری — اردو — مشرق کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

فضیل جعفری — بھٹکی ہوئی روحیں — جدید اردو شاعری — صبا حیدر آباد دکن مئی جون ۱۹۶۶ء

تمثال عسکری — بلبل یا شاہین — مشرق کراچی جولائی ۱۹۶۶ء

علی جواد زیدی — ۱۹۶۵ء کے شعری ادب پر ایک نظر — جامعہ دہلی مئی جون ۱۹۶۶ء

عبدالواحد ابوالظفر — مقام اصغر (گونڈوی) — ملاپ حیدر آباد دکن ۱۹ جون ۱۹۶۶ء

عنوان چشتی منگلوری — فانی بدایونی کی فلسفیانہ شاعری — شاعر بمبئی جون ۱۹۶۶ء

محمود صدیقی — "اک طرفہ تماشا ہے"... حسرت موہانی — ماہ نو کراچی جون ۱۹۶۶ء

جلیل قدوائی — جگر لخت لخت (۳، ۴) جگر مراد آبادی سے متعلق چند واقعات — العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۶ء، اپریل تا جون ۱۹۶۶ء

محمد احمد صدیقی — جگر کی نظم نگاری — جام نو کراچی جون ۱۹۶۶ء

محمد عرفان — جگر کی شاعری — ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۶ء

ثاقب مصلح الدین — سہیل تاباں مسلسل — ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۶ء

ہمایوں کاشمیری — آثر صہبائی مرحوم — اقدام لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۶ء

محمد اسمٰعیل خاں — فراق گورکھپوری — ایک تجزیہ — ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۶ء

ظہیر صدیقی — فیض کی نظریاتی شاعری — فن کے نقطۂ نظر سے — شاعر بمبئی جولائی ۱۹۶۶ء

راحت نسیم ملک — قیوم نظر کے گیت — قندیل لاہور ۱۹ جون ۱۹۶۶ء

سعید الدین — رشید الدین عالی — سب رس حیدر آباد دکن جون ۱۹۶۶ء

شفیق جونپوری — نے — مجموعہ کلام مرتبہ عزیز ربانی عزیز — معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۶ء

قمر اعظم ہاشمی — اجتبیٰ رضوی — رباعیات کی روشنی میں — ساز کلکتہ جون ۱۹۶۶ء

نصیر الدین ہاشمی — اکبر لکھنوی حیدر آباد میں (اکبر تخلص، اکبر علی نام) — ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۶ء

اردو ادب — ڈرامہ

محمد نواز خواجہ — اردو ڈرامہ — ماضی اور اس کے آئینہ میں — اقدام لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۶ء

کلیم سہسرامی — بلبل بیمار یا بیمار بلبل — کامران سرگودھا جلد ۹، شمارہ

شاداں نور — انارکلی (تاج کا مشہور ڈرامہ) آج بھی تازگی سے محروم نہیں
سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

اردو ادب —— ناول و افسانہ

ضیاء رضوی — تاریخی ناول نگاری کا پہلا دور
انجم کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

ظفر پیامی — اردو افسانہ — ایک تاثراتی جائزہ
جامعہ دہلی مئی جون ۱۹۶۳ء

قطب النساء ہاشمی — اردو میں مختصر افسانہ نگاری کے لوازم اور تقاضے
ملاپ حیدرآباد دکن ۳ جولائی ۱۹۶۳ء

وارث سرہندی — افسانہ اور اس کا ارتقاء
انتخاب نو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

ابوالخیر کشفی — فنِ داستان نگاری اور باغ و بہار
نگار رامپور جون ۱۹۶۳ء

رفعت، سیاز الدین — توبۃ النصوح کا ایک انگریزی ترجمہ
(REPENTANCE OF NOSOH BY CAMPSON, LONDON, ALLEN, 1884)
نگار رامپور جون ۱۹۶۳ء

محمد اقبال شیدائی — داستانِ بلاکشاں — چند دلچسپ واقعات
تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

محمد احسن فاروقی — ممتاز شیریں کا میگھ ملہار — افسانے — تنقید و تبصرہ
محور دہلی جلد۲ شمارہ ۵ ۱۹۶۳ء

اردو ادب —— انشاپردازی

رزاقی فاروقی — ماسٹر رام چندر کا ایک اہم مضمون "ترقیِ اہلِ ہند کے بیان میں"
آج کل دہلی جولائی ۱۹۶۳ء

اسد الحق شیدائی — محمد حسین آزاد — ایک انشاپرداز
ساقی کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

فرمان فتحپوری — آزاد (محمد حسین آزاد) کی تمثیل نگاری پر ایک نظر
فکر و خیال کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

اردو ادب —— خطبات، مکاتیب اور طنز و مزاح

اختر حسین — ایک یادگار خطبۂ افتتاح — جو اردو کانفرنس لاہور منعقدہ ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء کے افتتاح کے موقع پر دیا گیا۔ مقرر اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔
قومی زبان کراچی ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء

حمید احمد خاں — زبان و ادب، تمدنی روایات اور وحدتِ شعور — خطبۂ صدارت جو حلقۂ اربابِ ذوق کے چوبیسویں سالانہ جلسے منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء پڑھا گیا
سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

ابوالفضل — شبلی — شخصیت کا تعین خطوط کی روشنی میں
سب رس حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۳ء

ابن فرید — محمد مہدی کے مکاتیب لندن (شبلی کے منجھلے بھائی)
آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء

مناظر احسن گیلانیؒ — مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندوی۔ معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء

سید سلیمان ندوی — مکاتیب بنام :-
۱۔ حافظ ظفر احمد عثمانی تھانوی ۵ خطوط
۲۔ حکیم حبیب الرحمٰن خاں ۱ خط
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء

رئیس مینائی — ہمعنانِ رفتہ — نفیس بنگلوری مرحوم کے نام چند مشاہیر کے لکھے ہوئے خطوط
ماہِ نو کراچی جون ۱۹۶۳ء

ابن فرید — شوق کا دفتر کھلا (مکاتیب مولانا تمکین کاظمی)
ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

تبسم کاشمیری — ۱۹ ویں صدی میں پنجاب کا مزاحیہ اخبار — دہلی پنچ
قومی زبان کراچی ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

کرشن چندر — کیف و کم اور اس کے مصنف لوسف ناظم — سب رس حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۶۳ء

غالبیات

اکبر علی خان — غالبیہ — تیسرا باب — ایسی خبریں جو غالب کی زندگی میں معاصر اخبارات کے صفحات پر جگہ پا چکی ہیں
نگار رامپور جون ۱۹۶۳ء

طالب کشمیری، امین — سرمایۂ کلام غالب (۱۱)
لوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
ایل، کے — کشفی، ابوجعفر — موازنۂ غالب و نظیری در غزل (۳)
العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

شمیم بھیروی — مرزا غالب — ایک قنوطی شاعر
شاداب پشاور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

مہیش پرشاد — مرزا غالب اور ان کا طرزِ املا
نقش کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

اقبالیات

آسی ضیائی — اقبال اور اقبالیت — ایک تنقیدی تبصرہ
سیارہ لاہور جون ۱۹۶۳ء

خلیل احمد ایم — اقبال کا ذہنی اور فنی ارتقاء
آج کل پشاور ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

کوثر انعام الحق — علامہ اقبال کا ذہنی ارتقاء — بانگِ درا کی روشنی میں۔
الزبیر بہاولپور شمارہ ۲ ۱۹۶۳ء

غلام مصطفےٰ خاں — اقبال کا نظریہ شعر و ادب
چٹان لاہور ۲۹ جولائی ۱۹۶۳ء

غلام مصطفےٰ خاں — اقبال کا نظریہ شعر و ادب
بنیات کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

عبد المغنی — اقبال کا فن
صدف گیا جولائی ۱۹۶۳ء

شمسہ کلثوم — اقبال کی شاعری
چراغِ راہ کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

ثریا محمود ندرت — شاعرِ مشرق — علامہ اقبالؒ
ساز کلکتہ جون ۱۹۶۳ء

آزاد جگناتھ	کلامِ اقبال پر ایک نظر محور دہلی جلد ۲ شمارہ ۵ ۱۹۶۳ء
البر عالم	کلامِ اقبال اپنے بعض مطالب کی روشنی میں لاہور لاہور ۸ جولائی ۱۹۶۳ء
طالب ہاشمی	اقبال کا عشق قرآن شہاب لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء
محسن فاروقی	اقبال اور سرمایہ داری اقدام لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء
خان رشید	اقبال اور فنون لطیفہ نئی قدریں حیدر آباد جون ۱۹۶۳ء
جمیل جالبی	ایشیائی روح اور اقبال نئی قدریں حیدر آباد جون ۱۹۶۳ء
ذوالفقار علوی کاکوروی	"اقبال اور اس کا پیغام" اس نام کے رسالے پر جو رفیق خاور کی تصنیف ہے تبصرہ
یونس حسن	العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
بشیر الحق دسنوی	"نوادر اقبال" کے مرتب سے دو دو باتیں علامہ اقبال کی غزلیات کے متعلق قومی زبان علی گڑھ ۸ جون ۱۹۶۳ء
محمد احسن فاروقی	اقبال سے ذاتی تعلق نئی قدریں حیدر آباد جون ۱۹۶۳ء
رئیس احمد جعفری	اقبال کی سیاسی اور مذہبی زندگی کا پس منظر الزبیر بہاولپور شمارہ ۲ ۱۹۶۳ء
شاہ حمید الدین	اقبال کا ذوق سفر اور ساز زندگی انجم کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء
بشیر الحق دسنوی	مکتوب اقبال بنام مولوی الشاء اللہ خاں
عظیم آبادی	لاہور لاہور ۱۵ جولائی ۱۹۶۳ء
شورش کاشمیری	یوم اقبال کی تقریبات ـ مطالعہ ـ مشاہدہ ـ تجربہ ـ جائزہ چٹان لاہور ۳ جون ۱۹۶۳ء

بابائے اردو

محمد اعظم	بابائے اردو مولوی عبدالحق انداز تحریر پر تبصرہ الزبیر بہاولپور ع ۲ ۱۹۶۳ء
مشفق خواجہ	بابائے اردو کے ساتھ ایک سفر نقش کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

شفیق جونپوری

انور صدیقی	شفیق جونپوری ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
عروج زیدی	شفیق جونپوری ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
کبیر احمد جائسی	شفیق جونپوری (کچھ یادیں) ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
یٰسین سہیل	شفیق جونپوری اور ان کی شاعری ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

شوکت تھانوی

احتشام حسین	شوکت تھانوی کتاب لکھنؤ جولائی ۱۹۶۳ء
ارشد تھانوی	برادر عزیز شوکت تھانوی کی زندگی

کے چند نقوش
الشجاع کراچی جون ۱۹۶۳ء

ارشد تھانوی — برادرِ عزیز — شوکت تھانوی
کتاب لکھنؤ جولائی ۱۹۶۳ء

سوز شاہجہانپوری — شوکت تھانوی مرحوم
العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

عبدالماجد دریابادی — شوکت تھانوی مرحوم
کتاب لکھنؤ جولائی ۱۹۶۳ء

عشرت رحمانی — شوکت تھانوی
کتاب لکھنؤ جولائی ۱۹۶۳ء

نسیم انہولوی — کچھ یادیں کچھ باتیں — شوکت تھانوی
کتاب لکھنؤ جولائی ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری اور نگار

عارف نیازی — نیاز فتحپوری۔ نگار سے قبل بعض رسائل میں (ان منظومات و مضامین کا اشاریہ جو صلائے عام، تمدن، البلال اور نقاد میں شائع ہوئے)
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

قیصر ابن حسن — افادیات نیاز ایک نظر میں — ۱۹۲۲ء سے ۱۹۶۲ء نگار میں جو نیاز صاحب کے مضامین غزلیں اور نظمیں شائع ہوئی ہیں ان کا فن وار اشاریہ
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

عارف نیازی — نیاز کے تبصرے — فروری ۱۹۲۲ء سے فروری ۱۹۶۲ء تک حضرت نیاز نے جن کتابوں یا رسائل پر تبصرے کئے ہیں ان کی فہرست
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

سرور عالم مارہروی — نیاز فتحپوری اور ان کی غزلیں
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

سیفی پریمی — لاابالی سا ایک جوان خموش (نیاز فتحپوری) نیاز کے تقریباً ۴۳-۴۴ برس پہلے کے اشعار غزل پر خیالات
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

ارشد کاکوی — نیاز صاحب — نہ دیدہ نہ شنیدہ (تاثراتی جھلکیاں)
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

اسلم فرخی — نیاز آنرالزماں
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

ضیاالدین احمد برنی — حضرت نیاز اور ان کا فن
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

عاصم، محمد خورشید — نیاز کا اسلوب نگارش
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

عرشی، محمد حسین — نیاز کی ہمہ گیری
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

فوق، حنیف فوق — نیاز کی ادبی شخصیت اور نثر نگاری
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

مائل، محمد زکریا — تاثرات وارتسامات۔ نیاز کے متعلق
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل — نیاز و نگار فکر و فن کی کسوٹی پر
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

محمد حسن — نیاز کا ادبی مرتبہ
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

نور شاہجہانپوری — نیاز صاحب میری نظر میں
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

عابدہ سلطان، شہزادی — حضرت نیاز سے میرا تعارف
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

فکر ندوی، محمد عبدالشکور — نیاز کی آزاد خیالی
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

مانی جائسی — یاد ماضی — نیاز فتحپوری سے تعلقات
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

محمد طفیل — نیاز صاحب — اس مضمون کے
کچھ حصے نگار کے نیاز نمبر میں شائع
ہوئے ہیں۔ مصنف نے اسی مضمون
کو کچھ اضافوں کے ساتھ دوبارہ
شائع کیا ہے۔
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۰ ۱۹۶۳ء

نسیم امروہوی — نیاز فتحپوری — ایک مرد آہن
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

نظر حیدرآبادی — نیاز اور حیدرآباد
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

نورالحسن ہاشمی — بیاد آں نگارے
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

یوسف ناظم — "نیاز فتحپوری"
سب رس حیدرآباد دکن جولائی ۱۹۶۳ء

ابواللیث صدیقی — نیاز اور نگار
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

ابوالخیر کشفی — نگار اور اس کی روایات
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

فرمان فتحپوری — نگار اور نگار کے خاص نمبر
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

شاہد عشقی — نگار کے مخصوص کالم اور نیاز فتحپوری
نگار پاکستان کراچی مئی جون ۱۹۶۳ء

دیگر زبانوں کا ادب

بقا، محمد شریف — شاعری ٹیگور کی نظر میں
لیل و نہار لاہور ۱۷ جون ۱۹۶۳ء

لئیق بابری — بودلیئر — فرانس کا ایک عظیم شاعر
قندیل لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

شمس الاسلام — بودلیئر کے دیباچے (تین غیر مطبوعہ
مسودے) ہم قلم کراچی جون ۱۹۶۳ء

شاہ علی — گوئٹے اور شکنتلا
افکار کراچی جون ۱۹۶۳ء

مسعود حسن رضوی — نواز اور شکنتلا ناٹک
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۰ ۱۹۶۳ء

خاور بانکوی — کیشوسُت (مراٹھی شاعری میں جدید
دور کے رہنما) اور ان کے ہم عصر
شاعر بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء

عین الحق کوٹی — وادی سندھ کی زبان پر یونانی اثرات
اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

جیت، گورمکھ سنگھ — پنجابی ادب کے قدیم اور جدید رجحانات
طلوع حیدرآباد دکن ۳ جولائی ۱۹۶۳ء

دلشاد کلانچوی — کلام فرید میں رجائیت کا پہلو
التنویر بہاولپور شمارہ ۷ ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — بنگلہ زبان و ادب پر فارسی اور اردو
کے اثرات
ساقی کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

وقار راشدی — مشرقی پاکستان کا عوامی ادب
خاتون پاکستان کراچی جولائی ۶۳ء

افضل بیگ خاں — تحفۃ الشعرا مرتبہ حنیظ قتیل
معارف اعظم گڑھ جولائی ۶۳ء

فاقشال
اغلو ملیو للکو سبارجی — مولانا رومیؒ اور ان کا ماحول
چٹان لاہور ۱۰، ۱۷ جون ۶۳ء

شہاب مالیر کوٹلوی — شمس تبریزؒ اور مولانائے رومؒ
مہر محمد خاں — برہان دہلی جون ۶۳ء

شہاب مالیر کوٹلوی — ملفوظات رومی اردو (مطبوعہ
مہر محمد خاں — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور)
چٹان لاہور ۲۴ جون ۶۳ء

عبدالرشید — طالب آملی، ملک الشعرا شہنشاہ جہانگیر
بصائر کراچی جولائی ۶۳ء

اختر محی الدین اور — کشمیری ادب کے قدیم اور جدید
امیر عارفی — رجحانات
سب رس حیدرآباد دکن ۱۷ جولائی ۶۳ء

بلیک، پٹیشیا — روسی ادب میں نئی آوازیں۔ ترجمہ
احسان الحق
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

ممتاز شیریں — پاسترناک — ہیرو بطور ادیب۔
مترجمہ سلیم الرحمٰن
فنون لاہور جولائی ۶۳ء

رفیع اللہ — جدید عربی ادب
ثقافت لاہور جون ۶۳ء

حلیم سعید — تلگو ادب میں تجدید پسندی کے رجحانات
ملاپ حیدرآباد دکن ۳ جولائی ۶۳ء

سلیم الدین احمد — جاپان کی شاعری

صدف گیا جولائی ۶۳ء

سفرنامے

شریف الحسن — سیاحت نامہ اولیا چلبی
ایک ترکی سیاح
تہذیب الاخلاق جولائی ۶۳ء

طاہر کیانی — روم — عجائبات کا شہر
لیل و نہار لاہور ۹ جون ۶۳ء

ضیاء الرشید — وادیٔ شوق — سفرنامہ
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۶۳ء

محمد مجیب — "مرقع دہلی"
جامعہ دہلی جولائی ۶۳ء

آغا ناصر — نیپال میں چار روز — سفرنامہ
الشجاع کراچی جولائی ۶۳ء

فوق، محمد دین — یادداشت سفر رام نگر جموں
اقدام لاہور ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ جون
اور ۷، ۱۴ جولائی ۶۳ء

حفیظ صدیقی — باتیں اپنے دیس کی
قندیل لاہور ۱۶، ۲۳، ۳۰ جون ۶۳ء

خالد محمود ربانی — گوجرانوالہ — ایک ترقی پسند شہر
قندیل لاہور ۳۰ جون ۶۳ء

انور بیگ اعوان — پوٹھوہار حدود دار وجہ تسمیہ پر تحقیقی
نظر۔ لیل و نہار لاہور ۹ جون ۶۳ء

حامد مجید — مری — سرد حقیقت، گرم فسانہ
قندیل لاہور ۱۴ جولائی ۶۳ء

اختر جہاں — ڈیرہ اسمٰعیل خاں
لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۶۳ء

…شاہ کاظمی	سرینگلا ہزارہ، پھُلاں دا کھارا!
	ماہِ نو کراچی جون ۱۹۶۳ء
…اے-بی	درّہ خیبر
	اشتہاع کراچی جون ۱۹۶۳ء
شاہ	کافرستان جہاں شاعرانہ تخیلات کے غیر مہری پیکر کسی کافر کا روپ دھار لیتے ہیں - اور یہ نت نئے روپ مناظر فطرت کی سحرکاریوں میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ امتزاج سے زندگی آرٹ میں ڈھل جاتی ہے۔
	اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۳ء
…زا محمد خالد	کانانی مہم (۲) — سفرنامہ
	فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
…ن منیر	ڈھائی ہفتے ڈھاکہ میں
	شہاب لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء

سوانح

…ی مبارک	شیخ الاسلام عز الدین دمشقی
	چٹان لاہور ۲۴ جون ۱۹۶۳ء
…بیب الرحمٰن خاں …روانی، نواب …صدر یار جنگ	محمد تقی خاں شیروانی، نواب صدر یار جنگ محمد تقی خاں صاحب مرحوم وفات ۱۹۰۵ء — مصنف کے والد
	معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء
…حافظ… حبیب اللہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
	مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ جلد نمبر ۱ ۱۹۶۳ء
عمر فاروق خاں	مولانا عبدالرحیم پوپلزئی — سرحد کے ایک مجاہد کبیر
	چٹان لاہور یکم جولائی ۱۹۶۳ء
غلام حیدر سہیل	شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ
	لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء
اخلاص حسین زبیری	حضرت جنیدؒ بغدادی کی عظیم شخصیت
	العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
اقبال اسد	حضرت علی ہجویریؒ۔ حضرت گنج بخشؒ — لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء
عنایت عارف	گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
	اقدام لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء
حسن علی جامعی شرقپوری	حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایام اسیری (۱۳)
	چٹان لاہور ۳، ۱۰، ۱۷، ۲۴ جون ۱۹۶۳ء
ارشاد حسین کاظمی	ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی! شاہ عبداللطیف بھٹائی — ان کی زندگی — ان کا فن
	لیل و نہار لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء
اقبال اسد	وادیٔ مہران کا گوہٹے — شاہ عبداللطیف بھٹائی
	لیل و نہار لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء
سلطان عارف	حضرت عبداللطیف بھٹائیؒ
	اقدام لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء
سخاوت مرزا	شاہ صدرالدین میسوری (دکنی) قدس سرہٗ (۲)
	نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
محمد نعیم الدین ہاشمی	احمد نگر کی ملکہ چاند سلطانہ کی موت کس طرح ہوئی؟

	صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
ناظر انصاری جہانگانوی	لطف النسا بیگم زوجہ سراج الدولہ انتخاب نو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
محمد عتیق صدیقی	بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں سلاطین کی ایک درخواست (مغلیہ دور حکومت میں سلاطین سے مراد شہزادگان تھا) آج کل دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
محمد عقیل	ظفر اپنے غم کی آگ میں کتاب لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء
مصطفٰے علی بریلوی	غضنفر جنگ نواب محمد خاں بنگش (۲) العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
ضیا احمد بدایونی	علامہ آزاد بلگرامی (میر غلام علی آزاد ۱۷۰۴ء — ۱۷۸۵ء) العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
انور سعید گیلانی	"شعلہ پر پیچ و تاب" رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ماہ نو کراچی جون ۱۹۶۳ء
فاطمہ عالم علی	میرے ماموں میاں — سر یعقوب صبا حیدر آباد دکن مئی جون ۱۹۶۳ء
بلیغ الدین	دیکھنا تقریر کی لذت . . . . ! نواب بہادر یار جنگ لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء
سری نیواس لاہوٹی	سروجنی نائیڈو کی شخصیت صبا حیدر آباد دکن مئی جون ۱۹۶۳ء
حبیب احمد	مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم اقدام لاہور ۲۳، ۳۰ جون ۱۹۶۳ء
عطاء اللہ پالوی	سوانح ڈاکٹر سر سید سلطان احمد

	نصرت لاہور جون ۱۹۶۳ء
جمیل نقوی	سر سید راس مسعود اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
سعید جنگ	مسعود جنگ سید راس مسعود اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
الطاف علی بریلوی	ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد مرحوم العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
عبد المجید قریشی	علی گڑھ میں میرے ۴۴ سال العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
افضل مرزا	کیانی — اردو زبان کا والٹیر آج کل پشاور ۱۵ جون ۱۹۶۳ء
مائل، محمد زکریا مولف	اسد ابن الفرات — صقلیہ کا ذی علم فاتح ماخوذ از تراجم شرفیہ و اندلسیہ تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
سیتو مادھو راؤ، پی	سعادت یار خاں رنگین اور طہماس نامہ (رنگین کے والد طہماس بیگ کی آپ بیتی جو انہوں نے ۱۷۸۲ء میں لکھی) نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
وحید قیصر ندوی	ابو الکیمیا جابر بن حیان — (۳) طبی ڈائجسٹ حیدر آباد جون ۱۹۶۳ء
غلام ربانی	ڈاکٹر غلام یزدانی جامعہ دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
حمید عسکری	قاسم الزھراوی — جدید سرجری کا موجد — اردو ڈائجسٹ لاہور جو
کلیم اللہ	استاد آیت علی خاں — مشرق کے مشہور سازندے لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء

مد اسحٰق نعمانی — شبلی، شخصیت کے سو رخ
ہم قلم کراچی — جولائی ۱۹۶۳ء

اطمہ عالم علی — آپا کے ساتھ چند لمحے (عبدالغفار مرحوم کی زندگی کے انجانے گوشے)
اردو ڈائجسٹ لاہور — جون ۱۹۶۳ء

الب ہاشمی — (پیارے لال) شاکر میرٹھی ۱۸۸۰ء — ۱۹۵۶ء
سیارہ لاہور — جولائی ۱۹۶۳ء

قبال اسد — مولانا چراغ حسن حسرت
اقدام لاہور — ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

یرت بدایونی — حیدرآباد سے جوش صاحب کی علیحدگی کے حقیقی اسباب
ہماری زبان علی گڑھ — ۲۲ جون ۱۹۶۳ء

ضیا الدین احمد برنی — حیدرآباد سے جوش کی علیحدگی
ہماری زبان علی گڑھ — ۱۵ جولائی ۱۹۶۳ء

غلام پنجتن — جوش کی علیحدگی کے حقیقی اسباب
قومی زبان علی گڑھ — ۱۵ جولائی ۱۹۶۳ء

لک اسمٰعیل حسین — جوش کی دکن سے علیحدگی کی وجہ
افکار کراچی — جون ۱۹۶۳ء

شوق، ہمت پرکاش — حضرت فراق گورکھپوری سے ایک ملاقات
ساقی کراچی — جون ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — میاں البشیر احمد (سوانحی خاکہ)
قومی زبان کراچی — ۱/۲ جولائی ۱۹۶۳ء

بلونت سنگھ — کرشن چندر سے انٹرویو
فنون لاہور — جولائی ۱۹۶۳ء

اوپندر ناتھ اشک — آئینہ خانے میں
کتاب لکھنؤ — جون ۱۹۶۳ء

اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — ڈاکٹر شوکت سبزواری (سوانحی خاکہ)
قومی زبان کراچی — ۱/۱۶ جون ۱۹۶۳ء

ستیش مترا — میں اور میرا فن
محور دہلی — جلد ۲ شمارہ ۵ ۱۹۶۳ء

رضا ہمدانی — خوش حال خاں خٹک — صاحب سیف و قلم
استقلال لاہور — جولائی ۱۹۶۳ء

ضیاء الدین اصلاحی — ابو عثمان جاحظ
معارف اعظم گڑھ — جون ۱۹۶۳ء

ضیاء الدین اصلاحی — ابو عثمان جاحظ (۵)
معارف اعظم گڑھ — جولائی ۱۹۶۳ء

اجتماعی سوانح

ابوبکر محی الدین — تاریخ النور السافر عن اخبار القرآن
عبدالقادر العیدروسی — العاشر — تذکرہ علمائے ہند — دسویں صدی ہجری کا ایک عربی مصدر — شہباز گلبرگہ — مئی ۱۹۶۳ء

رشید اختر — مالکی فقہا
ثقافت لاہور — جون ۱۹۶۳ء

سکبل، تبور — دو عظیم نیپالی — سدھارتھ گوتم بدھا — شرپاتن سنگھ نورگے
الشجاع کراچی — جولائی ۱۹۶۳ء

ملا واحدی — دو شخصیتیں — ابوالکلام آزاد — نواب عبداللہ خاں کمنڈوی
فاران کراچی — جولائی ۱۹۶۳ء

تاریخ

عین الحق — تاریخ کی اہمیت و افادیت

فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

عبد، عبدالرحمٰن — اہرام مصر
قندیل لاہور ۹، ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

عبید، عبدالرحمٰن — اہرام مصر کی تعمیر
قندیل لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۶۳ء

شیرر، ولیم — ہٹلر کے اقتدار کی کہانی (مسلسل)
تلخیص ترجمہ مسعود سید حیدرآبادی
لاہور لاہور ۳، ۱۰ جون ۱۹۶۳ء

لئیق بابری — فرانس کا قومی دن — علمی اور ادبی پس منظر ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء
انقلاب فرانس کی ابتدا کا دن
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

ہوورتھ، سر ہنری — تاریخ مغل (۳) مترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء

شہیر نیازی — کتاب الاصنام کا ایک ورق (مسلسل)
چراغ راہ کراچی جون ۱۹۶۳ء

محمد سرور — عرب قومیت، اشتراکیت اور اسلام
الرحیم حیدرآباد جولائی ۱۹۶۳ء

محمد سلیمان بدایونی — بدایوں ۱۹۴۷ء میں (۲) ہندوستان کی آزادی کے ہندو مسلم فسادات کا ذکر
بصائر کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

وفا راشدی — ڈھاکہ تاریخ کی روشنی میں
نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء

حبیب اللہ بیگ — نیپال — ایک تاریخی جائزہ
الشجاع کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

منظور احسن عباسی — نوشیروان عادل
سیارہ لاہور جون ۱۹۶۳ء

محمد صابر، مترجم — ترکی علما و جنگ آزادی
چراغ راہ کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

حسن عابدی — عراق میں کرد جدوجہد کا پس منظر
آج کل پشاور ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء

آباد شاہ پوری — امریکہ میں حبشیوں کا مسئلہ
شہاب لاہور ۷، ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

جون اور جولائی ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے رسائل اور جرائد میں حسب ذیل کتب اور رسائل پر ریویو شائع ہوئے۔

ناصر، نصیر احمد — تاریخ جمالیات جلد اول و دوم
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

شہزاد احمد — مذہب، تہذیب، موت — فرائڈ کے فلسفیانہ افکار پر بحث
ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۳ء
فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء

گلزار احمد — فرہنگ نفسیات
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

لیرڈ، ڈونلڈ اے اور ایلی نرسی — قوت حافظہ مترجمہ عبدالحمید صدیقی
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

شبیر الحسن — محبت — اخلاق اور تزکیۂ نفس
فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

دیانند ورما — ہماری عادتیں ہمارے جذبات

لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

خورشید احمد مولف اسلامی نظریہ حیات
ثقافت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

علی نقی النقوی زندگی کا حکیمانہ تصور ـ اسلامی نقطۂ نظر سے
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

عبدالسلام قدوائی ندوی تعلیماتِ اسلام ـ دو جلدوں میں
نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء

غلام حسین جلبانی شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم
الرحیم حیدرآباد جولائی ۱۹۶۳ء

ابوالحسن علی تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم
ترجمان القرآن لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

صارم الازہری، تاریخ القرآن
عبدالصمد قندیل لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء
نصرت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

فضل کریم فارانی اسلامی اصول صحت
اقدام لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء

ابوالظفر محمد سرچشمۂ قرآن ـ عیسائی مستشرق
عبدالقادر ڈاکٹر ٹسڈل کی کتاب سورسز اسلام کے جواب میں
قومی زبان علی گڑھ ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

آزاد، ابوالکلام باقیات ترجمان القرآن مرتبہ غلام رسول مہر ـ کتاب نما دہلی جون ۱۹۶۳ء

حبیب الرحمٰن اعظمی نصرۃ الحدیث
فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

صارم، عبدالصمد تاریخ الحدیث
ترجمان القرآن لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

محمد تقی امینی فقہ اسلامی اور اس کا تاریخی پس منظر
سیارہ لاہور جون ۱۹۶۳ء

تقی امینی مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر
معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء

انوارالحسن، محمد روح رمضان
لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

محمد تقی عثمانی ہمارے عائلی مسائل
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۳ء
فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

علی نقی النقوی شبابِ پردہ
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

ادارۃ المعارف الاسلامیہ فتویٰ متعلقہ جماعت تہجد در رمضان
بینات کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

محمد عبدالستار فتاویٰ ستاریہ (اہل حدیث کیلئے)
تجلی دیوبند جون ۱۹۶۳ء

—— پرویز کے بارے میں علمار کا متفقہ فتویٰ ـ تہذیب الاخلاق لاہور جون ۱۹۶۳ء
معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۶۳ء

عباس محمود عقاد اللہ جل جلالہٗ
قندیل لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

محمد اسحاق معراج رسول صلعم
لیل و نہار لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

ضامن نقوی اصل حیات ـ نیاز فتحپوری کے عقیدے پر کہ حیات بعد الممات ناقابل یقین ہے تنقید

	العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
عباس محمود العقاد	عبقریت محمدؐ مترجمہ فروغ احمد
	قندیل لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء
	لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء
محشر رسول نگری	فخر کونینؐ — سیرۃ پاک
	شہاب لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء
	لاہور لاہور ۱۰ جون ۱۹۶۳ء
نور الحسن بخاری	شہادت امام مظلوم سیدنا عثمانؓ
	لیل و نہار لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء
طالب ہاشمی	حضرت ابوایوب انصاری سوانح
	شہاب لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء
سلام اللہ صدیقی جونپوری	حضرت عمرو بن العاصؓ
	ترجمان القرآن جولائی ۱۹۶۳ء
ذاکر حسین فاروقی	شہید اعظم — امام حسینؓ
	لیل و نہار لاہور ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء
علی نقی النقوی	اسوۂ حسینی
	صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
ہوش اعظمی	شام غم — سانحہ کربلا
	جام نو کراچی جون ۱۹۶۳ء
ضیا احمد بدایونی	قول سدید (خلافتِ معاویہ و یزید کا جواب)
	معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۶۳ء
عائشہ بنت الشاطی مصری	کربلا کی شیر دل خاتون (حضرت زینبؓ)
	مترجمہ محمد عباس زیدی جلالوی
	صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
ابن فرید	ہم کیسے رہیں -
	اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۶۳ء

—	سیاسی نظریے — افلاطون و ارسطو
	جامعہ دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
خلیل اللہ محمد	دساتیر عالم
	قومی زبان کراچی ۱/۲ جون ۱۹۶۳ء
جیمز ولیم	تعلیمی مقالات مترجمہ عبد الغفور
	لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء
—	فکر و خیال — بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن (کراچی) کا آرگن — مدیر تسنیم جاوید
	قومی زبان کراچی ۱/۲ جون ۱۹۶۳ء
بیدی، کے۔ ایس	تین ہندوستانی زبانیں — پنجابی۔ اردو اور ہندی
	ہماری زبان علی گڑھ جون ۱۹۶۳ء
عبد الغفار مدہولی	اردو املا کا آسان طریقہ
	نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
غلام رسول	اردو املا
	معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۶۳ء
متین حیدرآبادی	اردو میں علم ہجا ترتیب کا رسعادت
	نظیر۔ کتاب نما دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
کلیم اللہ حسینی	سراج البلاغت — صنائع و بدائع
	ہماری زبان علی گڑھ ۱ جون ۱۹۶۳ء
گوپی چند	دلی کی کرخنداری اردو
	آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء
—	نظم اردو — مرتبہ بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن۔ مہاراشٹر (نویں اور دسویں جماعت کے لئے)
	آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء

طالب ظاہری	ممتاز القواعد (فارسی صرف ونحو کے مسائل تفصیل کے ساتھ بیان کئے) آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء
ظہور الدین احمد	دستور فارسی (گرامر) لیل ونہار لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء
شہزادی خدیجہ	منہاج القرآن (عربی کا قاعدہ) ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
نعیم الرحمٰن، محمد	اساسِ عربی نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
مسعود بٹ، ایم ایچ	سائنس کی تحقیقات قندیل لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء
محمد یوسف اصلاحی	روشن ستارے حصہ اول فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
بلو، گلن - او	جوہر کے کرشمے مترجمہ محمد سعید صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
عبدالبصیر خاں	دیپک - نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
———	(ماہنامہ) رکت دان - دہلی (یہ ماہنامہ اس مقصد کے تحت جاری کیا گیا ہے کہ لوگوں کو خون دینے کے لئے تیار کیا جائے اور اس کی اہمیت سے واقف کرایا جائے) سب رس حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۳ء
یوسف حسن، محمد	صنعت اکبر - کشتہ سازی ثقافت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
بلو، گلن او	آسمان کی سیر مترجمہ محمد سعید — خلائی سفر صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
سلام سندیلوی	ادب کا تنقیدی مطالعہ لیل ونہار لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء
الکوٹ، لوزے	اچھی بیبیاں مترجمہ اشرف صبوحی کتابی دنیا کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
لیاس، گوڈفرے	عثمان بطور مترجمہ شاہد احمد دہلوی فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
شیکسپیئر، ولیم	کنگ لیر - مترجمہ مجنوں گورکھپوری جوار بھاٹا - دہلی جون ۱۹۶۳ء
ایملی برونٹے	عشق بلاخیز مترجمہ قاسم محمود افکار کراچی جون ۱۹۶۳ء
چارلس ڈکنز	دو شہروں کی کہانی مترجمہ فیض الرحمٰن سب رس حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۳ء
یوسف حسین خاں	فرانسیسی ادب جامعہ دہلی جولائی ۱۹۶۳ء نقوش لاہور شمارہ نمبر ۹۸ ۱۹۶۳ء
خالد، عبدالعزیز	سرد رفتہ ——— سیفو کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ تحریک دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
———	(ماہنامہ) حق اللہ لاہور ——— پنجابی زبان کا رسالہ ہے مدیر کا نام نامعلوم ہے۔ شہاب لاہور ۷ جون ۱۹۶۳ء
جاوید لاہوری	اجو کی کہانی قندیل لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء
آصف خاں	
خواجہ فرید	کلام فرید ترتیب وترجمہ کیفی جام پوری ریاض انور ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۳ء

قندیل لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

لاہور لاہور ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

خواجہ فریدؒ — نغمۂ صحرا حضرت خواجہ فریدؒ کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ از کشفی ملتانی

ادب لطیف لاہور جون ۱۹۶۳ء

قندیل لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۳ء

لاہور لاہور ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

— فلمکار لاہور — مرتبہ مرزا ادیب رائٹرز گلڈ مغربی پاکستان کا ترجمان

قندیل لاہور ۱۶ جون ۱۹۶۳ء

— (سہ ماہی) اردو کراچی — بابائے اردو نمبر — مدیر وقار عظیم

تہذیب الاخلاق لاہور جون ۱۹۶۳ء

کتابی دنیا کراچی جون ۱۹۶۳ء

— (سہ ماہی) صدف گیا — ادارہ عبدالمغنی وطیب عثمانی

سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

— (سہ ماہی) مجلہ فنون لاہور — ادارہ احمد ندیم قاسمی اور حبیب اشعر

لاہور لاہور ۱۰ جون ۱۹۶۳ء

نقوش لاہور شمارہ ۹۸ ۱۹۶۳ء

— (دو ماہی) شیرازہ — سری نگر — ادارت: — محمد یوسف

آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ سالنامہ

لاہور ۱ — ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) الحبیب لاہور — شہید نمبر — مدیر محمد شریف نوری

لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) المہدی — جلال کوچہ — حیدر آباد —

سب رس حیدر آباد دکن جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) انتخاب نو — کراچی

سب رس حیدر آباد دکن جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) انجم — کراچی —

ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) جامعہ دہلی — سالنامہ ۱۹۶۳ء

صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) راہ عمل — دہلی — ادارت: — عبدالرزاق

ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) زنجیر — بھوپال — مدیر مقصود عرفان

الشجاع کراچی جون ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) سب رس (حیدر آباد دکن) —

تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) سیارہ لاہور — مدیر نعیم صدیقی

تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) سیارہ لاہور — اقبال نمبر — مدیر نعیم صدیقی

الشجاع کراچی جولائی ۱۹۶۳ء

— (ماہنامہ) شاعر بمبئی - سالنامہ -
آج کل دہلی جون ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) شالیمار لاہور — ایڈیٹر
تاج جالندھری
لیل و نہار لاہور ۲۲ جون ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) صبح امید بمبئی — افریقہ نمبر
ایڈیٹر عبدالحمید بویرے
تحریک دہلی جولائی ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) قومی زبان حیدرآباد دکن
سب رس حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) گل خنداں لاہور - بزرگان
دین نمبر - مدیر پیام شاہجہانپوری عبدالرؤف
ہماری زبان علی گڑھ ۱ جولائی ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) گل خنداں — سیدالشہداء نمبر
— مدیر پیام شاہجہانپوری و عبدالرؤف
اقدام لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء
کتابی دنیا کراچی جولائی ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۲۲ جون ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) مہر و ماہ لاہور — نامی نمبر
(مولانا غلام دستگیر نامی) ——
ایڈیٹر فدا حسین فدا
کتابی دنیا کراچی جون ۱۹۶۲ء
لاہور لاہور ۱۰ جون ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۲۲ جون ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) نگار رامپور — ایڈیٹر
اکبر علی خاں
آج کل دہلی جون ۱۹۶۲ء

ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۲ء
جامعہ دہلی جولائی ۱۹۶۲ء
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۲ء
فاران کراچی جولائی ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی —
نیاز نمبر — مرتبہ فرمان فتحپوری
تہذیب الاخلاق لاہور جولائی ۱۹۶۲ء
صبا حیدرآباد دکن مئی جون ۱۹۶۲ء
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۲ء
قومی زبان کراچی یکم جون ۱۹۶۲ء
کتابی دنیا کراچی جولائی ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۲۲ جون ۱۹۶۲ء
— (ہفت روزہ) آج کل پشاور - مدیر تاج
سعید - قندیل لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۲ء
— (ہفتہ وار) مورچہ - ایڈیٹر کلام حیدری
کتاب لکھنؤ جون ۱۹۶۲ء
— (ہفت روزہ) ندائے ملت لکھنؤ —
سالنامہ — تہذیب الاخلاق لاہور جون ۱۹۶۲ء
ساحل مانکپوری ۱۹۶۱ء کا بہترین ادب
کتاب نما دہلی جون ۱۹۶۲ء
فرمان فتحپوری اردو رباعی
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۲ء
عزیز الرحمن علم مجلسی انتخاب اشعار آٹھ حصوں میں
لیل و نہار لاہور ۲ جون ۱۹۶۲ء
سرور گوپالداس للکار چینی حملوں کے سلسلے میں —
شاعروں کی نظموں کا مجموعہ

ادیب علی گڑھ مئی جون ۶۳ء

شرقی خالدی موازنے — مشہور قصیدہ گو، متغزلین
مثنوی نگار اور مرثیہ گو شعراء کے مخصوص
طرز بیان پر ناقدانہ موازنہ
کتاب نما دہلی جولائی ۶۳ء

شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں گلشن بے خار مترجمہ محمد احسان الحق
فاروقی — شہاب لاہور ۹ جون ۶۳ء

محشر بدایونی شاعر نامہ — پچاس شعراء کے حالات
زندگی، کلام پر منظوم تنقید و تبصرہ
انجم کراچی جون ۶۳ء

شجاعت علی سندیلوی امیر خسرو اور ان کی ہندی شاعری
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

میر درد دیوان درد (اردو) مرتبہ خلیل الرحمٰن
داؤدی
لیل و نہار لاہور ۲۱ جولائی ۶۳ء

منظور علی علوی فکر انیس
شہاب لاہور ۹ جون ۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

نادر کاکوروی جذبات نادر حصہ اول و دوم مرتبہ
ممتاز حسن
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

جوہر محمد علی دیوان جوہر
آج کل دہلی جون ۶۳ء

محبوب خزاں اور تین کتابیں
دیگر حضرات لاہور لاہور ۲۲ جولائی ۶۳ء

اختر انصاری دہلوی ٹیڑھی زمین — ۱۵۰ قطعات
قومی زبان کراچی یکم جون ۶۳ء

اختر انصاری دہلوی سرود جاں — غزلیات کا مجموعہ
قومی زبان کراچی یکم جون ۶۳ء

اشک، احمد حسن جاگتے جزیرے — نظموں اور غزلوں
کا مجموعہ
آج کل دہلی جون ۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

انجم اعظمی لہو کے چراغ — شعری مجموعہ
صبا حیدرآباد دکن مئی جون ۶۳ء

باغی جنیدی، کلام باغی
محمد شریف لاہور لاہور ۲۲ جولائی ۶۳ء

ثمر، عبدالکریم شعر و الہام — مجموعہ کلام
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

جذبی، معین احسن سخن مختصر — شعری مجموعہ
قندیل لاہور ۳۰ جون ۶۳ء

جعفر شیرازی ہوا کے رنگ — غزلیات
ادب لطیف لاہور جولائی ۶۳ء

جعفر طاہر ہفت کشور — طویل نظم
آج کل دہلی جون ۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۶۳ء

جیلانی کامران نقش کف پا — ایک لمبی نظم
ادب لطیف لاہور جولائی ۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۶۳ء

حمید ناگپوری حرف خاموش — شعری مجموعہ
شاعر بمبئی جولائی ۶۳ء

درد، وشوا ناتھ اجنبی — مجموعہ کلام
صبا حیدرآباد دکن مئی جون ۶۳ء

رشید کوثر فاروقی زمزمہ — مجموعہ کلام

	صدف گیا جولائی ۱۹۶۳ء
مرزا صدیقی	پتھر کی لکیر — نظموں اور غزلوں پر مشتمل مجموعہ کلام
	قومی زبان کراچی ۱۵ جون ۱۹۶۳ء
سعادت نظیر	۱- پھول کلیاں
	۲- آب و تاب مجموعہ کلام
	کتاب نما دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
سلیم الرحمٰن	شام کی دہلیز — نظموں کا مجموعہ
	ادب لطیف لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
شجر طہرانی	جہاں گرد — قطعات
	لیل و نہار لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء
ظفر گورکھپوری	تیشہ — مجموعہ کلام
	آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء
	کتاب نما دہلی جون ۱۹۶۳ء
عارف القادری	جزیرے مجموعہ قطعات و رباعیات
آنولوی	انجم کراچی جون ۱۹۶۳ء
عزیز حامد مدنی	چشم نگراں — نظمیں
	لیل و نہار لاہور ۹ جون ۱۹۶۳ء
کرشن موہن	دل ناداں — مجموعہ کلام
	آج کل دہلی جون ۱۹۶۳ء
	کتاب لکھنؤ جون ۱۹۶۳ء
	کتابی دنیا کراچی جون ۱۹۶۳ء
	نصرت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
کریم حیدری	حکمت بیدار — ولولہ انگیز اور پرجوش نظموں کا مجموعہ
	اقدام لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۳ء
	فاران کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
کمال اختر واحدی	پیام حرم — شاہنامہ فردوسی کی طرز پہ ایک نظم
	ادیب علی گڑھ مئی جون ۱۹۶۳ء
کوثر فاروقی	زمزمہ — غزلوں کا مجموعہ
	تجلی دیوبند جون ۱۹۶۳ء
محسن بھوپالی	شکست شب — شعری مجموعہ
	سب رس حیدرآباد دکن جون ۱۹۶۳ء
	محور دہلی جلد ۲، شمارہ ۵ ۱۹۶۳ء
محشر رسول نگری	فخر کونین — مسدس
	لیل و نہار لاہور ۲ جون ۱۹۶۳ء
مخمور سعیدی	گفتنی — شعری مجموعہ
	صبا حیدرآباد دکن مئی جون ۱۹۶۳ء
مصطفیٰ زیدی	گریباں — شعری مجموعہ
	صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
مضطر، رام کرشن	رقص بہار — شعری مجموعہ
	تحریک دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
	کتاب نما دہلی جولائی ۱۹۶۳ء
منور لکھنوی	نوائے کفر — شعری مجموعہ
بشیشور پرشاد	شاعر بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
ندیم، احمد ندیم قاسمی	دشت وفا — مجموعہ کلام
	فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
عابد نظامی	میٹھے بول — بچوں کے لئے نظمیں
	ثقافت لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
	سیارہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
محمد حسن (مرتب)	نئے ڈرامے — ۱۲ مختصر ڈراموں کا مجموعہ
	نوائے ادب بمبئی جولائی ۱۹۶۳ء
خالد، عبدالعزیز	برگ خزاں — ۳ تمثیلچوں کا مجموعہ

	آج کل پشاور　۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء
نذیر احمد	فسانہ مبتلا مرتبہ افتخار احمد صدیقی
	سیارہ لاہور　جولائی ۱۹۶۳ء
اسلم، ایم	جمالی ـــ ناول
	افکار کراچی　جون ۱۹۶۳ء
اعجاز گردیزی	ترائن ـــ ناول
	قندیل لاہور　۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء
انتظار حسین	دن اور داستان ـــ ناول
	افکار کراچی　جون ۱۹۶۳ء
بیگم معشوق علی	رضیہ ـــ ناول
	الشجاع کراچی　جولائی ۱۹۶۳ء
جوگندر پال	ایک بوند لہو کی ـــ ناول
	آج کل دہلی　جون ۱۹۶۳ء
جوگندر پال	میں کیوں سوچوں؟ (چھ فینٹسی
	چھ افسانے ـ ایک افسانچہ)
	آج کل دہلی　جون ۱۹۶۳ء
حمید، اے	بیلا اداس چاند ـ ناول
	آج کل پشاور　۱۶ جون ۱۹۶۳ء
خدیجہ مستور	آنگن ـــ ناول
	صحیفہ لاہور　جولائی ۱۹۶۳ء
رشید امام	ماحول ـ ناول
	مشرق کراچی　جولائی ۱۹۶۳ء
ریاض جاوید	زخم کھلنے کے بعد ـ ناول
	افکار کراچی　جون ۱۹۶۳ء
ظہور ملک	ایک ہی راستہ ـ ناول
	ادب لطیف لاہور　جون ۱۹۶۳ء
	افکار کراچی　جون ۱۹۶۳ء

عادل رشید	پتھر کا دیس ـ ناول
	سات رنگ کراچی　جون جولائی ۱۹۶۳ء
	لیل و نہار لاہور　۱۶ جون ۱۹۶۳ء
عنایت اللہ	منزل منزل دل بھٹکے گا ـ چار ناولٹ
	سات رنگ کراچی　جون جولائی ۱۹۶۳ء
	لیل و نہار لاہور　۱۶ جون ۱۹۶۳ء
کرشن چندر	ایک وائلن سمندر کے کنارے ـ ناول
	آج کل پشاور　۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء
	کتابی دنیا کراچی　جولائی ۱۹۶۳ء
	لیل و نہار لاہور　۷ جولائی ۱۹۶۳ء
کشور ناہید	وہ ایک لمحہ جاوداں ـ کہانیوں کا مجموعہ
	آج کل دہلی　جون ۱۹۶۳ء
	تحریک دہلی　جولائی ۱۹۶۳ء
مجید، اے	سرخ دائرہ ـ ناول
	لیل و نہار لاہور　۱۶ جون ۱۹۶۳ء
منیر کاشانی	پروفیسر ـ ناول
	اقدام لاہور　۱۷ جولائی ۱۹۶۳ء
وقار اعظمی	نیا کارواں ـ دس منتخب افسانے
	سب رس حیدرآباد دکن　جون ۱۹۶۳ء
محمد عتیق صدیقی	گل کرائسٹ اور اس کا عہد
	اردو نامہ کراچی　اپریل تا جون ۱۹۶۳ء
سرسید	مقالات سرسید حصہ دوم مرتبہ
	مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی
	فاران کراچی　جولائی ۱۹۶۳ء
حسرت چراغ حسن	حرف و حکایات (انتخاب)
	اردو ڈائجسٹ لاہور　جون ۱۹۶۳ء
صفیہ اختر	انداز نظر (کچھ مضامین کا مجموعہ)

آج کل دہلی جون ۶۳ء

نظیر صدیقی تاثرات و تعصبات ــ دس تنقیدی
مضامین کا مجموعہ
قومی زبان کراچی ۱۵ جون ۶۳ء

رحمٰن، ایس۔ اے حدیثِ دل ۔ خطبات
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء
فاران کراچی جولائی ۶۳ء
قندیل لاہور ۳۰ جون ۶۳ء

اختر جوناگڑھی، خطوط ــ بنام سید الطاف علی بریلوی
محمد میاں کتابی دنیا کراچی جولائی ۶۳ء

مخلص بھوپالی پاندان والی خالہ
ادیب علی گڑھ مئی جون ۶۳ء
افکار کراچی جون ۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء

کنہیا لال کپور بال و پر ــ مزاحیہ مضامین
لیل و نہار لاہور ۲۱ جولائی ۶۳ء

ــــ غالب ۔ فکر و فن ۔ از شوکت
سبزواری
ادیب علی گڑھ مئی جون ۶۳ء
اردو ڈائجسٹ لاہور جون ۶۳ء

نیاز فتحپوری مشکلات غالب
افکار کراچی جون ۶۳ء

جلیل احمد قدوائی کلام غالب نسخۂ قدوائی
العلم کراچی اپریل تا جون ۶۳ء

آمنہ صدیقی افکار عبدالحق
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۶۳ء

جلیل قدوائی مرتبہ مکتوبات عبدالحق ۔ بابائے اردو
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۶۳ء

عبداللطیف اعظمی بابائے اردو مولوی عبدالحق
(مرتب) نوائے ادب بمبئی جولائی ۶۳ء

ٹیگور، رابندرناتھ گل نغمہ ۔ گیتانجلی کا منظوم اردو ترجمہ
۔ آج کل پشاور ۱۶ جولائی ۶۳ء

ٹیگور، رابندرناتھ تین ناٹک
جوار بھاٹا دہلی جون ۶۳ء

ٹیگور، رابندرناتھ اکیس کہانیاں
جوار بھاٹا دہلی جون ۶۳ء

سعدی شیرازی گلستان کی حکایات اردو میں
مترجمہ دوست شاہ
تہذیب الاخلاق لاہور جون ۶۳ء

ابن قتیبہ شعر العرب حصہ اول مترجمہ عبدالصمد
صارم ــ
سیارہ لاہور جولائی ۶۳ء

انور عارف خدا اور دیوتا (خلیل جبران)
جوار بھاٹا دہلی جون ۶۳ء

ممتاز احمد خاں جہاں نما ــ سفرنامہ ایران،
عراق، ترکیہ، ہالینڈ، جرمنی
اور فرانس
اقدام لاہور ۱۶ جون، ۷ جولائی ۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۶۳ء
قندیل لاہور ۲۳ جون ۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۲۱ جولائی ۶۳ء

محمودہ عثمان حیدر مشاہدات بلاد اسلامیہ (سفرنامہ)
کتابی دنیا کراچی جون ۶۳ء

محمد رابع ندوی جزیرۃ العرب

معارف اعظم گڑھ　جون ۱۹۶۶ء

محمودہ عثمان حیدر　مشاہدات بلاد اسلامیہ
لیل و نہار لاہور　۲ جون ۱۹۶۶ء

عرش تیماپوری　ایک سانولا گوروں کے دیس میں
جام نو کراچی　جون ۱۹۶۶ء
مشرق کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء

افسوس، شیر علی　آرائش محفل مرتبہ کلب علی خاں
فائق — لیل و نہار لاہور ۷ جولائی ۱۹۶۶ء

رازق الخیری　دو ہفتے مشرقی پاکستان میں
کتابی دنیا کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء

صہبا لکھنوی　میرے خوابوں کی سرزمین مشرقی پاکستان — سفرنامہ
فاران کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء
کتابی دنیا کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء
لیل و نہار لاہور　۱۷ جولائی ۱۹۶۶ء

عارف حجازی　ڈھاکہ، میرے خوابوں کا شہر
مشرق کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء

پیام شاہجہانپوری　آفتاب ہجویر — سوانح
لیل و نہار لاہور　۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء

سخاوت مرزا　تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت — صحیفہ لاہور　جولائی ۱۹۶۶ء

اعجاز الحق　شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کی تعلیمات
معارف اعظم گڑھ　جون ۱۹۶۶ء

رئیس احمد جعفری　قائد اعظم اور ان کا عہد
اردو ڈائجسٹ لاہور　جون ۱۹۶۶ء

ابو سلمان الہندی　امام الہند — مولانا ابوالکلام آزاد

تعمیر افکار
ادیب علی گڑھ　مئی جون ۱۹۶۶ء
کتابی دنیا کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء
لیل و نہار لاہور　۷ جولائی ۱۹۶۶ء

کلیم اختر　شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ
قندیل لاہور　۱۲ جون ۱۹۶۶ء
لیل و نہار لاہور　۱۲ جون ۱۹۶۶ء

جامعی محمد علی　تذکرہ جگر (حالات زندگی، شاعری مطالعہ اور ان کے انتخاب کلام پر مشتمل)
آج کل دہلی　جون ۱۹۶۶ء

شاد درگا پرشاد　یاد جگر (نو ملاقاتوں کی تفصیل)
آج کل دہلی　جون ۱۹۶۶ء

فراق گورکھپوری　من آنم — مرتبہ محمد طفیل
فنون لاہور　جولائی ۱۹۶۶ء

نصیر احمد جامعی　مشہور تاریخی واقعات
اردو ڈائجسٹ لاہور　جون ۱۹۶۶ء

ابن طقطقی　الفخری مترجمہ محمد جعفر شاہ پھلواری
معارف اعظم گڑھ　جولائی ۱۹۶۶ء

ابوالحسن ندوی　تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم
فاران کراچی　جولائی ۱۹۶۶ء

محمد ہاشم خافی خاں　منتخب اللباب حصہ اول — ۔

نظام الملک　دور حکومت کی تاریخ — محمود احمد فاروقی
شہاب لاہور　۲۸ جولائی ۱۹۶۶ء

نیاز فتحپوری　محمد قاسم سے حملہ بابر تک
کتاب نما دہلی　جولائی ۱۹۶۶ء

خافی خان نظام الملک　منتخب اللباب، حصہ اول ارد

ترجمہ از محمود احمد فاروقی بابر کے عہد
سے شروع ہو کر عہد جہانگیری کے
تاریخی اور تہذیبی جائزے
لیل و نہار لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۳ء

عباس خاں شروانی تاریخ شیر شاہی مترجمہ مظہر علی خاں ولا
کتابی دنیا کراچی جون ۱۹۶۳ء

یٰسین احمد جعفری حیدرآباد جو کبھی تھا۔
العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

نتی : فلپ کے تاریخِ لبنان مترجمہ غلام رسول مہر
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء

رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند مرتب مترجمہ ایوب
قادری۔ اردو نامہ کراچی اپریل تا جون ۱۹۶۳ء

حمید عسکری نامور مسلم سائنس داں
لیل و نہار لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی گنجینہ گوہر
الشجاع کراچی جون ۱۹۶۳ء
صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
فنون لاہور جولائی ۱۹۶۳ء
کتابی دنیا کراچی جون ۱۹۶۳ء

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

قاموس الکتب	بابائے اردو	۴۰/-
قدیم اردو	" "	۵/۵۰
مرحوم دہلی کالج	" "	۴/-
نصرتی	" "	۵/-
اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام	" "	۱/۸۷
سید احمد خاں، حالات و افکار	"	۴/-
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۷/-
تلخیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی	گارساں دتاسی	۱۰/-
خطبات گارساں دتاسی اول	" "	۱۰/-
" " دوم	" "	۱۰/-
اردو تھیٹر اول	ڈاکٹر نامی	۷/-
" " دوم	" "	۷/-
" " سوم	" "	۷/-
سعادت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵/۷۵
محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی (زیر طبع)	
جلال لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
سودا	شیخ چاند مرحوم (زیر طبع)	
نیا ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
آرٹ ان اردو لٹریچر انگریزی	شہاب الدین رحمت اللہ	۷/۷۵
فن شاعری (بوطیقا)	ارسطو ترجمہ عزیز احمد	۲/۵۰
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (زیر طبع)	
مقالات حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمن نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعۂ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۰/-
اردو تنقید کا ارتقاء	" " "	۷/۵۰
روایات کی اہمیت	" " "	-/۵۰

ادبیات

خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۹/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۶/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشاء	/۵۰
مضامین سلیم اول	مولوی وحید الدین سلیم	۴/۵۰
" " دوم	" "	۴/-
" " سوم	" "	۲/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۳/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جولیٹ	شکسپیئر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ	گوئٹے ترجمہ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو (نظم)		۵۰
" " (نثر)		
مثنوی قطب مشتری	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۳/۷۵

وی قطب مشتری ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو ۳/۷۵
نوی من لگن قاضی محمود دریائی مرتبہ سخاوت مرزا ۲/۵۰
وی پھول بن ابن نشاطی مرتبہ شیخ چاند مرحوم ۴/-
اب جدید عزیز احمد۔ آل احمد سرور ۲/۵۰
ان وصف عبدالحی وصف ۱/۵۰

سانیات ولغات

ینڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری بابائے اردو (زیر طبع)
ڈ ڈیکس " " " "
ر انگریزی " " ۶/-
تانِ زبان اردو ڈاکٹر شوکت سبزواری ۵/-

یخ وسیاسیات

، دیاغستان مولوی محمد علی قصوری ۲/۲۵
ۂ اہلِ دہلی سرسید احمد خاں ۳/۷۵
افیۂ قرآن مفتی انتظام اللہ شہابی ۱/۵۰
یخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو سید ہاشمی فرید آبادی ۲/۵۰
ا کیپٹال مارکس سید محمد تقی ۷/۵۰
ی یورپ پر عربوں کے حملے امیر شکیب ارسلان نجم الدین احمد ۴/۵۰
ں وعرب کے تعلقات مولوی بدرالدین ۲/۵۰
یخ مسلمانان پاکستان وبھارت اول سید ہاشمی فرید آبادی ۷/۵۰
" " " دوم " ۸/۵۰

سلۂ اصطلاحات

لاحات بنکاری —— ۴/۵۰
" فلکیات —— ۱/۵۰
" کیمیا —— ۲/۵۰

اصطلاحات جغرافیہ —— ۱/-
وضع اصطلاحات مولوی وحید الدین سلیم ۵/۷۵
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ بابائے اردو ۰/۵۰
" " " کی تاریخ (انگریزی) ۰/۵۰

سائنس

اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم سائنس بابائے اردو ۱/-
اضافیت ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ۳/-
طبعیات کی داستان پروفیسر نصیر الدین عثمانی ۸/۷۵
قوائے طبعیہ ڈاکٹر صادق حسین ۲/۲۵
جدید معلومات سائنس میجر آفتاب حسن ۹/-
جراثیمیات پروفیسر حمید اللہ عاصی ۲/-
حیوانیات پروفیسر محشر عابدی ۳/-
نباتی وجاغت سید امداد علی ۵/۵۰
سیر افلاک مرزا محمد رشید ۴/۷۵
مد و انجم مارٹن ڈیوڈسن۔ ثنار الحق صدیقی ۴/۵۰

فلسفہ تصوف

جیتا جاگتا ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف ۳/۵۰
فلسفۂ نفس ضامن نقوی ۳/-
درد جواہر حضرت عبداللہ بن ابوبکر ۰/۷۵

معلوماتِ عامہ

اردو کی فضیلت اہلِ بنگالی کی نظر میں —— ۱/-
تقویم ہجری وعیسوی —— ۰/۵۰
اردو کا قاعدہ —— ۰/۲۵
جمالِ یار —— ۰/۲۷


JUTOID
WATER PROOFING MATERIAL
AND G.I.
PIPES
FOR EVERY HOME
HYESONS STEEL MILLS LIMITED
ABDUL HYE CHAMBERS, DOCKYARD ROAD, KARACHI.
Branches :- LAHORE - DACCA

اپنی بچت حبیب بینک میں جمع کیجئے

سلسلہ نمبر ۱۱

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

foveoal	نقیرہ
foveolate	نقیرہ دار
fragmentation	تجزی
free	آزاد
free-central placentation	آزاد مرکزی مشیمیت
frenate	لگامیہ دار
frenulum } frenum }	لگامیہ
frond	ورق پترا
frondescence	توریق
frons	جبین - جبینہ
frontal	جبہی
frontocerebellar fibres	جبہی دمیغی ریشے
frontoclypeus	جبہی سپر
fronto-ethmoidal	جبہی مصفاتی
frontosphenoidal	جبہی وتد
fruitification	اثمار
fructose	فرکٹوز - ثمری شکر
frugivorous	ثمر خوار
fruit	ثمر - پھل
frustule	ذرک
frutescent	جھاڑی نما
frutex	جھاڑی
fruticulose	شجیر نما

fucivorous	سوار خوار
fucoid	سیوار خوار
fucosan	فیوکوسن
fugacinus	زود ریز - زود پژمان
fulcrate	نصاب دار
fulcrum	نصاب
function	تفاعل - فعل
functional	فعلی
fundiform	معلق نما
fundus	سافلہ
fungicolous	فطر طفیلی
fungiform	فطر نما
fungivorous	فطر خوار
fungus	فطری
funicle	اچھی - رسک
funicular	رسن دار
funnel	قیف
funnel-form	قیف نما
furca	شعبہ
furcal	شعبی
furcate	مشعب
furciferous	شعبہ دار
furcula	شعیبہ
furred	فردار
furrow	نجوہ

fuscin فسکن
fusi دوک ۔ تکلا
fusiform دوکی ۔ تکلا نما
fusion-nucleus ملا مرکزہ

G

galactase گیلک ٹیز
galactophorous شیردار (شیر، لبن=دودھ)
galactesis لبنیت
galbulus سرد پھل
galea مغفرہ۔ کلاہ، خود، ٹوپی
galeate مغفرہ دار ۔ خود نما
gall (Plant-gallis) صفرا ۔ پت ۔ مازوبہ
gall-bladder پتا
galvanotaxis, galvanotropism گلوانی ترتیب ۔ گلوانی رخیت
gametal زواجی
gametangium زواجہ دان
gametes زواجے
gametic زواجی
gametids پیش زواجی
gametocyst زواجہ انبان
gametocyte زواجہ خلیہ
gametogenesis زواجی پیدائش
gametogenic زوج پیدائشی
gametogonium زواجہ دان
gametophore زواجہ بردار
gametophyll زواجہ برگ
gametophyte زواجی پودا
gamic بارور
gammation گامیت
gamebium زواجی حیات
gamodesmic زواج بند
gamogastrous زواج شکمی
gamogenesis زواجی تولید
gamogenetic زواج تولیدی
gamogeny زواجی ولادت
gamont زواجیہ
gamopetalous مل پنکھڑی
gamephyllous مل پتیا
gamesepalous مربوط اکمامی
gamestele مربوط ستون
gamestelic مربوط ستونی
gamestely مربوط ستونی
gametropisms زوج رخی
gangliar عقدئی
gangliate عقدہ دار
gangliform عقدہ شکل
ganglioblast عقدہ ناھض
gangliocyte عقدہ خلیہ
ganglioid عقدہ نما

ganglion	عقدہ
ganglionated	عقدہ دار
ganglioneural	عقدہ عصبی
ganglionauron	عقدہ عصبیہ
ganglionic	عقدئی
ganglioplexus	عقدئی ضفیرہ
ganoid	مینا فلسی
ganoin	گنیائن
gape	دھن کشادگی۔فصل
gas gland	گیسی غدہ
gasserian ganglion	گیسری عقدہ
gasteromycetous	تامورک فطری
gasteraea	گیسٹریہ
gastraeum	بطن
gastral	شکمی ۔ معدئی
gastralia	شکم خلئے
gastric	شکمی
gastrin	گیسٹرن
gastro	شکمی ۔ معدئی
gastrocentrous	شکم مر کزینی
gastrocenimius	گیسٹرونیمی‌اس
gastroceel	شکمی قعر
gastrocolic	شکمی قولونی
gastro-duodenal	شکمی اثنائے عسری
gastro-epibolic	معدی شربی
gastrointestinal	معدی' معائی
gastrolienal	معدی' طحالی
gastrolith	معدہ پتھری
gastrparietal	معدی جداری
gastrophrenic	معدی ڈائفرامی
gastroped	گیسٹروپاڈ ۔ معدہ پا
gastroporers	معدی مسامات
gastropulmonary	معدی ریوی
gastrosplenic	معدی طحالی
gastrostege	شکم پوشہ
gastrovascular	معدی وعائی
gastrozooid	معدہ حیوان
gastrula	شکمینہ ۔ گیسٹرولا
gastrulation	شکمینیت
geitnogony	جوار زواجیت
gelatinous	هلامی
gelatine	هلام
gelatigenous	هلام زا
geminate	توامی
geminiflorous	توامی زهری
gemma	کلا
gemmaceous	کلیائی
gemmate	کلا دار
gemmation	کلاؤ ۔ کلیاؤ
gemmiferous	کلا بردار

gemmiform	کلا نما	geniohyoid	ذقنی لامی
gemmiparous	کلازا	genital	تناسلی
gemmulation	کلیانا	genitals	اعضائے تناسل
gemmule	کلیا	genito-anal	تناسلی مبرزی
gena	رخسارہ	genito-crural	تناسلی فخذی
genal	رخساری	genitoenteric	تناسلی معائی
gene	جین	genitofemoral	تناسلی فخذی
geneology	نسبیات	genoblast	تناسلی ناھضر
genera	جنسیں، اجناس	genomere	جین پارہ
genus	جنس	gentles	خر مگسہ
generalised	تعمیمی	genotype	ہم نسل
generation	نسل	genetopic	ہم نسلی
generative	تناسلی تولیدی	genu	رکبیہ
generative ferment	تناسل (یاتولیدی) خمیر	genus	جنس
		genys	زیریں جبڑا
generic	جنسی	geobois	ارضی حیاتیہ
genesis	تولید۔ پیدائش	geoblast	ارضی ناھضر
genetic	تولیدی ۔ نسلی ۔ پیدائشی	geocarpic	ارضی ثمری
genetic spiral	تولیدی (یا پیدائشی) مرغولہ	geology	ارضیات
genetics	نسلیات	geomalism	ارضی انجذاب
genial	ذقنی	geophilous	ارض پسند
genicular	رکبی	geophyte	ارض نبات
geniculate	رکبہ دار	geotaxis	ارضی ترتیب
geniculum	رکبہ	geotenous	ارضی تنیدگی
genioglossal	ذقنی لسانی	geotropism	ارضی رخی

مطبوعـــات انجمن ترقی اردو پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

ایت کی اہمیت -

ڈاکٹر عبادت بریلوی - یہ کتاب اردو ادب کی عظیم روایات کی آئینہ دار ہے . اس میں روایت کی اہمیت اردو شاعری میں گل و بلبل کے اشارے ، دلی دبستان شاعری - اردو شاعری میں حب الوطنی کی روایت اور اردو تنقید میں روایت اور تجربے کے ایسے پر مغز اور خیال افروز مقالات شامل ہیں جن سے اردو ادب کے تاریخی مد و جزر کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے مختصر الفاظ میں تحقیقی اور تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے - قیمت سات روپے پچاس پیسے -

رس -

یہ کتاب سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے سنہ ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء اس کا سال تصنیف ہے - اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت تلاش اور جستجو کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے - شروع میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا محققانہ مقدمہ بھی شامل ہے قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

... الاردو -

انجمن ترقی اردو کے رسالہ اردو کے سی سالہ پرچوں سے بہترین مضامین کا بہترین انتخاب ہے جسے انجمن کی پنجاہ سالہ جوبلی کی یادگار میں مرتب کرکے شائع کیا گیا ہے - یہ کتاب گیارہ مضامین پر مشتمل ہے اور سب کے سب کارآمد اور عمدہ معلومات سے پر ہیں - کتاب کی جان دو مضامین ہیں : (۱) رومی ، نطشے اور اقبال از ڈاکٹر عبدالحکیم (۲) نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی اور کچھ میری زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو ، اردو روڈ کراچی - ۱

...No. 1138 Phone: ...

...nthly QUOMI ZUBAN Karachi

بابائے اردو کی تصانیف

(شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان)

خطبات عبدالحق

بابائے اردو کے معرکہ آرا خطبات کا مجموعہ جس میں اردو لسانیات اور تاریخ ادب کے بہت سے اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بابائے اردو کے نظریات اور گذشتہ نصف صدی میں اردو تحریک کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ان خطبات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

قیمت چھ روپے پچاس پیسے

سر سید۔ حالات و افکار

اس کتاب میں سر سید کے حالات ... کے مختلف پہلوؤں پر نئے انداز سے لکھا ... ہیں کتاب کو حالی کی "حیات جاوید" کا ضمیمہ سمجھنا چاہیے۔ قیمت چار روپے۔

نصرتی

ملک الشعرائے بیجا پور ملا نصرتی کے حالات اور کلام کا ایسا مفصل جائزہ کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ بابائے اردو نے کئی برس کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب تالیف کی تھی اس میں نصرتی کی بہت سی نایاب تصانیف پر تفصیلی تبصرہ اور انتخاب شامل ہے۔ قیمت پانچ روپے

اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام

اس کتاب میں بابائے اردو نے یہ بتایا ہے کہ صوفیائے کرام نے اردو زبان کی نشو و... کیا حصہ لیا۔ اس موضوع پر یہ اپنی... کی واحد کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ ستا...

اردو زبان میں علمی اصطلاحات ک...

بابائے اردو نے اس کتاب میں تف... بتایا ہے کہ وضع اصطلاحات کے سلسلے... کیا کوششیں کی گئیں اور ان میں ک... کامیابی ہوئی نیز اس موضوع پر بح... کہ وضع اصطلاحات کے لئے کن اصولوں... نظر رکھنا چاہیے۔ قیمت پچاس پی...

قدیم اردو

یہ قدیم اردو شعراء اور مصنفین ... میں گراں قدر تحقیقی مقالات کا مجموعہ ... مضامین اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھ... کہ ان میں بعض اہم شعرا کے ایسے حا... بعض نادر تصانیف کی ایسی تفصیلات ... گئیں ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں...

قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو

اردو روڈ، کراچی - ۱

محمد مصلح الدین سعدی کے زیر اہتمام انجمن پریس سے شائع ہوا

مدیر:- مشفق خواجہ طابع و ناشر:- لفٹننٹ کرنل عطاالرحیم

ماہنامہ

قومی زبان

کراچی

دسمبر ۱۹۹۳ء

انجمن ترقی اردو

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۴ شمارہ ۹-۱۰

دسمبر ۶۳ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ کراچی

فہرست

حرفے چند

...در مملکت کی اُردو دوستی

تقسیم ہند سے پہلے برعظیم پاک وہند کی سب سے مقبول اور ترقی یافتہ زبان اردو ہی کو سمجھا جاتا تھا۔
ں ایسی مشترک زبان تھی جو ہندوستان کے مختلف لسانی علاقوں کو ایک دوسرے سے منسلک
ں اور اسی وجہ سے بغیر کسی کوشش کے اردو کو ہندوستان کی ایک قومی زبان کی حیثیت حاصل
تھی اسے صرف ہندوستان کے کروڑوں افراد ہی نہیں بولتے تھے بلکہ اسے ہندوستان سے باہر
ولیت حاصل ہوئی ۔ اس کی وسعت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقوام
ی ایک رپورٹ کی رو سے آج وہ دنیا کی تیسری بڑی زبان کی حیثیت رکھتی ہے ۔
نقسیم ہند کے بعد سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی تھی کیونکہ توقعات کے مطابق اس کو مسلمانوں
لملکت پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان بننا تھا ۔ یہ کوئی وقتی اور فوری فیصلہ نہ تھا بلکہ اردو ہی
بنیاد تھی جس کی حفاظت کے نام پر ہندوستان کے مسلمان پہلی بار سرسید احمد خاں کی سرکردگی
ٹھا ہوئے تھے اور اسی تحریک نے آگے چل کر مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی شکل اختیار کر لی تھی ۔
پاکستان بننے کے بعد اردو کی اہمیت صرف مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اردو پاکستان
نلف علاقائی بولیوں اور افراد کے درمیان ایک مشترک رشتہ کی حیثیت رکھتی تھی اور دراصل یہی
تھی جو ایک متحدہ اور قوی تر پاکستان کو جنم دے سکتی تھی ۔ اردو کی یہ اہمیت نظریاتی نہیں بلکہ
ن کی قومی یکجہتی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی تھی ۔ اور یہی وہ اہمیت اور فضیلت تھی جس کی
ئی پاکستان نے جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی یہ تاریخی فیصلہ کیا تھا ۔

"یاد رکھو پاکستان کی زبان اردو اور صرف اردو ہی ہو سکتی ہے اور کوئی زبان نہیں"

گزشتہ سولہ سال میں جو واقعات پیش آئے وہ ہمارے سامنے ہیں، انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مختصراً یہ کہ اس وقت اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کی قومی حیثیت مسلّم ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ان زبانوں کو اس انداز سے اپنائیں کہ ایک غیر ملکی زبان کی اجارہ داری ختم ہو جائے ......

.... اب ہم کو انگریزی کی ذہنی غلامی سے نکلنا چاہیئے کیونکہ پاکستان کی ترقی اور بقا کا انحصار دراصل اسی مسئلے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری غلامانہ ذہنیت اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک یہ مسئلہ بالکل طے نہ ہو جائے۔

آزادی کے سترہ سال بعد ماہرین تعلیم سائنسدانوں اور دیگر باشعور افراد کی باربار یاد دہانی کے بعد پاکستان میں آہستہ آہستہ قومی زبان کی اہمیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ اور یہ بات کچھ کم اہم نہیں کہ برسراقتدار طبقے پر بھی اس مسئلے کی اہمیت واضح ہو گئی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ پچھلے دنوں صدر مملکت جناب ایوب خاں نے مشرقی پاکستان میں ایک جلسے کو اردو میں خطاب کیا۔ صدر محترم اگر چاہتے تو بہ آسانی انگریزی زبان کا سہارا لے سکتے تھے، لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ایک اہم ملکی زبان کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ صدر کا یہ اقدام ہر اعتبار سے قابل تحسین ہے، امید ہے دوسرے ارباب اقتدار بھی یہ روش اختیار کریں گے اور اس طرح ہماری قومی زندگی میں ایک ایسا خوش آئند ذہنی انقلاب رونما ہوگا جس کی بنیاد پر ایک مضبوط متحد اور عظیم پاکستان کی تعمیر ہو گی۔

ایثار کی ایک روشن مثال

مولانا صلاح الدین احمد ہمارے اُن چند بزرگ ادیبوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے بابائے اردو کی طرح اردو کی خدمت علمی اور عملی دونوں محاذوں پر کی ہے۔ مولانا نے جہاں ایک طرف "ادبی دنیا" کے ذریعے ہماری ادبی صحافت کو بلند مقام پر پہنچایا تو دوسری طرف "اردو بولو" جیسی ہمہ گیر تحریک شروع کر کے سابق پنجاب کے گوشے گوشے میں اردو کا پیغام عام کیا اور آج جو پنجاب کو اردو کا مرکز کہا جاتا ہے۔ تو اس میں مولانا کی کوششوں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک صاحب طرز انشا پرداز کی حیثیت سے ادب میں جو گراں قدر اضافے کئے ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کا شگفتہ انداز تحریر اردو زبان کی آبرو ہے۔ مولانا کا تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زندگی بھر کے سرمائے کو اردو کے لئے وقف کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنی تمام غیر منقولہ جائداد فروخت کر کے اس سرمائے سے ایک نیا ادارہ "اردو فاؤنڈیشن" قا

کیا ہے - اس ادارے کے زیر اہتمام ایک دارالمصنفین قائم کیا جائے گا اور ایسی کتابیں شائع کی جائیں گی جنہیں عام ناشر چھاپنے کے لئے تیار ہوں - مولانا کا یہ اقدام اردو دوستی اور ایثار کی ایک ایسی روشن مثال جو اردو زبان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی -

مولانا نے اپنی زبان سے محبت کا ثبوت جس طرح دیا ہے وہ ہماری نسل نسل کے لئے ایک سبق کی حیثیت رکھتا ہے خدا کرے ہماری قوم میں "عبدالحق" اور "صلاح الدین" پیدا ہوتے رہیں اور یہ زبان ایسے ہی جاں نثاروں کی محنتوں کے طفیل ترویج و اشاعت اور ترقی کے مراحل طے کرتی رہے -

---

شمیم احمد

پیر حسام الدین راشدی

ہندوستان کی زندہ زبانوں میں شاید یہ خصوصیت اُردو ہی کو حاصل ہے کہ اس سے محبت کرنے والے، جاننے والے اور اس سے استفادہ کرنے والے ہمارے ملک میں مختلف علاقوں کے مختلف زبان بولنے والے افراد کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اس سے جہاں اُردو کی لچک، ہمہ گیری اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہاں یہ مسئلہ بھی بالکل طے ہو جاتا ہے کہ قومی زبان کی حیثیت میں صرف اردو ہی کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اردو کا دائرہ اگر محدود ہوا ہے تو یہ اُن افراد کی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے اُردو کو اپنی جاگیر سمجھ لیا۔ اور اس کو سیاسی مقاصد کا ذریعہ بنایا ہے۔ ورنہ اُردو کی مقبولیت میں ہمیشہ جو قوت کام کرتی رہی ہے۔ وہ بے غرضانہ خدمت اور زبان سے والہانہ محبت سے عبارت تھی اسی لئے بغیر کسی کوشش کے اس کو ہمیشہ اپنے سپاہی ملتے رہے ہیں۔ اور مختلف علاقوں اور الگ الگ صوبائی زبانوں کے افراد اس سے گہری اور روحانی وابستگی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جب میں پیر حسام الدین راشدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری نگاہوں کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جس کا چوڑا چہرہ، کشادہ پیشانی، ستواں ناک، گھنی بھویں اس کی ذہانت کی غماز تھیں اور جس کے چہرے پر ایک عالمانہ وقار اور شائستگی کے نقوش اس ماحول کے تاثر کو اور گہرا کر رہے تھے۔ جس میں ان سینکڑوں دماغوں اور شخصیتوں کا پرتو بھی شامل تھا۔ جن کی کتابیں ہمارے چاروں طرف سجی ہوئی تھیں اگر اس لائبریری میں پیر حسام الدین صاحب کے تیور کا آدمی نہ موجود ہوتا تو مجھے یقیناً ناامیدی ہوتی۔

پیر صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میں بہت سے مسائل کا حل لئے جا رہا ہوں۔ جن کی طرف فوری توجہ ہونی ضروری ہے۔

آپ کو پیر صاحب کی باتوں سے یقیناً اختلاف ہو سکتا ہے۔ اُن کے نتائج سے آپ کا متعلق ہونا ضروری بھی نہیں۔ ان کے مشوروں میں ترمیم اور تنسیخ ہو سکتی ہے۔ مگر ان کے خلوص سے انکار کسی صورت سے نہیں ہو سکتا۔ اِن

کا کہنا ہے کہ " ویسے تو اُردو کو پاکستان میں قومی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر حقیقی طور پر یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ اس کو صحیح معنوں میں قومی زبان بنانے کے لیے جو عملی کام کرنے چاہئیں وہ ہمارے یہاں مفقود ہیں۔ اور جب تک ہم اُن عملی کاموں اور اہم مسائل کا حل پیش نہیں کرسکتے۔ اس وقت تک یہ فیصلہ صرف فائلوں میں محفوظ رہے گا۔ ذہنوں اور دلوں تک نہیں پہنچے گا۔"

انہوں نے جن مسائل کا تذکرہ کیا ہے وہ ہمارے زندہ مسائل ہیں۔ اور درحقیقت یہی رکاوٹیں ہمیں قومی زبان کے حقوق سے بیگانہ کر رہی ہیں۔ ان مسائل کا حل پیر صاحب کی زبان سے سنیئے۔ یہ وہ تجاویز ہیں جو ایک عمر کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اور ان ہی میں ہمارے مسائل کا حل پوشیدہ ہے۔ ان کا کہنا ہے۔

۱۔ اس وقت یورپ میں جدید علوم پر جتنی کتابیں چھپ رہی ہیں۔ ان کے فوری ترجمے اردو میں ہونا ضروری ہیں۔ جب تک اس ضرورت کا فوری حل ممکن نہیں ہوگا۔ اُردو دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں نہیں آسکے گی۔ عموماً ہمارے یہاں جو کتابیں ترجمہ ہوتی ہیں۔ اُن کو آؤٹ آف ڈیٹ ہوئے بھی مدت گزر چکی ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ترقی یافتہ دنیا سے کم سے کم سو سال پیچھے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں تازہ مطبوعات پر فوری ترجمے کا کام بڑے پیمانے پر شروع کرنا چاہیئے تاکہ ہم جدید دنیا کے قدم بہ قدم چل سکیں۔

۲۔ ہمیں ایسی کتابیں مختلف موضوعات پر اُردو میں لکھنی چاہئیں جن کی ضرورت باہر کے پڑھنے والوں کو ہے اور جو ہمارے ملک سے اور ہماری قومی زبان سے ناواقف ہیں۔ مثلاً یہاں کی تاریخ یہاں کے مشاہیر کی سوانح حیات یہاں کے باشندوں کے مسائل اور ان کا جائزہ اردو کی مختلف کتابوں کے حوالے اور ان کا تعارف تاکہ اس میں افادیت پیدا ہو اور غیر ممالک کے لوگ بھی اس زبان کی اہمیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ جس کو کروڑوں لوگ بولتے ہیں۔ اور وہ خود بھی اپنی کتابوں کے تراجم اردو میں کرانے کی خواہش مند ہو سکیں۔

۳۔ دنیا کی تمام زبانوں کی کتب حوالہ اور بہترین لٹریچر کا اردو میں منتقل ہونا بے حد ضروری ہے۔ اور جب تک یہ نہ ہوگا۔ اس وقت تک اُردو میں لکھنے والے علوم کی نعمتوں سے نہ فقط بیگانہ رہیں گے۔ بلکہ ان کے لکھنے میں علمی وسعت اور فکر میں گہرائی پیدا نہیں ہو سکے گی۔

۴۔ یہ ترجمے ہمارے یہاں کے بڑے بڑے مصنفین سے کرائے جائیں تاکہ تراجم مستند قرار پائیں اور لکھنے والے ان تراجم سے استفادے پر پورا اعتماد رکھ سکیں۔ عام ناشر جس طرح کے ترجمے کرا رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ فقط شعر و فسانہ اور مشاعرہ بازی سے آج تک نہ کوئی قوم پہنچی ہے۔ اور نہ کوئی زبان قومی زبان بن سکی ہے زبان اسی وقت پائیدار اور باوقار بن سکتی ہے۔ جب کہ اس میں ایسی کتابیں۔ تصنیف اور تالیف ہوں۔ مختلف مخصوص علوم کا احاطہ کرتی ہوں۔ اور قوم کی فکری اور علمی ترقی میں نیز ذہن کی بلندی اور معلومات کی وسعت میں معاون ہو سکیں۔

۶۔ صحت مند موضوعات پر کتابوں کی اتنی بہتات ہونی چاہیئے کہ لوگوں میں، نہ خود اچھی کتابیں خریدنے اور پڑھنے کا شوق اور ذوق پیدا ہوا ور گھٹیا اور اعلیٰ کتابوں کے درمیان ایک حدِ فاصل پیدا ہو جائے۔ میرے خیال میں ضروری ہے کہ تمام بے معنی بے مصرف گھٹیا لٹریچر پر پابندی لگا دینی چاہیئے تاکہ یہ قوم سطحی اور چھچھوری بننے کے بجائے متین، سنجیدہ اور عالی دماغ قوم بن جائے۔

۷۔ اگر زبان کو قومی سطح پر زندہ رکھنا ہے۔ اور اس کو وسیع پیمانے پر بیرونی دنیا سے متعارف کرانا ہے تو ساری کتابیں ٹائپ میں چھپنی چاہئیں۔ مشرق خواہ مغرب میں لیتھو ایک جناتی خط تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس لئے غیر پاکستانی خواہ پشتو، سندھی، اور بنگالی اس سے صحیح طریقے پر استفادہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کے پڑھنے کی طرف طبیعت کو مائل کر سکتا ہے۔

۸۔ ہمارے نمائندہ اور مندوبین کو بین الاقوامی کانفرنسوں میں اردو میں خطاب کرنا چاہیئے۔ جس طرح دنیا کی تمام زندہ اور باغیرت قوموں کے نمائندے بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اپنی اپنی زبان میں تقریریں کرتے ہیں۔ چینی، روسی، فرانسیسی، جرمن، جاپانی، ایرانی اور عرب، سب اپنی اپنی زبان کو قومی وقار کا جزِ اوّل سمجھتے ہیں۔ ان کے مندوب ہر جگہ اپنی زبانوں کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اپنی قوم اور اپنے ملک کی انفرادی عظمت اور تفوق کو زبانوں ہی سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی زبان میں مترجم کے ذریعہ بات کرنے میں کبھی نہیں شرماتے۔ اس نسخے پر ہم بھی عمل کریں تو اردو کو بین الاقوامی سطح پر فوراً شہرت مل جائے گی۔ اور اس کی وجہ سے یقیناً پاکستان کا ملکی اعزاز اور ملّی افتخار سربلند ہوگا اس "حجاب" کے اتر جانے کے بعد ہمارے یہاں کے غلامانہ ذہنوں پر بھی اپنی زبان کی اہمیت اور عظمت کا اثر ہوگا اور وہ کچھ اپنی عزت کرنا سیکھ جائیں گے۔ اور نقالی سے شرمندہ ہوں گے"۔

پیر صاحب کا خیال ہے کہ جب مذکورہ تمام امور پر عمل ہوگا تو چالیس پچاس برس میں اُردو صحیح معنوں میں ایک باوقار قومی زبان بن جائے گی۔

مجھے اس کا علم نہیں کہ پیر صاحب کے مشوروں سے کتنے لوگوں کو اتفاق ہوگا مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ سب اُردو کے زندہ اور اہم مسائل ہیں۔ جن کے بغیر دنیا کی کوئی زبان نہ ترقی کر سکتی ہے۔ اور نہ ترقی یافتہ کہلائی جا سکتی ہے۔ ایک سوال البتہ میرے ذہن میں اُبھر رہا تھا۔ سوال یہ تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو؟ حالانکہ ان سارے مشوروں اور تجاویز میں کوئی تجویز بھی ایسی نہیں۔ جس کو صرف تخیلی کہا جا سکے یا اُس کو فوری طور پر عمل میں نہ لایا جا سکے۔ لیکن اس ذہن نے جس نے ان مسائل پر خلوص سے سوچا تھا از خود میری کیفیت کو بھانپ لیا۔ اور اسی وضاحت سے اس کا جواب بھی دیا۔

پیر حسام الدین صاحب کا خیال ہے کہ "یہ سب کچھ ہونا بہت آسان ہے۔ بشرطیکہ لکھنے پڑھنے والوں کو ان کی محنت کے جائز معاوضے ملیں۔ ان کو ناشر کی ظالمانہ اور بہیمانہ دست نگری سے بچایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ

ادیبوں اور دانشوروں کو معاشرے میں ان کا صحیح مقام اور عزّت دینا بھی فرض ہے۔ پیر صاحب بڑی دل سوزی سے فرما رہے تھے کہ قوم کی ترقی اس کے دانشوروں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اور وہ دانشور ہر قوم اور ملک کا افتخار ہوتے ہیں۔ وہ کس طرح یکسوئی کے ساتھ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ دے سکتے ہیں، جبکہ وہ کھانے کو ترس رہے ہوں۔ اور معاشرے میں ان کو کوئی مقام حاصل نہ ہو۔ ناشر اُن سے گداگروں کا سلوک روا رکھ رہا ہو۔ اور ان کا ارشاد تھا۔ میں یہاں کے ادیبوں کو بالکل مظلوم سمجھتا ہوں۔ اس ملک میں ان کی کوئی آبرو نہیں ہے۔ وہ اچھوتوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں اس کی مثال سامنے کی باتوں سے لی جا سکتی ہے۔ جب بھی کسی شہر میں قومی اور سرکاری تقاریب ہوتی ہیں۔ تو ان میں بنیادی جمہوریت کے ممبروں کو تو دعوت دی جاتی ہے، لیکن اگر نہیں پوچھا جاتا تو جمیل جالبی، اور ابن انشا کو۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کا احساس مجھے اس وقت شدت کے ساتھ ہوا جب ملکہ الزبیتھ کراچی تشریف لائیں اور فریئر گارڈن میں خیر مقدمی جلسہ ہوا۔ ایک موٹر گیراج کا اَن پڑھ میکانک شیروانی کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ ان کو وہاں کی شرکت کی دعوت ملی تھی۔ کیونکہ وہ بنیادی جمہوریت کا ممبر تھا مگر کسی ادیب کو وہاں کسی نے نہ پوچھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے ادیبوں میں نہ عزّتِ نفس پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ خود اعتمادی۔ وہ موجودہ معاشرے کے آداب نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ ایک اچھوت سے زیادہ معاشرے میں اہمیت نہیں رکھتے“ انہوں نے اچانک کہا کہ ”آپ کے ذہن میں اس وقت رائٹرز گلڈ کا خیال ضرور آیا ہوگا۔ مگر اس کو اس جیسی اور جماعتوں کو ادیبوں کے زندہ مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ جو جماعت ادیب کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا دیکھتی رہی اور اس عالم میں اُس کی کوئی مدد نہ کرے۔ بلکہ اس کے مرنے کا انتظار کرتی رہے تاکہ اس کے پس ماندوں کو ایک ہزار کا ”تاوان“ دے۔ اس کو زندہ ادیبوں کے زندہ مسائل سے کیا سروکار، اس کو ”بعد از مرگ واویلا“ کہتے اور اس موقع پر ایک فارسی شاعر کا شعر یاد آتا ہے ؎

بلبم رسید جانم، تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازانکہ من نمانم، بہ چہ کار خواہی آمد

ادیب سہارنپوری مرگئے۔ ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔ حیرت شملوی صاحب معذور زندگی کے دن یہاں گزار رہے ہیں۔ مگر ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ یہ سب کیا ہے۔ جماعتی نظام کی برائی اور معاشرے کی بے حسی۔ اس ملک میں کون سا طبقہ ہے۔ کونسی جماعت ہے۔ جو اپنے مفاد، اپنی مدد اور عزت کے لئے کچھ نہیں کرتی۔ آپ یہاں دیکھتے ہیں کہ اسی کراچی میں میمن۔ بوہری۔ آغاخانی جماعتیں ہیں یا نہیں؛ دہلی والوں اور پنجابیوں کی اپنی اپنی جماعتیں ہیں یا نہیں۔ وہ اپنی اپنی آبادیوں کے لئے کیا کچھ نہیں کرتیں۔ کیا ادیبوں کی ایسی جماعت نہیں بن سکتی جو ہر ادیب کے دکھ درد میں شریک ہونے کی دعوت دے۔ اور اس کو ہر ممکن امداد کرنے پر سب کو آمادہ کرے اور جب ضرورت ہو تو سب کو فوراً اطلاع دے۔

میں نے دیکھا ہے کہ میل جول نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ادیب سخت احساس کمتری اور بے اعتمادی کا شکار رہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی وجہ سے آداب محفل سے بھی بیگانہ ہوتے ہیں کہ اگر جب کوئی باہر سے مہمان آتا ہے تو ایسی ایسی غلطیاں اور حرکتیں ان سے سرزد ہوتی ہیں کہ جی تڑپ اٹھتا ہے۔ نیز ہمارے ادیبوں میں چونکہ مطالعہ کا فقدان ہے۔ اپنے مخصوص موضوعات کے علاوہ وہ دوسری مختلف علمی باتوں سے واقفیت نہیں رکھتے اس لئے وہ مجلس میں دو چار جملے کہنے کے بعد غیر ملکی مہمان سے کترا کر آپس میں گپ بازی کرنے لگتے ہیں۔ ہمارے معاشرے اور ادیب کا تعلق بالکل زمیندار اور کسان کا تعلق ہے جس طرح زمینداروں نے ہمیشہ کسانوں کو اپنے بے جا ہتھکنڈوں کے دباؤ میں رکھا ہے۔ بالکل اسی طرح ادیب جو اس ملک کی عزت ہیں۔ الگ تھلگ ایک محدود دائرے میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ کوئی ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

وہ یہ سب کچھ کہتے کہتے بہت بے چین سے نظر آ رہے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ موضوع بدل دوں۔ مگر انہوں نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ ایک کے بعد ایک بات کہتے چلے جا رہے تھے۔ وہ ایک ثانیے کے لئے رکے اور پھر کہا کہ "کسی ملک کی عزت یا ترقی کیا فقط سیاست کاروں سے ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ملک کی عظمت اور عزت بڑھانے والے یہی دانشور اور ادیب ہوتے ہیں۔ جن کا مرتبہ معاشرے میں سب سے بلند اور بالا ہونا چاہیئے۔ ہمارے یہاں تو یہ حال ہے کہ کسی افسر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جب اس کے اعزاز میں دعوت کی جاتی ہے تو ادیبوں کا مجرا کرایا جاتا ہے۔ پہلے طوائفیں بلائی جاتی تھیں اب شاعروں کو بلایا جاتا ہے۔ اگر اس عزت افزائی کے بعد بھی آپ یہ چاہتے ہیں کہ ادیب ملک کی آبرومندانہ خدمت کریں جو صرف قلم گھسنے سے ہی پیٹ پالتے ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ ایسے حالات میں کیا وہ کوئی تخلیقی کام کر سکتے ہیں۔ آخر جب اس کی اس معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں تو اس کو کیا پڑی ہے کہ فکری بلندی بخشنے میں اپنی زندگی کھپائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ادیب ہمارے معاشرے کا "مرد بیمار" ہے۔

میں اس ساری گفتگو میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس مسئلے پر گھل رہے ہیں مگر وہ ایک منٹ کے لئے بھی کہیں جذباتی نہیں ہوئے۔ اور ان کا عالمانہ وقار اس وقت بھی دل آویز ہو گیا تھا۔ یہ رکھ رکھاؤ پیر حسام الدین راشدی کی شخصیت کا سب سے نمایاں وصف ہے۔ میں نے موضوع بدلنے کے لئے سوال کیا "آپ کے خیال میں آپ کی تجاویز میں سب سے پہلے ہمیں کس کو ترجیح دینی چاہیئے۔" ان کا جواب تھا "علوم جدیدہ کی کتابوں کا ترجمہ اور ٹائپ کے مسئلے کا حل۔ فوری توجہ کا مستحق ہے۔ یہاں بھی وہ مثال دینے سے نہ چوکے اور کہنے لگے "یہ کوئی بات نہیں ہے۔ فورٹ ولیم کالج نے جس کی خدمات اردو میں ناقابل فراموش ہیں۔ انہیں دو چیزوں پر سب سے پہلے توجہ کی تھی اور اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے آج سے سو سال پہلے انجام دیا تھا۔ دارالترجمہ کی وجہ سے ایک اور بھی فائدہ ہوگا اور وہ یہ کہ ہمارے بہت سے عالم اور ادیب، اہل قلم اور دانشمند جو اب بیکار ہیں۔ وہ کام سے لگ جائیں گے۔ اور ان کی صلاحیتیں جو اب مرجھا گئی ہیں۔ پھر ابھر آئیں گی ملک کو جو فائدہ ہوگا وہ تو ظاہر ہی ہے۔"

میں نے موقع دیکھ کر کراچی یونیورسٹی کے اُردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے فیصلے پر اُن کی رائے پوچھی۔ وہ اسی سنجیدگی اور متانت سے بولے: "کراچی یونیورسٹی کا فیصلہ ایک جذباتی فیصلہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب تک ساری رکاوٹیں اور کمیاں دور نہیں کی جائیں گی۔ جس کا تذکرہ میں کر چکا ہوں۔ اس وقت تک اس فیصلے کو کامیابی کے ساتھ عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا ہماری تعلیم کا معیار پہلے بھی بہت کچھ ابتر ہے اور بغیر تیاری کے اگر یہ قدم اُٹھایا تو مجھے ڈر ہے کہ اس وقت جو نسل زیر تعلیم ہے ان کا علم ادھورا رہ جائے گا۔"

انھوں نے کہا کہ "جن اصطلاحات کا ترجمہ اس وقت تک ہوا ہے وہ کچھ شگفتہ قسم کا نہیں ہے، بلکہ یوں کہیئے وہ اصطلاحیں اس قدر جناتی زبان میں ہیں کہ شاید ہی کسی کے پلے پڑیں۔" انہوں نے کہا کہ "پھر میں اس سارے مسئلے کو ایک دوسرے پہلو سے دیکھتا ہوں۔ یونیورسٹی تو اتنے اہم فیصلے کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف یو۔ پی کے وہ بزرگوار کہ اُردو جن کے گھر کی لونڈی تھی اپنے بچوں کو نہ فقط گرامر اور مشنری اسکول میں انگریزی سیکھنے بھیج رہے ہیں۔ بلکہ گھروں میں بھی انگریزی جاری کر رکھی ہے۔" جب وہ بات کہہ چکے جو ایک بڑی شرمناک حقیقت ہے، تو میں نے دبی زبان میں کہا کہ شاید اس صورت حال کو کراچی یونیورسٹی اپنے اس فیصلے سے کچھ بدل دے۔ اگر یہ فیصلہ عمل در آمد ہونے کے لئے ہوا ہے تو پھر اس کے لئے بھی کام کرنا پڑے گا۔ اس پر وہ مجھ سے متفق نہ ہو سکے۔ انھوں نے کہا "ایک باوقار قومی زبان کے لئے جدید دنیا کی باوقار زبانوں کی ہم قدمی ضروری ہے۔ لہٰذا پہلے میری تجاویز پر غور کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔" انہوں نے کہا کہ "اس سے اُردو کی مقبولیت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُردو اب سے پہلے بھی بغیر آپ کی تشویش کے لوگوں کے درمیان تبادلۂ خیال کا کام کر رہی تھی۔ اور آج بھی وہی کر رہی ہے۔ سوال تو اس زبان کو زبان بنانے کا ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ اب اس مسئلے پر ان کو زیادہ تکلیف دینی اچھی بات نہیں وہ اپنے خیالات میں خاصے واضح ہیں۔ لہٰذا میں نے کچھ ذاتی سوالات شروع کئے۔ وہ ذاتی سوالات پر کچھ جھجک سے گئے۔ جس کی وجہ سے مجھے بھی ایک عجیب احساس ہوا۔ میں کسی شخص کے ذاتی اور نجی حالات پوچھنے کا کیا حق رکھتا ہوں۔ مگر پیر صاحب مُسکرا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ "بھائی میرے ذاتی حالات بہت پرائیوٹ ہیں سا ور سب "ناگفتنی" حالانکہ اصل حالات ناگفتنی ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کو چھوڑو۔ میں نے اپنی یادداشتیں لکھی ہیں۔ وہ چھپیں گی تو پڑھ لینا۔

پیر حسام الدین راشدی سندھ کے ایک اعلیٰ زمیندار اور علم پرور خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ وہ قصبۂ بہن ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ ان کی زمینداری میں تھا۔ ان کے والد بزرگوار کا نام حامد شاہ تھا۔ پیر صاحب کی تعلیم والدہ اور ان کے دادا پیر شاہ صاحب کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ میں نے اچانک اُن سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنا سنہ پیدائش تو بتایا ہی نہیں، وہ ہنسے اور کہنے لگے "عورتوں کو اپنی عمر کم اور عقیدت مندوں کو زیادہ بتانی چاہیئے مگر مجھے اپنا سن پیدائش یاد نہیں، البتہ میری عمر پچاس سے اوپر ہے۔ جو یقین کرو صحیح ہے۔"

میں نے ان سے تعلیم کے سلسلے میں ایک سوال کیا۔ جس کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ ہمارے بچپن کے وقت وہ حالات نہیں تھے جو اب ہیں۔ اس زمانے میں تعلیم دینے کے دو طریقے اختیار کئے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے شرفاء کی تعلیم ایک خاص ڈھنگ سے ہوا کرتی تھی۔ اس کا مقصد ہوتا تھا۔ بچوں کو علم سکھانا اور ان کی شخصیت کی تعمیر۔ ان کی تعلیم کا مقصد کبھی نوکری حاصل کرانا نہیں ہوتا تھا جو وہ انگریزی اسکولوں میں سرسری تعلیم دلاکر بچوں کو کہیں نوکر کرانے کی کوشش کرتے۔ میری تعلیم بھی میرے دادا نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ انہوں نے تعلیم دینے کا ایک خاص طریقہ ایجاد کیا تھا جس کو اب شاید "ڈائریکٹ میتھڈ" کہنا صحیح ہوگا۔ اس ڈائرکٹ میتھڈ کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ جب میں پہلی بار تعلیم کے لئے بیٹھا تو میری حرف آشنائی "گلستان" سے کرائی گئی۔ میری تعلیم مسجد کی چٹائی پر شروع ہوئی اور اسی چٹائی پر ختم ہوئی۔ میں نے فارسی ادب کی تمام متداول کتابیں پڑھیں۔ جس کا تعلق مروجہ کورس سے نہیں تھا۔ بلکہ وہ میرے دادا نے خود منتخب و مرتب کیا تھا۔ اسی کے ساتھ سندھی زبان کی تحصیل بھی ہوتی رہی۔ انگریزی میں نے اپنے قصبے کے قریبی اسٹیشن کے اسٹیشن ماسٹر سے پڑھی۔ میرے بھائی نے انگریزی وہیں پڑھی۔ میری عملی زندگی اس وقت سے شروع ہوئی جب میں سندھ زمیندار اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اس میں کچھ عرصہ کام کرتا رہا۔ پھر ۱۹۲۴ء میں اپنا ذاتی پرچہ "ستارہ ہند نکالا" یہ سکھر سے نکلتا تھا۔ یہ سندھی صحافت میں پہلا اخبار تھا۔ جس نے سنڈے ایڈیشن کی طرح ڈالی۔ خاص نمبر نکالنے کا طریقہ برتا۔ اور روزانہ اخبار میں علمی انداز کی چیزیں شائع کیں۔ ۱۹۲۷ء تک میں اس کو چلاتا رہا اس اخبار میں اردو کی چیزیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ ہندوستان کے اردو ادیبوں سے سندھ کو متعارف کرانے والا حقیقی معنوں میں یہی اخبار تھا۔ اس اخبار میں الیاس برنی، ریاست علی ندوی، سیماب اکبر آبادی اور اختر شیرانی وغیرہ کی تحریریں برابر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ اخبار چار برس چلنے کے بعد بند ہوگیا۔ ادھر میں والد صاحب کے انتقال کی وجہ سے اپنی زمینداری پر واپس چلا گیا۔"

پیر صاحب اپنے حالات زندگی "حالات زندگی" کی طرح نہیں بتا رہے تھے بلکہ ان میں سے چند باتیں انتخاب کر کے بتاتے جا رہے تھے۔ اور انداز اس قسم کا تھا جیسے عام مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں۔ سچ پوچھیئے تو گفتنی میں واقعی مزہ نہیں آیا۔ "میرا موضوع دراصل تاریخ ہے۔ مگر میں نے ادب سوانح اور سفرناموں پر بھی بہت کچھ کام کیا ہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے اردو ادب کی تاریخ لکھی جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ جب سندھی ادبی بورڈ کی تشکیل ہوئی تو میں نے سندھی اور فارسی زبان کے اصل مخطوطے چھاپنے شروع کئے اور سندھ کی تاریخ پر تحقیقی کام کرتا رہا۔ اب میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ پانچ چھ اہم فارسی کتابیں مرتب کر کے شائع کر دوں۔ اور کچھ منتشر نوٹ بھی جس کو حروف تہجی کے اعتبار سے شائع کرنا مقصود ہے۔ یہ دوسرے لوگوں کے فائدے کی چیز ہے" اب ان کے بولنے میں ایک نمایاں فرق محسوس ہو رہا تھا۔ اب ان کی گفتگو میں ایک حسرت ایک آرزو کا رنگ جھلک رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میرا

اپنا پروگرام بہت لمبا ہے۔ میرے پاس کوئی ۴۳ کے قریب ایسی کتابیں ہیں۔ جو مجھے شائع کرنی چاہیئں۔ سب نہایت اہم موضوعات پر۔ اس کے بعد انہوں نے ان کتابوں کی پوری فہرست گنوائی۔ اور کہا کہ میرے پاس سندھ کے سلسلے میں اتنا مواد موجود ہے کہ اگر کچھ باذوق پڑھے لکھے جوان میرے ساتھ کام کرنا شروع کریں تو ۲۵ سال تک یہ مواد ختم نہیں ہوگا۔ حالانکہ یہ میری آرزو تھی کہ یہ کام میں خود کروں گا۔ مگر اب عالت اچھی نہیں اور بہت تھک گیا ہوں۔ میں نے موضوع بدلنا چاہا۔ "آپ کی اردو کتابیں کتنی ہیں؟" سرِ دست صرف تین غازی بیگ ترخان اور اس کی بزمِ ادب۔ میر معصوم بھکری۔ سندھی ادب کی تاریخ" کتابوں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اور میرا ذہن بار بار چاروں طرف رکھی ہوئی کتابوں کی سرگزشت سننا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ لائبریری سب کی سب میری ذاتی کوششوں اور شوق کا نتیجہ ہے۔ پوری زندگی مجھے اس شوق میں کتابیں جمع کرتے کرتے گزر گئی۔ میرے اندازے کے مطابق اس وقت جو کتابیں آپ کو یہاں نظر آرہی ہیں۔ وہ آٹھ نو ہزار کے قریب ہوں گی۔ اور تین ہزار قدیم کتابیں الگ ہیں۔ جن کو میں ابھی دیکھ بھی نہیں سکا ہوں۔ جس میں بڑی نایاب کتابیں شامل ہیں۔

اچانک مجھے یاد آیا اور میں نے سوال کر دیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے تعلقات بابائے اردو مولوی عبدالحق سے کافی پرانے تھے اور آپ دہلی میں بھی ان ہی کے پاس قیام کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ "مولوی صاحب سے تعلقات کی ابتدا میرے بھائی پیر علی محمد راشدی صاحب سے ہوئی تھی۔ جن سے مولوی صاحب کا تعارف مولانا مہر نے کرایا تھا۔ پھر بھائی نے میری ملاقات بھی کرا دی۔ ہم لوگ جب دہلی جاتے تو مولوی صاحب کے یہاں ہی قیام کرتے تھے۔ اس زمانے میں مولوی صاحب ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی دریا گنج میں قیام پذیر تھے۔ وہ اس کمرے میں رہتے تھے۔ جس میں گاندھی جی آکے ٹھہرتے تھے۔ اب ان میں کچھ ماضی کا اثر بول رہا تھا" مولوی صاحب نے ساری عمر بادشاہت کی انہیں کسی چیز کی تکلیف نہیں ہوئی۔ چند چیزوں میں وہ بڑے خوش قسمت تھے۔ انہوں نے ساری عمر مکان، کھانے اور لباس میں اپنا امتیاز قائم رکھا۔" اچانک انہوں نے پوچھا تم نے مولوی صاحب پر کوئی اچھا مضمون پڑھا؟ میرا جواب نفی میں تھا۔ وہ بولے عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب پر اتنے مضامین لکھے گئے اور کیسے کیسے لوگوں نے لکھے مگر ایک مضمون بھی ایسا نہیں کہ پڑھتے ہی آنکھوں کو نم کرے۔ ان پر ایک بہت اچھے مضمون کی ضرورت ہے۔

میں جب ان سے رخصت ہوا تو مجھے احساس ہوا... کہ میری یادوں کے مرقع میں ایک اور تصویر کا اضافہ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی کہیں سے میر کا شعر ذہن میں گونجا۔

بات بنانا مشکل سا ہے شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکر بلیغ سے یاروں کو ایک ایسی غزل کہلانے دو

بادۂ کہن

ملک خوشنود ابتدائی دور کا ایک شاعر ہے اس کے بارے میں نصیرالدین صاحب ہاشمی لکھتے ہیں کہ وہ شاہان گولکنڈہ کا غلام تھا خدیجہ سلطان شہر بانو کے ساتھ بیجاپور آیا اور اپنی قابلیت کی بنا پر جلد ترقی کر کے اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیا۔ حتیٰ کہ بیجاپور کے شاہی سفیر کی حیثیت سے گول کنڈے آیا" (دکن میں اردو ص۱۶۳)

خوشنود کی تصنیف سے دو مثنویاں بیان کی جاتی ہیں ان کے نام ہشت بہشت اور یوسف زلیخا ہیں اور یہ دونوں امیر خسروؒ کی فارسی مثنویوں کا ترجمہ ہیں ایک مثنوی بازار حسن کو بھی جو ۱۰۳۵ھ سے قبل لکھی گئی اور جس کا ایک ناقص مخطوطہ ادارۂ ادبیات حیدرآباد میں ہے ملک خوشنود کی تصنیف بتایا جاتا ہے مثنوی ہشت بہشت کا نمونہ دکن میں اردو ص۱۶۵ میں درج ہے۔ کوئی غزل اب تک دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ اتفاق سے "علی نامہ مصنفہ نصرتی" کے ایک مخطوطہ کے صفحات اول پر خوشنود کی ایک پنج شعری غزل نظر سے گزری جسے قارئین قومی زبان کے مطالعہ کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

یہ مخطوطہ ۱۰ رجب ۱۱۳۵ھ کا کتابت کیا ہوا ہے۔ مقطع بجنسہ نقل کیا گیا ہے ممکن ہے کہ کاتب نے اس کے نقل کرنے میں احتیاط نہ برتی ہو اور کوئی لفظ غلط نقل ہو گیا ہو۔ (ادارہ)

اچپل چھبیلی کوں ہمارا سلام ہے — جس کی ادھر میں شہد سوں میٹھا کلام ہے
جیو جوں جگر ہوا تو جیسے دیکھت چندر مکھی — تجھ من میں اشتیاق سو تیرا مدام ہے
تج باج کیوں رہوں کہ جگت دیکھ مجھ کہے — پیو باج جن جیا، سو جیونا حرام ہے
نس دن مرے خیال میں تلتل جو تو ں بسے — جوں برہمن کے دل میں سدا رام رام ہے
سو دہن کہے ہے شوق سوں خوشنود سات مل — قربان تجھ میں بھی مرا جیو تمام ہے (؟)

اکرام احمد

نئی مطبوعات

شائع شدہ ۱۹۶۳ء (مسلسل)

البلاغت (نیا ایڈیشن) (اسلامیات) مصنفہ امیر المومنین حضرت علیؓ مترجمین رئیس احمد جعفری عبدالرزاق ملیح آبادی غلام علی اینڈ سنز لاہور

ارج روحانی حیات شیخ سلیم چشتیؒ (سوانح) مرتبہ سراج احمد نظامی مرتب ۷، ۲۳ پاکستان کوارٹرز، کراچی ۳

شوکت حسین زیدی (") " سید حسین رضوی " ۲۴۳ کورنگی کریک، کراچی

دولت (نیا ایڈیشن) (") مصنفہ شوکت تھانوی ادارہ فروغ اردو، لاہور

ح اقبال (پاکستانی ایڈیشن) (اقبالیات) " ڈاکٹر یوسف حسین آئینہ ادب، لاہور

اقبال (") مرتبہ ملک نذیر احمد اردو اکادمی، بہاولپور

خطبات (پاکستانی ایڈیشن) (تعلیم و تدریس) مصنفہ ڈاکٹر ذاکر حسین مکتبۂ جامعہ تعلیم ملی، کراچی ۳

مقالات (") " ولیم جیمز ترجمہ عبدالغفور آئینہ ادب بہ اشتراک فرینکلن، لاہور

مدارس کا نظم و نسق (نیا ایڈیشن) (") " فضل محمد خاں، شمشاد لودھی مکتبۂ کارواں، لاہور

یو، وائرلیس، ٹیلی ویژن (سائنس) " علی ناصر زیدی قومی کتب خانہ، لاہور

ستاروں کی دنیا (نیا ایڈیشن) (") " ڈبلو میکس ویل ریڈ ترجمہ علی ناصر زیدی کلاسیک بہ اشتراک، فرینکلن لاہور

ین کی سرگزشت (") (") " جارج گیمو " " " " " "

العہ تاریخ حصہ دوم (تاریخ) مؤلفہ آرنلڈ جے ٹائن بی ترجمہ غلام رسول مہر مجلس ترقی ادب، لاہور

بیت الامراض حصہ اول (طب) " حکیم محمد شریف جامعی " " "

ور لاشعور (فلسفہ) مصنفہ ڈاکٹر محمد اجمل قریشی " " "

صحرا (مجموعہ کلام) خواجہ غلام فریدؒ ترجمہ کیفی ملتانی بزم ثقافت، ملتان

فریدیہ (") " " کیفی جامپوری، ریاض انور " " "

نظمیں (") خاطر غزنوی یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور

غ فرداؔ (") قمر جمیل گوشۂ ادب، لاہور

بیدار (") قابل اجمیری مجلس یادگار قابل، حیدرآباد سندھ

دل (") بلراج کومل ادارۂ ادبی دنیا، لاہور

شام (") کیپٹن تبسم قریشی مکتبۂ غازی، گجرات

۱۹ء کی بہترین شاعری (انتخاب شاعری) مرتبہ ناصر کاظمی مکتبۂ جدید، لاہور

سن اشاعت ۱۹۶۲ درج ہے لیکن کتاب جون ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

انسان		(ناول)	مصنفہ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر	اردو پبلشرز، لاہور
بمبئی		(〃)	〃 آغا حشر کاشمیری	آئینہ ادب 〃 〃
ماں		(〃)	〃 میکسم گورکی	〃 〃 〃
ایک وائلن سمندر کے کنارے		(〃)	〃 کرشن چندر	مکتبۂ افکار، کراچی ۱
ڈاکٹر ژواگو	نیا ایڈیشن	(〃)	〃 بورس پیسترنک ترجمہ یوسف صدیقی	ٹرینس بکس پبلی کیشنز، کراچی
عندلیب		(〃)	〃 سلمیٰ کنول	احسن برادرز، لاہور
انیلا		(〃)	〃 رضیہ بٹ	〃 〃 〃
عالمگیر		(〃)	〃 رئیس احمد جعفری	اردو کتاب گھر، کراچی ۱
نازلی	نیا ایڈیشن	(〃)	〃 〃 〃	مقبول اکیڈمی، لاہور
اور گھنٹی بجتی رہی		(〃)	〃 قمر نقوی	〃 〃 〃
عمر رفتہ	پاکستانی ایڈیشن	(〃)	〃 دت بھارتی	اعوان پبلی کیشنز، کراچی ۱
انیقہ	نیا ایڈیشن	(〃)	〃 ابن حیات	〃 〃 〃
کرن		(〃)	〃 زبیدہ خاتون	آئینہ ادب، لاہور
زمانہ		(〃)	〃 اے۔ آر خاتون	〃 〃 〃
شہزادی ماہ رخ		(کہانی)	〃 〃 〃	〃 〃 〃
ساڑھے تین یار		(کہانیاں)	〃 〃 〃	〃 〃 〃
لاحول ولاقوۃ		(مزاحیہ ناول)	〃 شوکت تھانوی	لارک پبلشرز، کراچی
بہروپیا		(〃)	〃 〃 〃	〃 〃
جگنو اور ستارے		(سوانحلٹ)	〃 جیلانی بانو	کتاب نما، لاہور
پھول کے محل		(افسانے)	〃 صادق حسین	ادارہ فروغ اردو، لاہور
نونگے		(〃)	〃 صالحہ عابد حسین	آئینہ ادب، لاہور
زندگی کے کھیل	پاکستانی ایڈیشن	(〃)	〃 〃 〃	〃 〃
نقش اول	〃	(افسانے ڈرامے)	〃 〃	〃 〃
تین پیسے کی چھوکری	نیا 〃	(افسانے)	〃 قاضی عبدالغفار	ادارہ نو، لاہور
ایک محبت سو افسانے	〃 〃	(〃)	〃 اشفاق احمد	مکتبۂ جدید، 〃
رستم و سہراب	〃 〃	(ڈرامہ)	〃 آغا حشر کاشمیری	〃 〃 〃
ماہِ درخشاں	نیا پاکستانی ایڈیشن	(ناول)	〃 بیگم احمد علی مرحوم	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

گردوپیش

تصویر کا ایک رُخ

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے مشرقی پاکستان کے ثانوی تعلیمی بورڈ نے ایک انتہائی شرمناک حکم نافذ کیا ہے جس کی رو سے موجودہ تعلیمی سال سے مشرقی پاکستان کے اُن طالب علموں کو بھی جن کی مادری زبان اردو ہے۔ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں اردو میں جواب لکھنے کی اجازت نہ ہوگی اور اس کے بجائے انہیں انگریزی یا بنگالی کو اظہار خیال کا ذریعہ بنانا ہوگا۔

عاقبت نااندیشی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک قومی زبان کو نظر انداز کرکے غلامی کی یادگار اور ذہنی غلامی کی بدترین نشانی کو ہماری نسل پر مسلط کر دیا جائے۔

عذرِ گناہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں نے لاہور میں کہا کہ پاکستان میں انگریزی ادب کو جو نمایاں مقام حاصل ہے، اسے برقرار رکھنا چاہیئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی لٹریری سوسائٹی کی رسم افتتاح کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اردو کو قومی زبان کی حیثیت سے جو مقام حاصل ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ انگریزی زبان کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ انگریزی زبان میں ادب کا ایک ضخیم سرمایہ ہے جس سے ہمیں استفادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ پروفیسر حمید احمد خاں کی اردو دوستی اظہر من الشمس ہے، اس کے باوجود یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا پنجاب یونیورسٹی میں اردو کو وہ مقام حاصل ہو چکا ہے جس کے پیشِ نظر انگریزی زبان و ادب کی پشت پناہی کی ضرورت پروفیسر حمید احمد خاں کو محسوس ہو رہی ہے؟

تصویر کا دوسرا رُخ

اردو مراکز کا قیام اردو کے مرکزی تحقیقاتی بورڈ کے ڈائرکٹر جناب جمید ملک نے ایک بیان میں کہا ہے کہ آئندہ چند ماہ کے اندر اندر حیدرآباد اور پشاور میں اردو کے مراکز قائم کئے جائینگے

جن میں لائبریری اور دارالمطالعے بھی ہوں گے - انہوں نے کہا کہ ایسی کمیٹیاں بھی قائم کی گئی ہیں - جو مغربی پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں اردو کو ذریعۂ تعلیم کا درجہ دلانے کے اقدامات تجویز کریں گی - ایک اور کمیٹی ایسی عربی اور فارسی کتابوں کی سفارش کریگی - جن کا اردو میں ترجمہ ہونا چاہیئے - ترجمے کے سلسلے میں بنیادی اصول طے کرنے کے لئے مختلف یونیورسٹیوں کے ماہرین پر مشتمل ایک اور کمیٹی بنائی گئی ہے - مجید ملک صاحب نے یہ بھی بتایا کہ دو ہزار الفاظ پر مشتمل اردو کے ابتدائی حروف کی فہرست بنا لی گئی ہے - یہ الفاظ ایسے ہونگے جن کو یاد کرنے کے بعد پشتو، سندھی اور بلوچی عوام اردو میں اپنے خیالات کا اچھی طرح اظہار کر سکیں گے -

قابلِ تقلید

مغربی پاکستان یوتھ موومنٹ نے پنجاب یونیورسٹی پر زور دیا ہے کہ کراچی یونیورسٹی کی طرح اردو کو تمام مضامین میں بطور ذریعۂ تعلیم اختیار کر لیا جائے - مسٹر مختار احمد خاں کی قیادت میں ایک وفد نے وائس چانسلر حمید احمد خاں صاحب سے ملاقات کی اور تمام ضروری مسائل ان کے سامنے رکھے -

ترقیاتی بورڈ اردو کی شارٹ ہینڈ کلاس شروع کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے - یہ بورڈ سندھ، پنجاب، پشاور اور کراچی یونیورسٹیوں کی رہنمائی میں کام کر رہا ہے اور اب تک وہ اردو سندھی لغت تیار کر چکا ہے - اردو - پنجابی اور پشتو لغات زیرِ تکمیل ہیں - اس کے علاوہ اردو ٹائپ رائٹر کی بورڈ بھی تیار کر لیا گیا ہے -

کراچی کے تعلیمی اداروں میں اردو

کراچی کے تقریباً تمام کالجوں میں آئندہ تعلیمی سال سے درس و تدریس کا کام اردو میں کیا جائے گا - کراچی کے ثانوی تعلیمی بورڈ نے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا ایک تاریخی پروگرام حکومت کی منظوری کے لئے پیش کر دیا ہے - اس اثنا میں بورڈ اردو زبان میں نصابی کتب کی تیاری مکمل کرلے گا اس سلسلہ میں انگریزی زبان کی نصابی کتب کے ترجموں کا کام تیزی سے شروع کر دیا گیا ہے - اس وقت تک نیشنل کالج، جناح کالج، جامعہ کالج، سرسید کالج، اپوا کالج اور اردو کالج نے اردو کو ذریعہ تعلیم بنا لیا ہے - باقی کالجوں میں جن میں سینٹ پیٹرک اور سینٹ جوزف کالج بھی شامل ہیں آئندہ تین برسوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنا لیا جائیگا -

جدید السنہ کورس کا آغاز

صوبائی ایجوکیشن ایکسٹینشن سروس نے جدید السنہ کورس کا لاہور میں آغاز کر دیا ہے - جس کے تحت اردو کو سائنسی طریقوں سے پڑھانے کے متعلق اساتذہ کو تربیت دی جائے گی اس وقت صوبہ بھر سے تیس منتخب اساتذہ کورس میں شرکت کر رہے ہیں - اس پندرہ روزہ کورس کا افتتاح پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں نے کیا - اس موقع پر کورس کے کنوینر جناب انور شبنم دل نے اس بات پر زور دیا کہ اردو کی تعلیم کا عام معیار بلند ہونا چاہیئے - اور اساتذہ کو زبان پڑھانے کے سائنٹفک طریقوں سے واقف کرانا چاہیئے -

اردو کے وقار کا معاملہ

لاہور ڈویژنل کونسل اپنے آئندہ اجلاس میں سید مغیث الدین احمد کی اس تجویز پر غور کرے گی جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان ایسے عناصر کا سختی کے ساتھ محاسبہ کرے جو پاکستان کی قومی زبان اردو کی مخالفت اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ تجویز میں کہا گیا ہے کہ اردو کو مغربی پاکستان میں قومی زبان کی حیثیت حاصل ہے اس لئے اس کے وقار کو بلند رکھنا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔

اس قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے تمام سرکاری و غیر سرکاری تقاریب میں اظہار خیال کے لئے قومی زبان کو اختیار کیا جائے۔ قرارداد میں اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ آزادی کے باوجود ہم ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں اور آج بھی ملک میں ایسے ادارے اور افراد موجود ہیں جن کا ایمان ہے کہ وہ انگریز حکمراں کی یاد میں اپنا جہاد جاری رکھیں۔

علمی، تعلیمی، تہذیبی خبریں

اسلامی یونیورسٹی کانفرنس

تعلیمات اسلامیہ عربیہ پاکستان کے زیر اہتمام جھنگ میں تیسری اسلامی یونیورسٹی کانفرنس شروع ہو رہی ہے جس میں ماہرین تعلیم۔ علمائے کرام۔ مشائخ اور حکام شرکت کر رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں قرآن مجید کا فلسفہ عمرانیات پاکستان کے موجودہ نظام تعلیم میں تبدیلیاں اسلامی نظام تعلیم اور ترویج دین، اختلافی مسائل میں اعتدال کی ضرورت وغیرہ موضوعات پر مقالے پڑھے جائیں گے۔

رائٹرز گلڈ کی خدمات

وزارت اطلاعات کے سابق سکریٹری اور ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر مسٹر قدرت اللہ شہاب نے ایک سپاسنامے کے جواب میں راولپنڈی میں کہا ہے کہ رائٹرز گلڈ ایشیا میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جس کے تحت ملک کے مختلف الخیال دانشور پہلی بار ایک

انوکھی تحقیق

روسی ماہرین نے دعویٰ کیا ہے کہ شہرہ آفاق ڈرامہ نویس ولیم شیکسپیئر انگریز نہیں تھا بلکہ روسی تھا۔ ماہرین کے بیان کے مطابق ایسی دستاویزات دریافت ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیکسپیئر روسی مہم جو اور سیاح تھا جو انگلستان میں آکر آباد ہو گیا تھا۔

حال ہی میں مغربی ممالک کے بعض مقتدر ادیبوں کو روس کے ادبی و تاریخی تحقیق کے ادارے کی جانب سے ایک کتابچہ موصول ہوا ہے جس کا عنوان ہے "شیکسپیئر کون تھا؟" اس کتابچے میں مذکورہ تحقیق کے ضمن میں ایک ڈائری کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس میں شیکسپیئر کے حالات اور مختلف ڈراموں کے خاکے موجود ہیں۔ یہ ڈائری روسی محققین کو دستیاب ہو گئی ہے۔

پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں ۔ یہ اعزاز اس سے قبل برصغیر کی کسی تنظیم کو نصیب نہیں ہوا ۔ قدرت اللہ شہاب نے اپنے ان خیالات کا اظہار عبداللہ کالج کی ایک دعوت میں کیا جو ان کے اعزاز میں دی گئی تھی ۔

ریڈیو آرٹسٹ کی جوبلی

لاہور ریڈیو اسٹیشن نے اپنی ایک مشہور آرٹسٹ موہنی حمید کی جوبلی منائی ۔ اور اس تقریب پر ایک رنگا رنگ پروگرام پیش کیا ۔ جس میں ممتاز ڈرامہ نگار شاعر ۔ فنکار اور نامی گرامی ریڈیو فنکاروں نے موہنی حمید کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کئے ۔ موہنی حمید کو ریڈیو کی خدمت کرتے ہوئے پچیس سال ہو چکے ہیں ۔ ریڈیو کے نمائندے نے موہنی حمید سے ان پچیس برسوں کے بارے میں سوالات کئے ۔ اور ان کے ڈراموں کے مختلف اور منتخب اقتباسات بھی سنائے گئے ۔

روسی زبان میں قرآن مجید

تاس نیوز ایجنسی کی اطلاع کے مطابق قرآن کریم کا روسی زبان میں ایک نیا ترجمہ شائع ہو گیا ہے اس سے پہلے جو ترجمہ گزشتہ صدی کے آخر میں شائع ہوا تھا اس میں ترجمے کی بہت سی غلطیاں تھیں ۔ نیا ترجمہ ان غلطیوں سے پاک بتایا جاتا ہے ۔

آئینہ خانے میں

حفیظ جالندھری کا مقالہ

لاہور کی ایک خصوصی محفل میں جو ہمدرد ٹرسٹ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی ۔ حفیظ جالندھری کو خصوصی دعوت دی گئی ۔ جس میں انہوں نے ایک مقالہ بہ عنوان " ہمارے قومی او۔ اخلاقی کردار پر شاعری کا اثر " پڑھا ۔ اس دعوت میں ادارے کی جانب سے جناب اشرف صبوحی نے حفیظ صاحب کا خیر مقدم کیا ۔

قدرت اللہ شہاب کی وداعیہ دعوت

قدرت اللہ شہاب سکریٹری جنرل ادارۂ مصنفین پاکستان نے ایک عصرانہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انجمن کو یکجہتی اور خیر سگالی ہی ترقی کی طرف لے جا سکتی ہے ۔

یہ عصرانہ انجمن مصنفین پاکستان کی جانب سے دیا گیا تھا ۔ اس موقع پر شہاب صاحب کی بے مثال خدمات کا اعتراف کیا گیا ۔ قائم مقام جنرل سکریٹری جمیل الدین عالی نے کہا کہ یہ شہاب صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ

مولانا صلاح الدین اور اردو کی محبت

مولانا صلاح الدین ایڈیٹر ادبی دنیا نے اردو سے اپنے عشق کا ایک قابلِ قدر ثبوت پیش کیا ہے ۔ انہوں نے اپنی تمام غیر منقولہ املاک فروخت کر کے پوری رقم اردو فاؤنڈیشن کو دیدی ہے ۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس رقم سے ایسے ادیبوں کی کتابیں چھاپی جائیں گی جنہیں دوسرے پبلشر شائع کرنے کے لیے تیار نہ ہوں ۔ اردو فاؤنڈیشن دار المصنفین بھی قائم کرے گی ۔

انجمن مصنفین اس معیار تک پہونچ گئی انہوں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ شہاب صاحب انجمن کی دنیا سے بہت دور جا رہے ہیں۔

اس تقریب میں کراچی کے ممتاز ادیبوں اور صحافیوں نے شرکت کی۔ کراچی شاخ کے سکریٹری شاہد احمد دہلوی صاحب نے بھی قدرت اللہ شہاب کو خراج تحسین پیش کیا۔

یادوں کے چراغ

نظرؔ مرحوم

ایک درجن سے زیادہ ثقافتی۔ سماجی اور ادبی انجمنوں کی طرف سے ایک مشترکہ اجلاس میں نظرؔ حیدرآبادی مرحوم کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ اس مشترکہ اجلاس کی صدارت ممتاز حسن صاحب نے کی انہوں نے ملک کے ادیبوں اور شاعروں کی مدد کے لئے ایک مستقل فنڈ کے قیام پر زور دیا اور مرحوم نظرؔ کو ایک محب وطن قومی شاعر قرار دیتے ہوئے ان کی وفات کو ایک بہت بڑے قومی نقصان سے تعبیر کیا۔ جلسہ میں ایک تعزیتی قرار داد بھی پاس کی گئی۔ اور صدر ایوب کے نام ایک اپیل تیار کی گئی جس پر تمام ادیبوں اور شاعروں نے دستخط کئے۔ اس اپیل میں نظرؔ مرحوم کے خاندان کی کفالت کے لئے مناسب مالی امداد مستقل طور پر مقرر کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

تعزیتی اجلاس

مجلسِ ترقی اردو ڈی۔ آئی۔ خاں نے مولوی تمیز الدین خاں۔ علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی اور نظرؔ حیدرآبادی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی موت کو قومی نقصان قرار دیا۔ یہ تعزیتی اجلاس مرتضیٰ برلاس کی زیر صدارت ہوا جس میں قرار دادِ تعزیت منظور کی گئی اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت مانگی گئی۔

ماتم میں ہم شریک

حمید عظیمؔ آبادی کی رحلت

"رسالہ جام جم" سکھر کے مدیر اور شادؔ عظیم آبادی کے جانشین حمید عظیم آبادی ۶ نومبر کی شب کو رحلت پا گئے۔ خدا مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے حمید عظیم آبادی کا شمار اساتذۂ فن میں ہوتا تھا۔ فن عروض پر آپ کی تین مستقل تصنیف موجود ہیں اور اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مرحوم کی تمام زندگی شعر و ادب کی خدمت میں بسر ہوئی۔ انتقال سے ایک ماہ قبل آپ اپنے آبائی وطن پٹنہ چلے گئے تھے۔ جہاں اچانک بیمار ہو گئے۔ اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔

خادم محی الدین کی وفات

انگریزی کے مشہور پروفیسر اور ڈرامہ نگار پروفیسر خادم محی الدین حرکت قلب بند ہو جانے سے اچانک لاہور میں فوت ہو گئے ۔ آپ اپنے گوناگوں مشغلوں کی وجہ سے علمی اور ادبی دنیا میں ایک خاص مرتبے کے حامل تھے ۔ مرحوم کلاسیکی موسیقی پر بھی پوری دسترس رکھتے تھے ۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے مشہور ایکٹر ضیا محی الدین ہیں ۔

ادارہ قومی زبان ان دونوں اہم شخصیتوں کے سوگ میں برابر کا شریک ہے ۔

آئینۂ ہند

قرآن مجید کے تراجم

جماعت اسلامی (ہند) نے ایک پروگرام مرتب کیا ہے جس کے تحت بھارت کی ، علاقائی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا جائے گا ۔ بھارت کی تسلیم شدہ علاقائی زبانیں ۱۶ ہیں ۔ بنگالی ، ملیالم اور کنٹری میں کلام پاک کے ترجمہ کا کام تیزی سے ہو رہا ہے ۔ توقع ہے یہ کام اگلے سال تک مکمل ہو جائے گا ۔ باقی تمام زبانوں میں اس کام کی تکمیل میں دس سال کا عرصہ لگے گا ۔ جماعت اسلامی ہند نے یہ اقدام اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو زیادہ سے زیادہ تیز کرنے کے لئے کیا ہے ۔

اردو نشریات کا خاتمہ

گوا ریڈیو پر آل انڈیا ریڈیو کے قبضے کے بعد گوا ریڈیو کے تمام اردو پروگرام بند کر دیئے گئے ہیں ۔ پرتگالی دور حکومت میں گوا ریڈیو سے ایک ہفتہ میں ۵ ، ۶ گھنٹے اردو پروگرام کے لئے وقف ہوئے تھے ۔ اردو پروگرام پر پابندی کی کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی ۔ اردو سے متعلق مختلف انجمنوں نے آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر جنرل سے شدید احتجاج کیا ہے ۔

یہ واضح رہے کہ اردو کے پروگرام بند کرنے کے احکامات پنڈت جواہر لال نہرو کی اس یقین دہانی کے بالکل خلاف ہیں جس میں کہا گیا تھا کہ عوام کے احساسات کے خلاف کوئی تبدیلی عمل میں نہیں لائی جائے گی ۔

ایک خاص جلسہ

دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی انجمن تحقیقات کا ایک خصوصی جلسہ ۳ نومبر کو منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر نگیندر صاحب نے جو ہندی کے محقق ہیں ۔ ایک مقالہ پڑھا جس کا عنوان "حالی بحیثیت نقاد" ڈاکٹر نگیندر کے اس مقالے کو بہت پسند کیا گیا ۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے بطور خاص اس کی تعریف کی ۔

احمد جمال پاشا

ظریف لکھنوی اور "سرپنچ"

سید مقبول حسین ظریف لکھنوی" اودھ پنچ " کے خاص شاعر تھے اودھ پنچ کے پہلے دور میں اکبر الہ آبادی کی شاعری
نے عروج پر تھی اور ظریف لکھنوی، شہرت کی ابتدائی سیڑھیوں پر قدم رکھ رہے تھے مگر اودھ پنچ کے دوسرے دور میں
وہ اس ابتدار کی انتہا پر پہونچ گئی۔

انیسویں صدی کی تیسری دہائی تک پہونچتے پہونچتے اودھ پنچ کے ظریفوں کا شیرازہ بکھرنے لگا کچھ پیوند خاک اور
کچھ خاموش ہو گئے خود حکیم ممتاز حسین عثمانی کے لئے "اودھ پنچ " جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔

ان حالات میں جب کہ اودھ پنچ مائل بہ زوال تھا ستمبر ۱۹۳۱ء میں " سرپنچ" کا اجرا ہوا، اس کے مالک نسیم
...ولوی نے شوکت تھانوی کو " سرپنچ " کا ایڈیٹر مقرر کیا۔" اودھ پنچ " کے علاوہ کوئی قابل ذکر مزاحیہ اخبار اس وقت میدان
میں نہ تھا۔ سرپنچ کے تیکھے اور گرما گرم سرورق، کالموں اور کارٹونوں نے بیشتر مزاح نگاروں کو بآسانی اپنی طرف متوجہ کر لیا
...ظریف لکھنوی، چودھری محمد علی ردولوی، شہباز بلند پرواز، سید بہادر ترنم لکھنوی، مجنوں لکھنوی، احمق پھپھوندوی،
...حسن لکھنوی، آوارہ حیدر آبادی، اور فرقت کاکوروی وغیرہ نئے اور پرانے شہسوار اودھ پنچ سے نکل کر سرپنچ کے ظریفوں
کی صف میں شامل ہو گئے۔

مگر " سرپنچ " کی زعفران زار محفل میں ظریف لکھنوی کی شمولیت ایک بزرگ کی شرکت کی حیثیت رکھتی ہے اودھ
پنچ کی طرح یہ سرپنچ کے بھی نورتن ہو گئے پہلے تو سرپنچ نے ان کا وہ کلام شائع کیا جو کبھی اودھ پنچ کے صفحات پر دھوم
مچا چکا تھا اور پھر ان کا تازہ کلام بھی کلام ظریف، مزاح ظریف، ظرافت ظریف اور فرمان ظریف کے عنوان سے سرپنچ میں نظر
آنے لگا۔ سرپنچ کے وقتی اور ہنگامی موضوعات اور مختلف ادبی مسائل و مباحث میں بھی ان کی تحریریں نظر آنے لگیں۔ علاوہ
ازیں ظریف کی نثر کے نمونے بھی سرپنچ کے صفحات پر جگمگانے لگے۔ " بم مہادیو، خودکشی، ذریعہ معاش، مرچوں کی تجارت
کے علاوہ " مشورہ بھی " سرپنچ ہی میں شائع ہوئی تھی، اس کا یہ شعر اب بھی لطف دے جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ؎

نوکری نا ہو تو لکھ پڑھ کے پلیڈر بن جاؤ جب وکالت نہ چلے، قوم کے لیڈر بن جاؤ

ظریف لکھنوی کا ایسا کلام "سرپنچ" کی جلدوں میں اب بھی محفوظ ہے جو ہمیں "دیوان جی" میں نہیں ملتا۔ سرپنچ کے نورتن میں ظریف لکھنوی کا نام سرِفہرست ہے اِن کے ذکر کے بغیر مزاحیہ ادب کی تاریخ میں "سرپنچ" کا کوئی بھی تذکرہ نامکمل رہے گا۔

سرپنچ سالِ نو کے موقع پر "سرپنچ گزٹ" نکالتا تھا جس میں مزاح نگاروں کو باقاعدہ خطابات تقسیم ہوتے تھے اور ان کے انتہائی دلچسپ کارٹون شائع کئے جاتے تھے "سرپنچ گزٹ" نے ظریف لکھنوی کو "ملک الشعراء" کا خطاب دیا تھا۔ شعرائے کرام کے لئے سرپنچ کا یہ سب سے بڑا خطاب تھا۔ اور اسی کے ساتھ ان کا ایک بہت ہی اچھا کارٹون بھی شائع کیا تھا۔ جس میں انہیں سب سے بڑا شاعر دکھایا گیا تھا۔

سرپنچ اور اس کے مزاح نگار ظریف کا بڑا احترام کرتے اور انہیں انتہائی عزیز رکھتے تھے مجال نہ تھی کہ کسی طرف سے ان پر شہ پڑ جائے یا کوئی آنکھ دکھا جائے اس بات کا اندازہ اس طویل اور دلچسپ معرکہ سے ہو سکتا ہے جو ظریف لکھنوی کے سلسلہ میں سرپنچ اور چوپنچ میں ہوا تھا۔ یہ معرکہ ۱۹۳۳ء میں چھڑا اور ۱۹۳۵ء میں آخیر تک جاری رہا۔ اس قیامت خیز معرکہ میں سرپنچ کے ساتھ ہمدم لکھنؤ، اودھ اخبار لکھنؤ اور روزنامہ ہند لکھنؤ میں "دو دو باتیں" کے مزاحیہ کالم بھی شریک ہو گئے تھے۔

ہوا یہ کہ ہفتہ وار اخبار "چوپنچ" کلکتہ کے مدیر عنایت دہلوی پر سرپنچ لکھنؤ نے یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ظریف لکھنوی کی ایک مشہور زمانہ غزل سرقہ کر کے "چوپنچ" میں اپنے نام سے چھاپ لی۔ اس الزام کا "چوپنچ" نے کچھ سختی کے ساتھ جواب دیا۔ بس پھر کیا تھا "سرپنچ" اخبار کے مدیر شوکت تھانوی کا قلم "چوپنچ" کے لئے وقف ہو گیا اور ایک سال تک بے تکان اس کے لتے لیتا رہا۔ شوکت تھانوی اس دوران سرپنچ کے علاوہ ہمدم، اودھ اخبار اور روزنامہ ہند سے بھی وقتاً فوقتاً وابستہ رہے۔ "روزنامہ ہند" سے مثال کے طور پر "دو دو باتیں" کا اس بحث کے سلسلہ میں ایک نمونہ دیکھئے مدیر سرپنچ نے اس میں بھی کس بری طرح "چوپنچ" کو گھسیٹا ہے یہی کالم بعد میں سرپنچ نے بھی نقل کیا تھا۔

> "کلکتہ سے ایک ہفتہ وار پھکڑ اخبار "چوپنچ" کے نام سے جاری ہے اور خدا جانے کیوں جاری ہے معلوم نہیں وہ کون لوگ ہیں جو اس اخبار کے ناظرین کہلانے کی تذلیل برداشت کرتے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کن بدمذاقوں کو اس اخبار کا مذاق پسند ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک مزاحیہ اخبار ہے لیکن اس کا مزاح دراصل مزاح کی توہین ہے۔ تکیہ والوں والا گندہ مذاق اور رمنہ چڑھانے والی ظرافت اس نام نہاد ظریف اخبار کی خصوصیات ہیں اور اخباری دنیا میں اس کو وہی درجہ حاصل ہے جو ہندوستان میں اچھوت اقوام کو حاصل ہے حال ہی میں ہمارے مقامی معاصر سرپنچ نے اس اخبار کا چوراہے پر بھانڈا پھوڑا ہے اور جس بری طرح اس کا شیرازہ بکھرا ہے وہ واقعی

ایک عبرتناک سبق ہے۔

قصہ اصل میں یہ ہے کہ ہندوستان کے مایۂ ناز ظریف شاعر اور سرپنچ کے نورتن سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی نے ایک بلند پایہ غزل اب سے بہت پہلے ایک مشاعرے کے لئے فرمائی تھی۔ جو مشاعرے میں پڑھنے کے بعد لکھنؤ کے بچہ بچہ کی زبان پر آ گئی، اور ہندوستان کے بیشتر اخبارات نے اس غزل کو نقل کیا، لیکن اب وہی غزل اخبار "چونچ" میں مدیر چونچ جناب عنایت دہلوی کے نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ چھپی نظر آ رہی ہے اور بقول معاصر سرپنچ کے ہم خود حیران ہیں کہ اس غزل کے جملہ حقوق ملکیت کس طرح یکایک ظریف صاحب سے عنایت صاحب کی طرف منتقل ہو گئے ہم نے نہ تو آج تک ایسا عظیم الشان توارد دیکھا ہے کہ پوری کی پوری غزل لڑ جائے، نہ ہم نے ایسا بے نظیر سرقہ دیکھا ہے کہ کسی زندہ مشہور شاعر کا کلام چرا کر شائع کر دیا جائے اور نہ یہ دیدہ دلیری ہماری نظروں سے گزری ہے کہ چوری کی غزل جلی حروف کے ساتھ اپنے ہی اخبار کے سرورق پر اس طرح چھاپ لی جائے کہ گویا آپ ہی کی تو ہے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ظریف صاحب کے متذکرۂ بالا غزل کے کچھ شعر ہم کو بھی یاد ہیں جو حال ہی میں چوری کی گئی اور جس کا چور معاصر "سرپنچ" نے لکھنؤ سے بیٹھے ہی بیٹھے کلکتہ میں گرفتار کیا ہے ملاحظہ فرمائیے وہ اشعار ؎

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے		مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

اعجاز تخیل ہے بے وصل کے عاشق کو		آغوش میں جاناں کے تکیا نظر آتا ہے

سب دیکھ کے کہتے ہیں داڑھی کو تری واعظ
وہ قصر تقدس کا چھجا نظر آتا ہے

یہ غزل اس قدر مشہور ہے کہ کچھ دنوں تک لکھنؤ والوں کا قومی ترانہ رہ چکی ہے اور اب بھی لوگ اس کو گنگناتے پھرتے ہیں اس کے علاوہ اخبارات نے اس کو اس قدر شہرت دی ہے کہ دیکھ لیجئے "جناب چونچ" تک بلکہ ان کی بیاض بلکہ ان کے انبار تک اس کی رسائی ہو گئی بہرحال غزل کی مقبولیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو حال ہے اس اخبار کے ایڈیٹر صاحب کا پھر بھلا اخبار کی کیا حالت ہو سکتی ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

معاصر سرپنچ نے یہ خوب کہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب موصوف کسی صاحب سے اپنے لئے نظمیں اور غزلیں کہلواتے ہیں اور ان ستم ظریف صاحب ہی کی یہ شرارت ہے کہ جناب ظریف کی مطبوعہ غزل اٹھا کر عنایت صاحب کو دے دی، ان بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ یہ غزل کیسی ہے وہ تو یہی جانتے تھے کہ میں نے غزل خریدی ہے لہذا یہ نئی ہوگی لیکن اتفاق سے وہ نکل گئی سکنڈ ہینڈ اور سکنڈ ہینڈ بھی نہیں، بلکہ چوری کا مال، اور اب جناب والا پکڑے گئے

ہیں اور باز پرس ہو رہی ہے تو اب آپ کو ہوش آیا ہوگا کہ کرایہ کا ٹٹو کس قدر ناقابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ ع

دیکھو انہیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اسی کے ساتھ سرپنچ نے اپنے ایک ہنگامہ خیز اداریہ میں "چوپنچ" کے مدیر کی خبر لیتے ہوئے لکھا کہ

"سرپنچ نے کلکتے کے نام نہاد چھچھورے چوپنچ کی جو مسلسل اور متواتر مرمت کی تھی اس کو از روئے قاعدہ اس قدر جلد اُسے نہ بھولنا چاہیئے تھا ...... جب تک سرپنچ کا غیظ و غضب قیامت بنکر ان حضرات پر ٹوٹتا رہا اس وقت تک تو آپ خدا جانے ...... کہاں پناہ لیتے رہے ..... ہم کو ہر طرف سے سمجھایا گیا اور ہر ایک نے ہم کو خاموش رکھنے کی کوشش کی اور ہم نے اپنے کو عرصہ تک "برہنہ پا" رکھنا مناسب نہ سمجھا اور ان ذات شریف کے سر سے یہ بلا ٹال دی"

سرپنچ میں خطوط کی اشاعت کے لئے "سرپنچ ڈاک" کے عنوان سے جو ڈاک خانہ کھلا ہوا تھا اس میں اس کے مزاح نگاروں اور پڑھنے والوں نے پہلے تو "چوپنچ" پر پنجے جھاڑ کر خوب ہی خوب حملے کئے مگر بعد میں ترس کھا کر اس کو معاف کر دینے کی سفارشیں بھی ہونے لگیں ایک صاحب لکھتے ہیں۔

مائی ڈیر شوکت صاحب،

للہ اب چوپنچ کی جان چھوڑ دو۔ کہیں پھڑ پھڑا کر نہ جائے، بے زبان جانور کو ستانا اچھا نہیں ہے۔

رفیع احمد نگینہ

رفیع احمد صاحب نگینہ تسلیم۔ چوپنچ کو چھوڑ دوں، بہت اچھا مگر وہ تو ہفتہ یا منگل کے روز صدقہ کرکے چھوڑا جاسکتا ہے بہر حال آپ کے علاوہ دوسرے احباب کی بھی یہی رائے ہے کہ سرپنچ کو چوپنچ کے لئے چڑیمار نہ بننا چاہیئے اور ہم خود بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ اب پنجرہ کی کھڑکی کھول دی جائے۔ ش۔ت

اداریوں اور مزاحیہ کالموں میں گولہ باری کے ساتھ ساتھ مدیر چوپنچ پر انتہائی مضحکہ کارٹونوں کے ذریعہ چاند ماری جاری تھی کہ مدیر ماہنامہ نیرنگ خیال لاہور حکیم محمد یوسف حسین نے پہلے چوپنچ والوں کو کلکتہ جاکر نرم اور ٹھنڈا کیا اس کے بعد لکھنؤ پہونچکر سرپنچ کی اس سلسلے کے ختم کرنے پر مجبور کر دیا۔ آخیر میں ظریف لکھنوی نے اس معرکہ کو ختم کرنے کے لئے ایک خط سرپنچ کو لکھا جس میں انہوں نے بتایا کہ پہلے یہ غزل ایک مشاعرے میں پڑھے جانے کے بعد اودھ پنچ میں شائع ہوئی تھی اور وہیں سے دوسرے اخبارات اور رسائل نے اسے نقل کیا تھا۔

مختصر یہ کہ ظریف اور سرپنچ کا چولی دامن کا ساتھ ہے ان کا بیشتر نمائندہ کلام آج بھی سرپنچ کی جلدوں میں محفوظ ہے سرپنچ کے مطالعہ کے بغیر ظریف کے کلام کا ذمہ دارانہ انتخاب اور ان کے ساتھ انصاف ممکن نہیں اس لئے ظریف کے ساتھ سرپنچ کی وابستگی تشنگانِ شوق کے لئے اہم بھی ہے اور ضروری بھی۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی

اردو تھیٹر کی تدریجی ترقی

فنون لطیفہ کا تعلق کسی خاص ملک و قوم اور فرقہ سے نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ اس کی مقبولیت عالمگیر ہوتی ہے۔ اردو اسٹیج کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اصول مسلم ہے اور اسی بنا پر اردو تھیٹر ہمیشہ قبول عام رہا ہے۔ آج کے سیاسی ماحول اور مروجہ میں اردو مسلمانوں سے منسوب کی جاتی ہے۔ بعض اسے غیر ملکی زبان بھی کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آزاد ہند آسے اس کا صحیح مقام نہ دے بلکہ آج کے نوجوانوں کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ اردو اسٹیج کے بانی تثلیث کے حامی اور پرتگال کے باشندے تھے۔ عہد انگلشیہ میں ب اس نے دوسرا جنم لیا اور مہاراشٹر کے ہندوؤں نے اُسے گود دوں کھلایا تو اُس کا محور بمبئی تھا۔ اُس کے اداکار شیواجی کے اہل ملک سندھیا۔ بھونسلے اور ہلکر کے وطنی اور پیشواؤں کے علمبردار تھے۔ بعض لوگوں کو یہ بھی عجیب معلوم ہوگا کہ اردو کے ابتدائی ڈرامے تثلیث سے تعلق رکھتے تھے یا رامائن اور مہابھارت سے ماخوذ تھے۔

بعض لوگوں کو یہ بات بھی عجیب معلوم ہوگی کہ پارسی جنہوں نے اردو ڈرامہ کو فروغ دیا صاحب ثروت۔ تعلیم یافتہ اور عزت خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن میں بیرسٹر بھی تھے اور جج بھی۔ ڈاکٹر بھی تھے اور ایڈوکیٹ بھی اور وہ صرف اپنے علمی و ذوق کی تسکین کے لئے اردو ڈراموں میں حصہ لیتے تھے۔ یہ بہت بعد کی بات ہے کہ اردو ڈرامہ پر ادبار نازل ہوا اور ہماری سوسائٹی مردوں۔ ڈائرکٹروں اور ڈرامہ نویسوں کو بنظرِ تحقیر دیکھنے لگی۔ اردو تھیٹر کا زوال ملکی فن لطیفہ کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے اور اس کی وجہ عام کی بدلتی ہوئی ذہنیت اور حکمراں طبقہ کی غلط راہ روی ہے اردو اسٹیج کے زوال میں ناطق فلموں کا بھی ہاتھ ہے جن کے پست رجحانات حیا سوز اخلاقی حرکات نے اس فن عظیم کو دوامی موت کی آغوش میں سلا دیا۔

اردو تھیٹر کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ اُس نے ایسے وقت میں جنم لیا جب ملک کا واحد سنسکرت اسٹیج سیکڑوں سال ے گذرے۔ ترکھنی اور دوران ہی میں دم توڑ چکا تھا۔ اُس کی اصل ہیئت کذائی ختم ہوچکی تھی۔ غیر ملکی فتوحات اور جدید نظام ملکی میں سکے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ جن بازیگران سیاست نے اپنے خون سے دلی اور دکن میں سلطنتیں قائم کی تھیں ان کو اس فن سے کوئی دلچسپی

رہتی جو روایات وحکایات اور قصص و توہم پر قائم تھا۔

ہندقدیم کے ناٹک کا سلسلہ پانچویں سنہ عیسوی تک پہنچتا ہے جبکہ وکرمادتیہ کے عہد حکومت میں کالیداس جیسا ممتاز ادیب شاعر اور ڈراما نویس موجود تھا اور اس نے شکنتلا۔ میگھ دوتھ اور رگھونش جیسے لافانی ڈرامے لکھ کر ایک لازوال شہرت حاصل کی تھی۔ ہندستانی ڈرامے کا یہ دور تاریخ ہند میں "سنہرا باب" کہلاتا ہے لیکن یہی دور آخری دور بھی گنا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد نہ صرف شمالی ہند میں سنسکرت اسٹیج کا اقتدار ختم ہوگیا بلکہ بیرونی حملوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس نے ملک کی سیاسی فضا درہم برہم کردی۔

فتح سندھ کے ساتھ ساتھ ملک ہند کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ اُس وقت غیر ملکی حملے ذاتی اغراض ومقاصد کی بنا پر کئے جاتے تھے لیکن سندھ سے پیشاور تک قدم جمانے کے بعد نئے حکمرانوں نے نہ صرف لاہور سے لکھنوتی تک اقتدار حاصل کرلیا بلکہ فتوحات اور اقتدار ملکی کو اُس حد تک وسعت دی کہ دوارسمندر کا قلعہ اور Adam's Bridge اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگا۔ لیکن ان خدا پرستوں کی دلچسپیاں صرف ایشیائی کھیلوں تک محدود رہیں۔ انہوں نے تھیٹر کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

اکبر کے زمانہ میں جب پرتگیزوں کی سیاسی اور مذہبی سرگرمیاں بام عروج پر تھیں تو وہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے حالات ایک ایسی زبان میں دکھلاتے تھے جو شمال وجنوب میں یکساں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اس کا نام اندوستانی تھا لیکن پرتگالیوں کے زوال کے ساتھ ساتھ اندوستانی تھیٹر بھی فنا کی آغوش میں سوگیا۔ اب صرف پرتگال کی ثقافتی تاریخ میں کہیں کہیں اُس کے مٹے ہوئے نشانات نظر آتے ہیں۔

جدید تھیٹر کا سلسلہ ۱۷۶۶ء سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ انگریزی فوجیں جزیرہ بمبئی میں قیام پذیر ہوئیں۔ انگریز ایک عرصہ تک پرائیویٹ قیام گاہیں۔ بنگلے۔ کوٹھیاں اور سرکاری ہال اپنی تفریح وتفنن کے لئے استعمال کرتے رہے۔ ۱۷۷۵ء میں اُنہوں نے "بمبئے گرین" میں ایک کچا تھیٹر تعمیر کیا۔ مقصد یہ تھا کہ برطانوی تاجروں۔ سول اور ملٹری افسروں کی دلچسپی کے لئے ایک تفریحی مرکز قائم کیا جائے۔

اس کا نام "بمبئی تھیٹر" تھا۔ یہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کا قدیم ترین تھیٹر بھی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہی ہے کہ ہم اس کی ابتدائی تاریخ سے نابلد ہیں۔ اس کے باوجود کہ بمبئی کا سکریٹریٹ اور آرکائیوز ڈپارٹمنٹ جس میں سندھ اسٹے بلشمنٹ کا قدیم کتب خانہ اور ریکارڈز شامل ہیں ایک بے مثال ادبی سرمایہ ہے لیکن وہ بھی یہ بتلانے سے معذور ہے کہ ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۰ء تک کتنے ڈرامے دکھلائے گئے۔ بمبئے کے قدیم ترین ہفت روزہ "بمبئے کوائر" کی ورق گردانی سے صرف اسقدر پتہ چلتا ہے کہ ۲ستمبر ۱۸۱۹ء یوم سنیچر کو اس تھیٹر میں ایک ڈراما بنام (Mountaineer) دکھلایا گیا اور اس کے بعد . . . . نامی فارس پیش کی گئی۔

یہ تھیٹر ۱۸۳۵ء تک قائم رہا۔ اس میں ۱۸۳۵ء تک ہندستانیوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس تھیٹر کی فروخت کے بعد ایک نئے تھیٹر کی تعمیر کا سوال پیدا ہوا۔ ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی اس کی تعمیر کی اجازت دے دی اور پچیس ہزار روپیہ بھی جو بعد فروخت بمبئی تھیٹر قدیم اور بعد منہائی قرض بچا تھا اور خزانہ عامرہ میں جمع تھا تھیٹر کمپنی کو دے دیا۔ اس رقم سے گرانٹ روڈ پر جگناتھ شنکر سیٹھ کی عطا کردہ زمین پر بمبئی تھیٹر جدید تعمیر ہوا۔ اس کی مجلس منتظمہ میں ہندستانی بھی شریک کئے گئے۔ ہندستانی ممبروں میں مرہٹے اور پارسیوں نے اپنی اپنی زبان میں ڈرامے دکھلائے۔ اردو کا پہلا ڈرامہ "گوپی چند اور جلندھر" اسی نئے اسٹیج پر ۲۶ نومبر ۱۸۵۳ء کو دکھلایا گیا۔ یہ تماشہ ہندو ڈرامیٹک کور نے پیش کیا تھا۔

اردو تھیٹر مہینوں اور برسوں کی جدوجہد اور کاوشوں کے بعد عالم وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ معمولی سی کوشش سے اسی اسٹیج پر دکھلایا گیا تھا جس پر کم و بیش ایک صدی سے انگریزی تماشے دکھلائے جاتے تھے۔ بمبئی تھیٹر ایک انگلش اسٹیج تھا۔ اس کے اداکار ڈائرکٹر اور منیجر سب یورپین تھے اور اردو زبان سے بخوبی واقف تھے جو انہوں نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ یا ایسٹ انڈیا کالج لندن میں حاصل کی تھی چنانچہ جب ہندو ڈرامیٹک کور نے اردو ڈرامہ پیش کرنے کی دعوت دی تو منتظمین کمپنی نے فوراً منظور کر لی۔ ہندو ڈرامیٹک کور جگناتھ شنکر سیٹھ اور ان کے دوست ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ کی نگرانی اور رہنمائی میں کام کر رہی تھی۔

مرہٹی زبان میں ڈرامے دکھلانے کے بعد جگناتھ شنکر سیٹھ نے اردو یا ہندوستانی میں ڈرامے دکھلانے کا ارادہ کیا تاکہ انگریز۔ پرتگالی۔ ڈچ۔ فرانسیسی۔ یہود۔ اسرائیل۔ ہندو۔ مسلمان اور پارسی۔ مرہٹے اور گجراتی اس سے محظوظ ہو سکیں۔ جگناتھ شنکر سیٹھ نے ڈاکٹر لاڈ سے کہا کہ وہ کسی منشی کی امداد سے اردو ڈرامہ لکھیں چنانچہ ڈاکٹر موصوف نے "گوپی چند اور جلندھر" نامی ڈراما لکھا اور اسے ہندو ڈرامیٹک کور کی طرف سے پیش کیا۔ یہ ڈراما ہندو مت کی تبلیغ کے متعلق تھا۔ ہر مکتب خیال کے لوگوں نے اسے بحد پسند کیا اور کئی بار دکھلایا گیا۔ عام خیال یہ ہے کہ اگر مرہٹے اردو اسٹیج سے وابستہ رہتے تو وہ اس دنیا کے مرد میدان کہلاتے لیکن تھوڑے ہی نقصان سے وہ گھبرا اٹھے اور بڑودہ چلے گئے۔ پارسی نوجوانوں نے ان کی جگہ لے لی۔

پارسی اس زمانہ میں اوسطاً زیادہ مالدار تھے۔ وہ نہ صرف بمبئی تھیٹر میں تفریح کے لئے جاتے بلکہ انگلستان۔ فرانس اور اٹلی سے آئی ہوئی کمپنیوں اور اداکاراؤں کی بھی کافی سرپرستی کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب پارسی ڈرامیٹک کور کا اعلان کیا تو ہر طرف سے اس کا خیر مقدم ہوا۔ پارسیوں نے اردو تماشوں کی طرف اس قدر توجہ دی کہ ۱۸۷۰ء کے لگ بھگ انیس تھیٹریکل کمپنیاں قائم ہو گئیں جن میں سے بیشتر اردو تماشے دکھلاتی تھیں۔ اردو تماشوں کی کامیابی نے آپس میں رقابت پیدا کر دی اور کم و بیش سب کمپنیاں اردو تماشے دکھلانے لگیں۔

پارسی وکٹوریہ ناٹک منڈلی نے جس کے مالک دادا بھائی پٹیل ایم اے تھے کافی تیاری کے بعد اردو ڈرامے دکھلانے شروع کئے ۱۸۷۱ء میں "خورشید" دکھلایا گیا جو بہت ہی کامیاب رہا۔ پٹیل کی اس کامیابی نے ایک دوسرے بڑے اداکار اور ڈائرکٹر کنور جی ناظر کی توجہ "خورشید" کی طرف مبذول کرائی۔

کنور جی نے یہ دیکھ کر کہ اردو اسٹیج کو قابلِ رشک بنایا جارہا ہے دادا بھائی پٹیل کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی مشترکہ کوششوں سے ایک ایسا اردو ڈراما اسٹیج کریں جو بے نظیر ہو اور جس میں بمبئی کی دونوں بڑی کمپنیوں کے چیدہ چیدہ اداکار کام کریں۔ پٹیل کو یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ "نورجہاں" پیش ہوا۔ اس کی کامیابی نے ہر دو حصہ داروں میں ایک ایسی خلیج حائل کر دی جو کبھی نہ پٹ سکی۔ ہر دو کمپنیوں کے ڈائرکٹر اور اداکار اپنے طور پر اردو ڈراموں کی ترویج و ترقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

دادا بھائی پٹیل اور کنور جی ناظر اب ایک حریف کی حیثیت سے کھلم کھلا میدان میں اتر آئے۔ پٹیل نے چند ڈرامے بمبئی میں دکھلانے کے بعد حیدرآباد دکن کا رخ کیا۔ ناظر اپنی کمپنی دہلی اور کلکتہ لے گیا۔ اس سفر سے دونوں کمپنیوں کو کافی فائدہ پہنچا۔ اردو ڈراموں کی مانگ بڑھ گئی۔ نئی نئی کمپنیاں ہر شہر اور قصبہ میں قائم ہوئیں اور انہوں نے ملک کے چپہ چپہ پر اردو ڈراموں کا ڈنکا بجا دیا۔

۱۸۷۷ء تک عورتوں کے پارٹ مرد کرتے تھے لیکن پٹیل نے یہ دیکھ کر کہ اگر اردو تھیٹر کو بام ترقی پر پہنچانا ہے تو عورتوں کو اسٹیج پر لانا ہوگا چنانچہ وہ چار عورتوں کو اپنے ساتھ حیدرآباد سے لایا اور اندر سبھا میں ان سے پریوں کا پارٹ کرائے۔ تماشا بیحد مقبول ہوا لیکن قدامت پرست پارسی اس کے پیچھے پڑ گئے لیکن وہ بھی کچھ ایسی بے حیا مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس نے ایک شنوائی نہ کی اور وہ کیوں ان کی بیہودگیوں کی طرف توجہ دیتا جبکہ وہ ایک پختہ کردار کا مالک۔ ایک لکھ پتی سرمایہ دار کا اکلوتا بیٹا۔ بمبئی یونیورسٹی کا ایم اے اور انگلینڈ رٹرنڈ تھا۔

پارسی وکٹوریہ ناٹک منڈلی نے ہندوستان کے بڑے شہروں میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مشرق بعید کے سفر کا ارادہ کیا اور ۱۸۸۱ء میں بالیوالا اپنی کمپنی رنگون اور مانڈلے لے گیا۔ ۱۸۸۲ء میں سنگاپور۔ پنانگ اور بنکاک گیا۔

اسی زمانہ میں ایک نئی ایجاد نے اردو اسٹیج پر جنم لیا۔ الفریڈ ناٹک منڈلی نے اپنے اسٹیج کو ایک کارخانہ کی صورت میں تبدیل کر کے پریوں کو ہوا میں اڑایا۔ دیوؤں کو زمین سے نکالا۔ قلعوں اور پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور بزرگان دین کو ہوا میں معلق دکھلایا۔ یہ مناظر جہاں بخش گلرخسار میں دکھلائے گئے تھے۔ کمپنی نے بعدہٗ علاؤ الدین۔ سلیمانی شمشیر۔ اندر سبھا بینظیر بدر منیر وغیرہ دکھلائے۔ میکانیکل اخراجات کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ اس سستے زمانہ میں گلرخسار پر تیس ہزار روپے صرف ہوتے تھے۔

دادا بھائی پٹیل نے حیدرآباد دکن سے واپسی پر اپنی کمپنی کنور جی ناظر کے ہاتھ فروخت کر دی اور کنور جی ناظر نے کلکتہ سے واپسی پر پانچ اداکاروں ــــ دادا بھائی ٹھونٹھی۔ خورشید جی بالیوالا۔ دھنجی بھائی گھڑیالی۔ دوسا بھائی مغل اور فرام جی آپو کے حوالے کر دی اور یہ شرط رکھی کہ وہ ڈھائی سو روپیہ ماہوار کرایہ دیں گے اور اگر پوشاکیں اور پردے بھی استعمال کریں گے تو اس کے مزید ڈھائی سو روپے ماہوار ادا کریں گے۔

منڈلی کے اداکاروں نے یہ شرطیں منظور کر لیں۔ کچھ عرصہ بمبئی میں تماشے دکھلائے اس کے بعد کمپنی کو باہر لے گئے اور کافی دولت پیدا کی۔ آمدنی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب حصے دار مانڈلے سے واپس آئے تو زربفت کے تھانوں۔ ہیرے اور جواہرات کے علاوہ ہر حصے دار کے پاس چالیس چالیس ہزار روپیہ تھا۔

اس کامیابی نے اُن کے حوصلے اور بلند کر دیئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ وہ ۱۸۸۵ء میں لندن کی عالمگیر نمائش میں شرکت کریں گے۔ اور یورپین کمپنیوں کے مقابلہ میں اپنے تماشے دکھلائیں گے۔

نوجوان پارسیوں کے اس عجیب و غریب اقدام سے پارسی پنچایت اور دوسرے سوشل اداروں میں ایک ہلچل مچ گئی اور وہ حیران و پریشان ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے لیکن وہ اپنے نوجوانوں کے اس رویہ سے بددل نہیں ہوئے۔ ہر طرح ان کی عزت افزائی کی۔ ہار پھول پہنائے۔ سپاسنامے پیش کئے اور دعوتوں کے بعد اس قافلہ کو "بسلامت روی و باز آئی" کہہ کر رخصت کیا۔

منڈلی نے دوسری زبانوں کے تھیٹر کے مقابلہ میں اردو ڈرامے لندن میں دکھلائے جو سوائے مالیات کے ہر اعتبار سے کامیاب رہے۔ یہ اردو ڈرامہ کے لئے پہلا موقع تھا کہ اس نے صف اول کے تھیٹروں میں جگہ پائی اور کامیابی سے ایک سال گزارنے کے بعد کمپنی اپنے وطن واپس آئی ہر طرف سے تعریف و تحسین کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جنہوں نے کہا تھا کہ "اسٹے بانس بریلی کو" وہ بھی محبان وطن کی صف میں شریک تھے۔

ایک سال میں اردو کی تھیٹریکل کمپنیاں ترقی کے میدان میں بہت آگے بڑھ چکی تھیں۔ پارسی اسٹیج پلیرس۔ زوراسٹرین ناٹک منڈلی۔ ہندی ناٹک منڈلی۔ پارسی وکٹوریہ اوپرا ٹروپس اور جنٹلمین امیچورس وغیرہ درجہ اول کی کمپنیاں شمار ہونے لگی تھیں۔ صوبائی زبان کے تھیٹروں کے مقابلہ میں اردو کمپنیوں کا زور شور زیادہ تھا۔ غیر اردو کمپنیاں اردو — اردو اسٹیج کی عوامی مقبولیت کے پیش نظر اردو ڈرامے دکھلانے پر مجبور تھیں۔ بعض کمپنیاں علاقائی زبانوں کے اداکاروں کے ساتھ ساتھ اردو اسٹاف علیحدہ رکھتی تھیں۔ بعض ایسے اداکار بھی ملازم رکھے جاتے تھے جو ہر دو زبان پر پورا اقتدار رکھتے تھے۔ گجراتی زبان کی بڑی کمپنیوں میں جو اردو ڈرامے دکھلاتی تھیں بھارت ناٹک سماج۔ بمبئے گجراتی ناٹک سماج۔ ناٹک منڈلی۔ نوتن کلا سنگیت منڈلی اور مرہٹی کمپنیوں میں جو اردو ڈرامے پیش کرتی تھیں ان میں رنگ بودھے چھو۔ کلکرنی سنگیت منڈلی اور ناٹیہ کلا پرورتک قابل ذکر ہیں۔ یہی حال بنگالی۔ تامل۔ تلگو۔ کنڑی اور ملایم زبانوں کی تھیٹریکل کمپنیوں کا تھا۔

اردو تھیٹر کمپنیوں کو چونکہ ہندوستان بھر کے لوگوں کی ضروریات پوری کرنی پڑتی تھیں۔ اس لئے ان کو بہترین قسم کا اسٹاف اور تجربہ کار منتظمین کافی تعداد میں رکھنے پڑتے تھے۔ اسی اعتبار سے ان کا سرمایہ بھی بڑھتا گھٹتا تھا۔ عام طور سے ایک اچھی کمپنی کا سرمایہ پانچ لاکھ سے پچاس لاکھ تک سمجھا جاتا تھا لیکن میڈن جیسی لمیٹڈ کمپنیاں بھی تھیں جن کا سرمایہ ایک کروڑ تھا اور ملکیت کا اندازہ دو کروڑ تک کیا جاتا ہے۔

۱۸۷۶ء میں ایک اردو ڈراما کی قیمت اوسطاً چھ سو روپے تھی (تین سو اصل گجراتی اور تین سو اردو ترجمہ کے) لیکن ۱۹۲۸ء میں یہ بڑھ کر تین ہزار ایک روپیہ ماہوار ہو گئی۔ بارہ ماہ کا کنٹراکٹ اور تماشہ کی دوسری نائٹ بطور "بنفٹ"

اردو کے ابتدائی ڈرامے غیر اردو داں لوگوں نے لکھے تھے۔ پہلا ڈرامانویس ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ تھا جو مہاراشٹر کا ایک ہندو تھا۔ اس کے بعد پارسی میدان میں آئے۔ پارسیوں میں ایدل جی بھائی۔ ڈی۔ یو چ خانہ والا۔ ایف جی دلال۔ ڈی ایف رانڈ ھیلیا

کے بہمن جی - کابراجی برادرز - ایدل جی کھوڑی - الیف سیٹھنا وغیرہ وغیرہ - گجراتی ہندوؤں میں نربدا شنکر اودے رام نے کا[illegible] مقبولیت حاصل کی تھی یہ لوگ گجراتی میں تماشے لکھتے تھے بعدہٗ ان کے ترجمے اردو اسٹیج پر پیش ہوتے تھے -

اردو کی چند مثنویاں پیش کرنے کے بعد پارسیوں نے شاہنامہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اور بہرام شیر حیا - خسرو شیریں - یزدجرد شہریار - مہر سیمیں - عذرا - رستم وسہراب - جمشید اور فریدوں وغیرہ دکھلائے - پارسیوں نے یہ ڈرامے ایرا[نی] ملبوسات - سیٹ سین - ڈراپ سین اور فارسی زبان میں پیش کئے -

پارسی ڈرامانویسوں میں جنہوں نے براہ راست اردو میں ڈرامے لکھے خاں صاحب نسروان جی مہروان جی آرام کا نام س[ب سے پہلے] نظر آتا ہے - انہوں نے بارہ اوپراز اور سات ڈرامے لکھے - ان کے بعد مراد بریلوی کا نمبر آتا ہے - جنہوں نے چار ڈرامے لکھے اور رونق بنارسی نے اکیس[21] - طالب بنارسی نے چودہ[14] - ظریف نے پچیس[25] - نظر نے بتیس[32] اور عبداللہ نے انسٹھ - یہ سلسلہ چلتا رہا اور اب بھی جاری ہے -

انگریزی سے اردو ترجمے ۱۸۷۵ء سے شروع ہو گئے تھے جبکہ دادابھائی ٹھوٹھی نے شیکسپیئر کے پریکلس کا ترجمہ " دادور" کے نام سے کیا - اس کے بعد احسن لکھنوی نے ۱۸۹۸ء میں ہملیٹ اور رومیو جولیٹ کے ترجمے کئے - ۱۸۹۹ء میں مرچنٹ آف وینس اور ۱۹۰۱ء میں کامیڈی آف ایرارز کے ترجمے ہوئے -

اس کے بعد اوریجنل ڈراموں کا دور شروع ہوا - بیتاب دہلوی نے کسوٹی - میٹھا زہر - امرت - زہری سانپ - گورکھ دھندا - مہابھارت - رامائن لکھے جو مہینوں ایک ہی اسٹیج پر دکھلائے جاتے رہے - آغا حشر اس صف میں اپنی انفرادیت کے اعتبار سے سب سے بلند نظر آتے ہیں - آغا حشر نے ونٹرز ٹیل - کنگ جان - . . . . . . رچرڈ دی تھرڈ - پٹرارو - جیو[؟] اور سلور کنگ کے ترجمے کئے اور ان کے خلاصوں پر اپنے پلاٹ تیار کئے ان کے اوریجنل ڈراموں میں بھارت رمنی - بلومنگل - مرلی - بھگیرت گنگا - ہندستان - ترکی حور - آنکھ کا نشہ - سیتا بن باس - بھیشم پرتگیہ - دھرمی بالک بہت مقبول ہوئے اور سالہا سال تک چلتے رہے - رستم وسہراب ان کا آخری شاہکار ہے -

اردو ڈرامہ کا تیسرا دور عباس علی سے شروع ہوتا ہے - ذائق - ناظم - نشتر - اصغر - شاد - اس دور کے خاص خاص لکھنے والے تھے جو اپنے پاکیزہ خیالات اور خوبی زبان کے باعث پسند کئے جاتے تھے -

جب سے پارسیوں نے اردو اسٹیج کو خیرباد کہکر " زیادہ مفید کاموں " کی طرف توجہ دی اردو تھیٹر کو زوال آنا شروع ہوگیا - بعد میں جو پارسی آئے وہ تاجرانہ ذہنیت کے مالک تھے اور ان کے مقاصد بھی تاجرانہ تھے اس لئے کامیاب نہ ہوسکے - ان کے پلاٹ فرسودہ اور ان کی ٹکنیک پرانی ہوتی تھی - اس دور میں عزم بازید پوری - دل لکھنوی - رادھے شیام - برج چند مدہ[؟] انبالوی - محشر انبالوی وغیرہ نے کچھ عرصہ زور قلم دکھلایا - اس کے بعد فلم سازی کی طرف متوجہ ہوگئے - ہمارے اردو ڈراموں کا پانچواں دور [illegible] سے شروع ہوتا ہے - اس دور کے لوگ زیادہ تر مطالعہ اور ریڈیو کے لئے ڈرامے لکھتے ہیں اور بہت کم اسٹیج کو مدنظر رکھتے ہیں

اردو ڈرامہ کی دنیا [illegible] پہلے [illegible] بہت بلند ہے - شیکسپیر کے سینتیس[37] ڈراموں میں بائیس[22] کے ترجمے اردو میں

ہیں اور ان کے مختلف ترجمے میرے پاس موجود ہیں۔ دوسرے ڈراما نویسوں میں انگلستان کے جارج برنارڈ شاہ۔ گالزوردی گولڈ اسمتھ۔ بائرن۔ ٹنی سن۔ آسکر وائلڈ۔ اسکاٹ۔ اناطول فرانس۔ ڈبلیو۔ بی۔ ییٹس۔ جرمنی کے ڈراما نویسوں میں گوئٹے شلر اور لے سنگ۔ فرانس کے میریڈین۔ مارس ماٹرلنک۔ مولیر اور راسین۔ ناروے کے ابسن۔ پولینڈ کے سمنڈ کراسکی۔ چیکوسلاواکیہ کے کسرول کراسکی کے تراجم قابل ذکر ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں بنگال کے رابندر ناتھ ٹیگور۔ بابو شرود چندرائے اور بابو دیوی چندر رائے اور گجراتی زبان کے کافی ڈرامے اردو میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ کالیداس کی شکنتلا کے متعدد تراجم ہمارے یہاں پائے جاتے ہیں۔ اُرودستی کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ ہرش دیو کی رتنا دلی کا ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

اردو اسٹیج کے اداکار کافی تلاش و بسیار کے بعد ملازم رکھے جاتے تھے۔ اور ان کو ہزار بارہ سو تک تنخواہیں دی جاتی تھیں ان میں لیڈی کیرکٹرز بھی ہوتے تھے جو زندگی بھر صرف زنانہ پارٹ کرتے تھے۔

ہندو اور پارسی کوروں CORPS کے بعد پیشہ ور کمپنیاں عالم وجود میں آئیں۔ بعض عرصہ دراز تک ناسازگار حالات کا مقابلہ کرتی رہیں بعض جلد ہی موت کی آغوش میں سو گئیں۔ جن کمپنیوں نے ربع صدی تک اردو ڈرامے دکھلائے ان میں الفریڈ بیرونٹ۔ بمبئی۔ الفنسٹن۔ امپیریل۔ انڈین تھیٹریکل۔ انڈین لیڈیز۔ پارسی اسٹیج پلیرس۔ پارسی الفنسٹن۔ پارسی رپن RIPPON پارسی ناٹک۔ پارسی وکٹوریہ۔ جنٹلمین امیچورس۔ زوراسٹرین شیکسپیر۔ لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ نوشیروان عادل۔ وکٹوریہ (اوریجنل) اور ہندو ناٹک منڈلی وغیرہ کی یاد ابھی تک تازہ ہے۔ یہ اردو کے بڑے بڑے ادارے تھے جن میں سیکڑوں اداکار ملازم تھے۔ امبروزیہ۔ انڈین آرٹسٹ۔ گرانڈ سویلائیزر۔ مورالائزنگ کمپنیاں عورتوں کی قائم کردہ تھیں۔ بعض کمپنیاں ایسی بھی تھیں جن میں صرف عورتیں ہی کام کرتی تھیں۔

اردو تھیٹر کی ترقی میں ان یورپین۔ سول اور ملٹری۔ افراد نے بھی حصہ لیا ہے جو جزیرہ بمبئی میں قیام پذیر تھے اور ان پارسیوں نے بھی جو تعلیم یافتہ اور شرفاء کے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۸۴۶ء تک بمبئی میں صرف ایک ہی تھیٹر تھا۔ بمبئے تھیٹر جو گرانٹ روڈ پر واقع تھا اس میں صرف انگریزی جاتے تھے۔ یہ تھیٹر صرف یورپین کمپنیوں کو ہی کرایہ پر دیا جاتا تھا۔ ۱۸۵۳ء میں پہلی بار ایک دیسی کمپنی کو کرایہ پر دیا گیا۔ اس وقت اس کا کرایہ پچاس روپے شبینہ تھا۔ اس کے بعد گرانٹ روڈ پر تھیٹر بننے شروع ہو گئے۔ اور اس طرح جگہ کا نام ہی "پلے ہاؤس" ہو گیا۔

ٹکٹ کی قیمتیں بدلتی رہتی تھیں۔ ۱۸۶۰ء میں سب سے بڑے درجہ کی قیمت تین روپے اور سب سے چھوٹے کی ایک روپیہ تھی یہ قیمتیں ۱۹۴۷ء تک جاری رہیں۔ اندرون ملک میں ٹکٹ کی قیمتیں کم رکھی جاتی تھیں ۱۸۶۰ء میں تماشے کے اوقات سات سے دس تک تھے۔ اس کے بعد سات سے ساڑھے سات پھر آٹھ۔ پھر نو سے بارہ تک کھلائے جانے لگے۔ اندرون ملک میں صبح دو تین بلکہ چار بجے تک تماشے دکھلائے جاتے تھے۔

بعض سیاسی۔ ملکی اور معاشی حالات کی بنا پر اگرچہ آج "اردو تھیٹر" مردہ اور بے جان نظر آ رہا ہے لیکن یہ حالت وقتی ہے جو نہی ملک کو سکون حاصل ہوگا۔ عوام کی مالی حالت بہتر ہو گی۔ لوگوں میں ایسے قومی تھیٹر کو دوبارہ زندہ کرنے کی تحریک ہو گی اور تھیٹر پھر زندہ ہو جائے گا۔

قومی زبان کا عبدالحق نمبر

جو

۱۶ اگست سنہ ۶۳ء کو بابائے اردو کی دوسری برسی کے موقع پر شائع کیا گیا

مضامین کی ایک جھلک

• مولوی عبدالحق کی وصیت (ڈاکٹر رحیم الدین کمال) • بابائے اردو کا تصورِ مذہب (ابو سلمان شاہجہانپوری) • احوالِ غالب اور مولوی عبدالحق (سید قدرت نقوی) • مولوی عبدالحق کی شخصیت نگاری (ڈاکٹر سید شاہ علی) • بابائے اردو اور حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس • بابائے اردو کا رسالۂ حسن • بابائے اردو کے معالج • بابائے اردو کے خدمتگزار

اس کے علاوہ

اشاریۂ عبدالحق

جس میں بابائے اردو کی تمام مطبوعہ تحریروں نیز ان سے متعلق مضامین کی مفصل فہرست دی گئی ہے

چند لکھنے والے

مولوی محمد مقتدا خاں شیروانی۔ جلیل قدوائی۔ رئیس احمد جعفری۔ ڈاکٹر داؤد رہبر
پروفیسر ممتاز حسین۔ رفیق خاور۔ گنیش راؤ تھپے۔ نصیر الدین ہاشمی
ڈاکٹر احسن فاروقی۔ افسر امروہوی۔ تحسین سروری۔ سخاوت مرزا

صفحات: ۳۷۶ قیمت: تین روپے

انجمن ترقی اردو۔ اردو روڈ، کراچی

گنجہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اُردو کی وضاحتی فہرست

۱- قصّہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہورؔ
۲- سوال و جواب بادشاہزادیٔ مصر	عاجزؔ
۳- چار باغِ احمدی	شیخ احمد حضرت کرنولی
۴- ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا	مظہر علی خاں ولاؔ
۵- مثنوی پھکالۂ آتش	طوطا رام شایاںؔ لکھنوی

مرتبہ

افسر صدیقی امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

۱	مثنوی اسرارِ محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام سہائے محیط
۳	وصیت نامہ	———
۴	دیوانِ حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصۂ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷	دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸	مجموعہ حکایات	———
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبداللہ خان اوج سروحنوی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی تپش
۱۴	کرامات نامہ	دائم
۱۵	مثنوی باغ ایمان	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوان بیان	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴	مثنوی دود دلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصۂ چار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷	کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فریدالدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	فریدالدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰	مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۰	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خان سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	عنایت اللہ خان سرشار
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فریدالدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	"
۳۵	رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶	من موہن ... مثنوی	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷	مدیتہ ہندی (...)	شیخ داؤد ضعیفی

قصہ بیل والا

سائز ۱۰ × ۶ ۱/۲ صفحات ۳۳ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۷۱ھ سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ

ہریانہ جو قیام پاکستان سے پہلے مشرقی پنجاب میں شامل تھا بعض محققین کے نزدیک وہ علاقہ ہے جہاں سے اردو کو الفاظ کا بیش بہا ذخیرہ ملا - اسی خطہ کے ایک بزرگ مولوی ظہور علی ظہور تخلص کرتے تھے وہ مولوی فتح علی کے صاحبزادے حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی کی نسل سے تھے - دہلی میں رہے وہیں تعلیم پائی اور شاعری کا شوق ہوا تو حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان اور شیخ محمد ابراہیم ذوق سے اصلاح لی - صاحب سخن شعرا نے انہیں مومن خاں اور شاہ نصیر کے شاگردوں میں شمار کیا ہے (ص ۱۱۳) لیکن وہ خود اسی مثنوی میں کہتے ہیں ؎

میرے استاد جو شاہ سخن تھے	سرو سر کردۂ ارباب فن تھے
کہ یعنی حضرت احسان اور ذوق	ہوئے جو واصل رحمت بصد شوق

قادر بخش صابر کا بیان ہے کہ "جناب مغفرت مآب حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان اور شاہ نصیر اور مومن خاں مومن سے کسب کیا ہے (گلستان سخن ص ۲۵۶) یہ بیان زیادہ صحیح ہے کیونکہ ان کے ایک ہموطن کا بیان ہے -

ظہور کے جد امجد شیخ کریم الدین ساتویں صدی ہجری میں بخارا سے ہندوستان آئے پہلے رہتک میں بعد جھجر میں توطن اختیار کیا ان کے اعقاب بعد میں دادری منتقل ہو گئے -

ظہور کے نانا مولوی فضل علی سید شبیر محمد قادری برہان پوری کی اولاد امجاد میں تھے جن کا سلسلہ حضرت غوث الاعظمؒ تک پہنچتا ہے -

ظہور کا انتقال بقول بہار الدین بشیر دہلوی ۱۲۸۳ھ میں ہوا - صاحب دیوان شاعر تھے - حافظ شیرازی کی متعدد غزلوں کا بہت اچھا ترجمہ کیا ہے - کہا جاتا ہے کہ میر حسن کی مثنوی کے جواب میں بھی ایک مثنوی لکھی تھی - زیر تبصرہ مخطوطہ ان کی دوسری مثنوی ہے جس میں بیل والے کا قصہ بیان کیا گیا ہے - پوری مثنوی میں تقریباً پونے پانچ سو ابیات ہیں - یہ مثنوی ۱۲۷۱ھ میں لکھی گئی اور اسی سنہ میں طبع ہوئی ایک قطعہ تاریخ آخر میں خود مصنف کا ہے - دوسرا ابتدا میں ان کے لڑکے محمد اسحاق کا ہے -

سبب تالیف میں بیان کیا گیا ہے کہ بلب گڑھ کے ایک رئیس عبدالحق خاں تھے مصنف کو ایک روز ان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک اور ظریف الطبع شخص بھی موجود تھا جو ظریفانہ قصے سناتا تھا اس نے یہ قصہ جب میرے سامنے بیان کیا

مجھے بہت پسند آیا اور میں نے محمد حسین مالک مطبع مصطفائی کے اصرار پر اسے نظم کیا۔ قصہ کا اختصار یہ ہے کہ ایک نو عمر سپاہی مفلسی سے تنگ آکر وطن سے باہر نکلا اور کسی دہقانی کے یہاں جا کر نوکر ہو گیا۔ لیکن دو برس کی نوکری کے بعد بھی اسے تنخواہ نہ ملی صرف روٹی نصیب ہوئی ایک روز اس نے دہقانی سے شکایت کی کہ مجھے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے واسطے کچھ خرچ نہیں بھیج سکا۔ دہقانی نے تنخواہ کے بدلے میں ایک بیل اسے دے دیا۔ جب وہ بیل لے کر اپنے گھر کو چلا اسے راستے میں دو ٹھگ ملے جن کا نام اَمیرا اور مَنیرا تھا۔ دونوں ٹھگ اسے باتوں میں لگا کر اپنے باپ کے پاس لے گئے۔ جس نے سپاہی سے بیل چھین لیا۔ سپاہی بیل چھوڑ کر اپنے گھر گیا وہاں سے نہا دھو کر ایک عورت کا بھیس بدل کر اور ایک ڈولی میں بیٹھ کر ان ٹھگوں کے پاس آیا۔ اَمیرا اور مَنیرا اسے گھر لے گئے اور ان کے باپ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ یہ دونوں تو باہر چلے گئے اور سپاہی بڈھے کو زدوکوب کر کے گھر کا کچھ سامان باندھ کر چلتا بنا۔ دوسری مرتبہ وید کے روپ میں پہنچا اور دوا لانے کے لئے بہانے سے دونوں بھائیوں کو بازار بھیج کر بڈھے کو مارا پیٹا اور کچھ سامان لے کر روانہ ہو گیا۔ تیسری مرتبہ وہ اپنے ساتھ دو آدمی لے کر گیا ان آدمیوں کو سمجھا دیا کہ اَمیرا مَنیرا کے دروازے پر جا کر آواز لگاؤ ؎

جو پوچھیں کون آ کہنا بیل والا کہ جس نے بیل اپنا بیچ ڈالا

ان دونوں نے ایسا ہی کیا اَمیرا مَنیرا اس کی آواز سن کر پکڑنے کو دوڑے جب وہ گھر سے دور چلے گئے تو سپاہی نے بڈھے کی پھر مرمت کی اور اپنا بیل لے کر گھر کو چل دیا اب اس نے بیل کو بیچ کر مکان بنایا اور مزے سے رہنے لگا۔

آغاز

خداوندا تو شاہِ کبریا ہے ترا محتاج ہر شاہ و گدا ہے
تجھی سے کارخانے سب ہیں جاری سبھوں کو تجھ سے ہے امیدواری
تو ہی روزی رساں ہے جزو کل کا تجھی پر ہے توکل اور بھروسا

اختتام

ظہور اب ختم یہ گفت گو کر دعا حق سے یہی اب قبلہ رو کر
کہ یارب شرم ہے پیری کی تجھ کو تو دے بس عزتِ دارین مجھ کو
بچا مجھ کو بدوں سے اور بدی سے تو با ایمان اٹھا تیرے دیں صدی سے
مری اولاد با عصمت ہو یارب بعلم و دولت و حشمت ہو یارب
رہیں سب دوست میرے شاد و مسرور بلیاتِ جہاں سے رکھ انہیں دور
مرے ماں باپ کو تو بخش دیجو مجھے مرحوم اور مغفور کیجو

اس کے بعد دو ابیات اپنے اساتذہ کے لئے لکھی ہیں جو اوپر درج کی جا چکی ہیں پھر یہ دعائیہ بیتیں ہیں ؎

توان کو مغفرت سے شاد کیجئے ریاض خلد میں آباد کیجئے
دعا مقبول ہووے ایزد پاک بحق احمد سلطان لولاک

مثنوی کے اختتام پر تین اشعار کا قطعہ تاریخ مصنف کا لکھا ہوا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

کہ از امداد یزداں گشت مطبوع بہفتاد و ہزار و دو صد و یک
۱۲۷۱

ترقیمہ :- در ماہ جمادی الاول (تمت تمام بعون الوہاب) ۱۲۸۸ھ
کاتب الحروف ننھو بی بی

سوال وجواب بادشاہزادی مصر

سائز ۷½ × ۵½ صفحات (۳۶) سطور (۱۱) کل اشعار ۳۸۱ تصنیف قبل از ۱۲۰۰ھ

ذات مصنف :- مخطوطہ میں کسی جگہ مصنف کے نام کی صراحت نہیں ہے۔ سبب تالیف میں اس نے جو اشعار لکھے ہیں ان میں ایک شعر ہے ؎

توکچھ نا کہے سکنے جائے یو جا بہر حال عاجز کو دیوے دعا .

اگر اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں عاجز بطور اظہار عجز نہیں آیا ہے تو اسے مصنف کا تخلص قرار دیا جاسکتا ہے۔ اصل قصہ فارسی زبان میں تھا جسے مصنف نے سوا ایکرہ زمین ملنے کے شوق میں دکنی زبان میں نظم کیا۔ اس کی تفصیل وہ سبب تالیف میں اس طرح بیان کرتا ہے ؎

سوا ایکرہ زمیں شوق کے خیال میں دیکھا جو اس قصے کو اسے حال میں
اتھا یو قصہ فارسے نثر سب کیا ترجمہ نظم دکنی سو اب
ولیکن غرض ہے سبھوں کن مرا جو کوئی درس دیکھی یو قصے کیرا
توکچھ نا کہے سکنے جائے یو جا بہر حال عاجز کو دیوے دعا

ابتدا :- یہ مثنوی حمد کے ان اشعار سے شروع ہوتی ہے ؎

رکھا ہے معلق زمیں آسماں چلاتا ہے یوںت زمیں آسماں

وو پاتا ہے یو دلیس نت سور تے ۔۔۔ کرپن رین روشن چندر نور تے
بنایا ہے آدم کوں گل آب تے ۔۔۔ اوسے د بات خلقت بنایا جتے

مثنوی میں بیان کیا گیا ہے کہ مصر کے بادشاہ فیروزشاہ کا کوئی لڑکا نہ تھا جب وہ مرا تو امرا و وزرا نے اس کی لڑکی کو تخت نشین کر دیا۔ یہ شہزادی ابھی نا کتخدا تھی اس نے اعلان کیا کہ جو شخص میرے سوالات کا صحیح جواب دے گا اس کے ساتھ شادی کرے گی اور جو جواب نہ دے سکے گا قتل کر دیا جائے گا۔ متعدد خواستگار آئے مگر ناکامیاب ہو کر مارے گئے آخر ہندوستان کے ایک عالم نے معقول و مدلل جوابات سے شہزادی کو قائل کر دیا۔ وہ تخت سے دست بردار ہو گئی اور اس عالم کے ساتھ شادی کر کے اُسے تخت پر بٹھا دیا۔

اختتام:۔ آخری اشعار یہ ہیں ؎

الٰہی اپس کے کرم فضل سوں ۔۔۔ مراداں دی ہر یک کے اسد بات سوں
مرتب ہوا یہاں قصہ تمام ۔۔۔ درود بر محمدؐ ہزاراں سلام

مخطوطہ کے آخر میں نہ سن کتابت دیا گیا ہے نہ کاتب کے نام کی صراحت کی گئی ہے۔

نواب سالار جنگ حیدرآباد کے کتب خانے میں قصہ فیروزشاہ کے نام سے دو مخطوطے ہیں ایک مخطوطے کا نمبر (۶۸) ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۰۰ بتایا ہے اور مصنف کا نام محمود ظاہر کیا ہے اس مخطوطے میں انجمن کے زیر نظر مخطوطے سے کچھ اشعار زائد ہیں۔ عاجز والا شعر اس طرح ہے ؎

نہ منظور خامی یوں رکھنا روا ۔۔۔ بہرحال عاجز کو دیوے دعا

اور اختتام اس طرح ہے ؎

اے محمود اپس پیر کا ناؤں لے ۔۔۔ ختم کر درازی کہانیں، چھوڑ دے
ہوا مختصر یاں سو قصہ تمام ۔۔۔ درود بر محمد علیہ السلام

دوسرا نسخہ جس کا نمبر (۷۶۹) ہے ان اشعار پر ختم ہوا ہے ؎

اے محمود اب پیر کا ناؤں لے ۔۔۔ ختم کر یہ قصہ سر پہ چھوڑ دے
کہے گا اگر یوں تو ہے یو بہوت ۔۔۔ جو تھوڑے میں اس وار کو کرتا نزوت
اتار کر دل میں اپنا ایمان ۔۔۔ درود بر محمد علیہ السلام
مبارک گھڑی میں کیا یو کلام ۔۔۔ بحق محمد علیہ السلام

چار باغ احمدی

سائز ۷ ½ × ۵ ½ صفحات ۴۲ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۷۰ھ سنہ کتابت ۱۲۷۰ھ

اس کتاب کے مصنف شیخ حسرت کرنولی ہیں جن کی ایک اور تصنیف چار گلشن غوثیہ کا ذکر فروری ۱۹۶۳ء کے قومی زبان میں آچکا ہے۔ یہ بھی نثر کی کتاب ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ کا بیان ہے ابتدا میں (۴۹) ابیات کی ایک مثنوی ہے اس مثنوی میں اختصار کے ساتھ موضوع کتاب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جو کچھ آگے چل کر نثر میں بیان کیا گیا ہے اس کا مجمل سا خاکہ پیش کر دیا ہے کہتے ہیں ؎

پس از حمد خدا نعت پیمبر — بیاں نور و تولّد کا ہے بہتر
سنو نور محمد کی حکایت — کہ راوی معتبر سے ہے روایت
نکل کر نور حق سے نور احمد — رہا پردوں میں کرتا ذکر بیحد
ہوئی مخلوق ساری اس سے پیدا — دو عالم ہوگئے یکسر ہویدا

اسی سلسلے میں نور احمدی کے پشت بہ پشت منتقل ہونے کا ذکر کر کے مثنوی کو حضرت حلیمہ سعدیہ کی شیر خوارگی تک ختم کر دیا ہے مثنوی کی آخری تین ابیات یہ ہیں ؎

یہاں سے نظم کر موقوف حسرت — بیاں کر نثر میں تھوڑی فضیلت
کہاں تحریر ہو حالِ محمدؐ — بہت ہے طول احوال محمدؐ
ادب سے تم جھکا کر سر عزیزو — پڑھو صلوات حضرت پر عزیزو

نثر سے پہلے حسرت نے بیان کیا ہے کہ ان کے لڑکے اکثر اوقات تقاضا کرتے تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احوال ہندی محاورے میں تحریر فرمائیں تاکہ ہم اُسے پڑھ کر سعادت دارین حاصل کریں اس لئے میں نے اپنے لئے بھی اسے سعادت خیال کر کے تولد آپ کا اور فضیلت اس کی اور جو کرشمے کہ اس نور مبارک سے ظاہر ہوئے ہیں وغیرہ احوال بعد تولّد کے گزرا کتب معتبرہ سے مختصر لکھ کر چار باغ احمدی نام رکھا۔

کل کتاب میں جیسا کہ ظاہر کیا گیا چار باغ ہیں

پہلے باغ میں پیدائش نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی فضیلت اور کرشموں کا بیان ہے۔

دوسرے باغ میں تولّد آنحضرتؐ کا بیان ہے۔

تیسرے باغ میں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کا بیان۔

چوتھے باغ میں۔ جبرئیل علیہ السلام کے آنحضرتؐ پہ وحی لے کر نازل ہونے کا بیان ہے۔

یہ نسخہ خود مصنف کے قلم کا ہے اور مصنف نے اس کا نام تاریخی رکھا ہے۔

زیر نظر مخطوطے کی نثر اگرچہ سادہ ہے لیکن اسے مقفیٰ و مسجع بنانے کی کوشش کی گئی ہے مثال کے طور پر چند جملے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

دل آپ کا اس نور سے روشنائی پاتا تھا اور سینہ صفائی پاتا تھا۔
نظر روشنائی پاتی تھی طراوت بدن میں آتی تھی۔ الغرض جب جلوس،
مسند نبوت کا دور نزدیک پہنچا اور کفر کے زوال کا وقت آیا تو آپ نے،
کوہ حرا کے غار کو اپنی خلوت گاہ بنائی۔ یعنی یادالٰہی کے لئے اختیار کی تنہائی
ہمیشہ خدا کا ذکر کرتے تھے۔ دم وحدت کا بھرتے تھے۔ ص ۲

مصنف کے حالات چار گلشن غوثیہ کے سلسلے میں بیان کئے جاچکے ہیں۔ یہ مخطوطہ اس میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ کتاب کے آخر میں حسرت نے اپنی ایک اور تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس زیر تبصرہ مخطوطے کا تکملہ کہنا چاہئے وہ کہتا ہے۔

"جاننا چاہئے کہ یہ محرر اوراق نے احوال وفات و تجہیز و تکفین آنحضرت صلعم کتاب چار چمن شہادت کے پہلے چمن میں مفصل لکھا ہے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس واسطے اس مختصر میں مختصر مختصر بیان کیا الحمد للہ والمنۃ چار باغ احمدی کہ نام اس کتاب کا ہے اسی نام مبارک سے سال تاریخ بھی پایا جاتا ہے یعنی چار باغ احمد نام اور تاریخ ہے اس کی مثنوی ؎

بیاں چار باغ احمدی اب (۱۲۷۰) — مفصل ہووے حسرت سے رقم کب
اگرچہ یہ بیان مختصر ہے — پہ ہر اک معتقد کو پُر اثر ہے
محبت اس چمن سے گر کروگے — یقیں جانو کہ جنت میں رہوگے
ادب سے تم جھکا کر سر عزیزو — پڑھو صلوات حضرت پر عزیزو

ترقیمہ:۔ تمت الکتاب بعون الملک الوہاب بتاریخ غرہ ماہ محرم الحرام ۱۲۷۰ھ
بدست فقیر حقیر شیخ احمد متخلص بحسرت ساکن کرنول

ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا

سائز ۸½ × ۶ صفحات ۱۸ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۷ھ سنہ کتابت ۱۲۷۴ھ

یہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے شیخ سعدی کی اخلاقی کتاب کریما کا ترجمہ ہے جسے ولاؔ نے نظم کیا ہے۔ کریما مشہور درسی کتاب ہے جس کے سیکڑوں ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں اس پندنامہ کے دس نسخے ہیں جن میں ایک نسخہ شہر لندن کا چھپا ہوا بھی ہے یہ ۱۸۷۶ء میں چھپا تھا۔ اس نسخہ میں (۲۰۱) ابیات ہیں ایک اور عمدہ نسخہ مطبع مفید عام لاہور کا ہے جو ۱۹۰۵ء میں چھاپا گیا ہے مطبع مفید عام کے نسخے کا سائز ۱۰½ × ۸ ہے اور اس قدر جلی ہے کہ ایک صفحہ میں صرف دس سطور ہیں اس نسخہ میں (۲۰۰) ابیات ہیں اور لندن کے نسخہ میں مقابلہ میں آخری عنوان کی یہ بیت ہے ؎

منہ دل بریں کہنہ دیر خراب   کہ خالی نباشد ز رنج و عذاب

نصیر الدین صاحب ہاشمی نے سینٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کی فہرست دوم صفحہ ۱۵۸ پر ترجمہ کریما کے عنوان میں لکھا ہے (بزبان دکنی منظوم) ہاشمی صاحب دکنیات کے بڑے اچھے ماہر ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اس کے ذخیرے میں اضافہ کیا جائے شاید اسی وجہ سے انہوں نے اس ترجمہ کو بھی دکنی زبان کا ترجمہ لکھ دیا ہے حالانکہ اس کے مصنف ولاؔ نہ دکن کے باشندے تھے نہ کبھی دکن گئے نہ یہ ترجمہ دکن میں تصنیف ہوا نہ ترجمے میں دکنی زبان استعمال ہوئی ہے۔

سنہ تصنیف کے بارے میں ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ "آخر میں سنہ تالیف کی ایک رباعی حسب ذیل ہے ؎

کریما کا جب ترجمہ کر چکا   تو مجھ سے مری طبع نے یہ کہا
کہ تاریخ کہہ یادگارانہ طور   سنہ عیسوی کے موافق بغور
اسی فکر میں تھا کہ آئی ندا   ہوا ترجمہ نظم میں یہ بولا (؟)

رباعی کا مخصوص وزن ہے اس کے چار مصرعے ہوتے ہیں جن میں پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا لازمی ہے۔ ان ابیات کا وزن فعولن فعولن فعولن فعل یا مفعول ہے یہ رباعی کا وزن نہیں ہے مصرع چھ ہیں اور ہر بیت کے مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہیں خصوصیات سہ گانہ میں سے کوئی خصوصیت نہ ہونے پر بھی اسے رباعی صرف ہاشمی صاحب کہہ سکتے ہیں ہاشمی صاحب نے سنہ ترجمہ ۱۸۸۴ء بتایا ہے وہ کہتے ہیں "مصرع تاریخ میں لفظ ترجمہ کو مع العین ترجمہ لکھا ہے اس کے لحاظ سے بشمول اردو عین ۱۸۸۴ء برآمد ہوتا ہے"

لیکن ان سے حساب لگانے میں غلطی ہوئی ۱۸۸۴ء نہیں بلکہ ان کے لکھے ہوئے غلط مصرع سے بھی ۱۸۷۴ء برآمد ہوتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

ہوا - ترجمہ - نظم - میں - یہ - بولا

۱۲ + ۷۱۸ + ۹۹۰ + ۱۰۰ + ۱۵ + ۳۹ = ۱۸۷۴ء

اصل یہ ہے کہ ہاشمی صاحب کو یہاں سہو ہوا ہے ترجمہ میں ع کی زیادتی کو تو وہ خود تسلیم کرتے ہیں اور تاریخ کے آخر میں ولاؔ نے اپنا تخلص لکھا تھا جسے بولاؔ بنا دیا گیا ہے اس تحریف نے مصرع کو وزن سے بھی خارج کر دیا اور اعداد میں بھی دو کا اضافہ ہوگیا اب اگر صحیح مصرعہ " ہوا ترجمہ نظم میں یہ ولا " کے اعداد جمع کئے جائیں تو صحیح سنہ تصنیف سنہ ۱۸۰۲ء برآمد ہوتا ہے جو سنہ ۱۲۱۷ھ کے برابر ہے سنہ ۱۸۸۴ء میں تو ولاؔ زندہ بھی نہ ہوں گے یہ ہجری کے سنہ ۱۳۰۱ھ سے مطابق ہوتا ہے اور سنہ ۱۳۰۱ھ تک ان کی عمر ۱۰۰ برس سے زیادہ ہو جاتی ہے اگرچہ کسی شخص کا اس عمر تک پہنچنا مستبعد نہیں لیکن شک و شبہ سے بالاتر نہیں۔ مزید برآں مولوی کریم الدین نے اپنے تذکرۂ شعرائے ہند میں جو سنہ ۱۸۴۸ء کی ہے یعنی ہاشمی صاحب کے سنہ تصنیف سے ۳۶ سال پہلے چھپا اس پند نامہ کے ترجمے کو ولاؔ کی تصنیفات میں بتایا ہے ظاہر ہے کہ جو کتاب ۱۸۴۸ء میں موجود تھی اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۸۸۴ء کس طرح ہوسکتا ہے۔

حالات مصنف :۔ دیوان جہاں میں ولاؔ کا نام مرزا لطف علی عرف مظہر علی خاں لکھا ہے مگر مجموعۂ نغز کے مصنف کا بیان ہے کہ ان کا نام مظہر علی خاں عرف مرزا لطف اللہ تھا۔ مصحفی کے تذکرے میں مرزا لطف علی ہے وہ فارسی کے مشہور شاعر مرزا محمد زماں خاں ودادؔ کے لڑکے اور علی قلی خاں محمد حسین کے پوتے تھے۔ مولد و وطن دہلی ہے وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی مصحفی کے تذکرے میں ان کا تخلص واکاؔ لکھا ہے لیکن کتابت کی غلطی ہے جس کی تقلید مصطفےٰ خاں شیفتہ اور قطب الدین باطن نے بھی کی ہے درحقیقت تخلص ولاؔ تھا جس کا ثبوت اس مثنوی سے ملتا ہے۔

ولاؔ نے پہلے مرزا جان طپش سے اصلاح لی پھر غلام ہمدانی مصحفی کے شاگرد رہے آخر میں میر نظام الدین ممنون کے تلامذہ میں داخل ہوگئے۔ فارسی پر اچھا عبور رکھتے تھے۔ صاحب دیوان شاعر تھے اور ان کا قلمی دیوان شاہان اودھ کے کتب خانے میں موجود تھا فورٹ ولیم کالج کلکتہ شروع ہوتے ہی یہ وہاں ملازم ہوگئے تھے۔ ولاؔ کی تاریخ ولادت و وفات دونوں صحیح طور پر معلوم نہیں مصحفی نے اپنے تذکرہ ہندی گویاں میں انہیں جوان حلیم و سلیم لکھا ہے یہ تذکرہ ۱۲۰۹ یا ۱۲۰۸ کی تصنیف ہے اگر اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تصور کرلی جائے تو سنہ ولادت ۱۱۸۳ھ یا ۱۱۸۴ھ قرار دیا جاسکتا ہے ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء تک موجود تھے کیونکہ بینی نرائن جہاں نے اپنے تذکرے میں جو اسی سنہ کی تصنیف ہے انہیں بقید حیات مقیم کلکتہ اور اپنا شناسا بتایا ہے۔

ولاؔ کی تصنیفات کی فہرست کافی طویل ہے لیکن ان میں زیادہ تعداد ترجموں کی ہے۔

(۱) مادھونل اور کام کندلا۔ یہ ان کی پہلی تالیف ہے اور سنہ ۱۲۱۵ھ م سنہ ۱۸۰۲ء میں مرتب ہوئی یہ ہندی زبان کے عاشقانہ قصہ کا ترجمہ ہے۔

(۲) ہفت گلشن - ناصر علی خاں واسطی بلگرامی کی اخلاقی کتاب کا ترجمہ ہے جس کے سات باب ہیں -

(۳) بیتال پچیسی - اس میں پچیس کہانیاں ہیں سنسکرت سے ہندی میں اور ہندی سے اردو میں تبدیل کی گئی ہے زبان سلیس اور بامحاورہ ہے وِلا نے اسے ۱۸۰۲ء میں ترجمہ کیا ہے چھپ چکی ہے -

(۴) تاریخ شیر شاہی - ۱۲۱۰ھ میں ترجمہ کی اس کا فرانسیسی ترجمہ گارسن دی تاسی نے ۱۸۶۵ء میں فرانس سے شائع کیا ہے اصل ترجمہ غالباً نہیں چھپا - اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں ہے -

(۵) جہانگیر نامہ - تزک جہانگیری کے [illegible] حصہ کا ترجمہ ہے جس میں چھٹے سال جلوس یعنی ۱۶۰۵ء تک کے واقعات آئے ہیں -

ان ترجموں کے علاوہ وِلا نے ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "اتالیق ہندی" ہے سنہ ۱۸۰۲ء میں شائع ہوئی تھی یہ فارسی پڑھنے والوں کے مدد کے لئے اخلاقی حکایتوں کا مجموعہ ہے -

وِلا نے کریما کا ترجمہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ۱۸۰۲ء کے اوائل میں کیا تھا اس ترجمہ کو پہلے پہل ڈاکٹر گل کرسٹ نے باغ اردو کے ساتھ ۱۸۰۲ء میں شائع کیا - پھر ۱۸۰۳ء میں اتالیق ہندی اور ترجمہ کریما کو یکجا کر کے کلکتہ سے شائع کیا گیا - انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں اس ترجمہ کا ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ناقص الطرفین ہے اس لئے نہ سنہ طباعت کا پتہ چلتا ہے نہ مقام طباعت کا نہ مطبع کا - یہ ترجمہ متن کے ساتھ چھاپا گیا ہے اوپر فارسی کی بیت ہے اور اس بیت کے نیچے اس کا ترجمہ ہے -

وِلا نے صاف سادہ اور بامزہ اردو میں کریما کا ترجمہ کیا ہے اکثر اشعار میں اصل کی خوبی قائم نظر آتی ہے -

ترجمے کے مخطوطات اکثر مقامات پر ہیں - سنٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کے علاوہ ایک مخطوطہ سید محمد ایم اے مرتب ارباب نثر اردو کے پاس بھی تھا جس کا ذکر ارباب نثر اردو میں آیا ہے (ص ۱۶۷)

ترقیمہ :- تمت تمام شد کار من نظام شد

چند بیت بدستخط مرزا قاسم بیگ صاحب و باقی بدستخط محمد بلاقی ولد عبداللطیف ساکن برہان پور در ماہ شوال بتاریخ ہشتدہم روز پنجشنبہ ۱۲۲۴ھ ہجری در بلدہ دھولی واڑہ قلمی یافتہ

مثنوی پرکالۂ آتش

سائز ۱۰ × ۶ ۱/۲ صفحات ۲۷ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۸۷ھ سنہ کتابت ۱۲۸۹ھ

یہ (۳۸۶) ابیات کی مثنوی منشی طوطا رام شایاں لکھنوی کی ہے اصل کتاب مطبع ثمر ہند لکھنؤ میں چھپی تھی جس سے ایک خاتون منھوبی نے اسے نقل کیا اس کے آخر میں لالہ چیدی سہائے نہال کا یہ قطعہ تاریخ تصنیف ہے ؎

شایاں نے عجب قصۂ دلسوز کیا نظم حاسد تو جلے کر گئے ارباب سخن غش
گر دل کو حرارت ہے نہال از پے تاریخ لکھ "واہ ہے کیا گرمیٔ پرکالۂ آتش"

عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ لفظی مناسبت جو اس وقت لکھنوی شاعری کی جان سمجھی جاتی تھی۔ اس مثنوی میں بھی موجود ہے لیکن کثرت کے ساتھ نہیں ہے۔ مثال کے لئے یہ بیت پیش کی جاتی ہے ؎

وہ چاہ زنخداں نہیں جس کی تھاہ جھکائے دلوں کو کنوئیں جس کی چاہ

شایاں نے "فکر موزوں تازہ" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ "جب میں دیوان اول ختم کر چکا تو کسی نئے مضمون کی تلاش ہوئی پہلے "دختر زرگر" کا قصہ نظم کرنا چاہا مگر دوستوں نے منع کیا کیونکہ یہ متداول تھا آخر لکھنؤ ہی کے ایک تازہ قصے کو نظم کرنے کا خیال ہوا۔

قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ لکھنؤ میں ایک خوبصورت اور خوش خصال برہمن زادہ تھا وہ گپی ٹولہ میں رہتا تھا اس کے پڑوس میں دوسرے برہمن کا ایک لڑکا بھی تھا دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ پہلا فرہاد تھا دوسرا شیریں آپس میں میل محبت زیادہ ہوگیا تو محبوب نے ایک رقم اپنے محب کو دی تاکہ وہ تجارت کرسکے۔ اتفاقاً کسی بات پہ ان کے دلوں میں میل آگیا اور محبوب نے اپنا روپیہ طلب کیا روپیہ موجود نہ تھا آپس میں تلخ کلامی کی نوبت آئی۔ محبوب اپنے گھر کو واپس جا رہا تھا رات اندھیری تھی معلوم نہ ہوسکا اور وہ ایک کنوئیں میں گر گیا۔ کنوئیں میں گرنے کی آواز سن کر نکلنے والے چوکنا ہوئے اور انہوں نے ایک آدمی کو معاوضہ دیکر کنوئیں میں اتارا لیکن ڈوبنے والا ختم ہوچکا تھا۔ لاش نکالی گئی اس کے وارثوں کو خبر ہوئی تو اس کی بیوی نے بے حد آہ وزاری کی۔ میت تیار کی گئی اور اعزہ گومتی کی طرف لے کر روانہ ہوئے بیوی بھی روتی ہوئی میت کے پیچھے پیچھے چلی۔ گومتی کے کنارے پر بیوی اپنے شوہر کی میت کے پاس بیٹھ گئی تھوڑی دیر کے بعد لاش کو ایک کشتی میں لے کر پار اتارنے کا ارادہ کیا بیوی بھی کشتی پر سوار ہوگئی۔ دریا پار کرکے لاش کو محرق (سمسان) میں لایا گیا جب لکڑیوں کے انبار میں لاش رکھ کر آگ دینے کا ارادہ کیا تو بیوی آگے بڑھی اور لاش کو اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئی آخرکار اس کے ساتھ ستی ہوگئی۔ سپاہیوں کا جو دستہ پل پر تعینات تھا وہ دوڑا عورت کو بچانا چاہا لیکن وہاں کیا دھرا تھا۔ انہوں نے (۳۵) آدمیوں کو جو وہاں موجود تھے گرفتار کرلیا۔ یہ لوگ تیسرے دن حکم شاہی سے رہا ہوئے۔ جس جگہ ستی کا یہ واقعہ ہوا تھا وہاں ایک چبوترہ بنا دیا گیا اور اس پر چھتری قائم کی گئی۔ ستی کے اس واقعہ نے لوگوں کو اس قدر متوجہ کیا وہاں ہزاروں دکانیں بن گئیں۔ پھول ہار بکنے لگے۔ چڑھاوا چڑھنے لگا۔

حالات مصنف:۔ منشی طوطا رام شایاں لکھنؤ کے باشندے منشی آتما رام ولد لالہ سکھ رام کے بیٹے تھے ان کا

مورث اعلیٰ رائے تلسی رام کو نواب آصف الدولہ کے یہاں سے رائے کا خطاب عطا ہوا تھا۔ وہ نواب سعادت علی خاں کے زمانے تک فوج کے بخشی رہے۔ منشی آتمارام بڑے اچھے نثار تھے۔ شایاں نے ان کے انتقال کی تاریخ ۸ ذی القعدہ ۱۲۷۵ھ بنائی ہے

شایاں کو فن شعر میں منشی مظفر علی اسیر لکھنوی سے تلمذ تھا۔ مہابھارت منظوم میں اس کی تشریح اس طرح کی ہے ؎

کچھ اوصاف استاد تحریر ہوں ورق نظم سے رشکِ تصویر ہوں
ہے منشی مظفر علی ان کا نام دیارِ سخن میں رواں حکم عام
تخلص ہے مشہور عالم اسیر نہیں ان کا ہندوستاں میں نظیر
سخن کی ہے اقلیم زیرِ نگیں نہ کس طرح قبضے میں ہو ہر زمیں

شایاں مدت تک مطبع اودھ اخبار لکھنؤ سے متوسل رہے۔ بڑے درجے کے شاعر تھے۔ سنہ وفات معلوم نہ ہوسکا۔ تذکرہ شعرائے ہنود کے مصنف کا بیان ہے کہ "حضرت شایاں کا انتقال ابھی چند سال پیشتر ہوا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۹۹ھ میں مرتب ہوا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوا ہوگا۔

شایاں کی تصنیفات میں اس مثنوی کے علاوہ دو مثنویاں اور بھی ہیں ایک قصہ امیر حمزہ معروف بہ طلسم شایاں دوسری لیلیٰ منظوم۔ مہابھارت منظوم بھی ان کی تصنیف ہے۔ یہ تیسری مثنوی ہے جو ۱۲۷۸ھ میں لکھی گئی اور اسی سال طبع ہوئی تھی۔ مہابھارت منظوم کے آخر میں میر مہدی حسین شمیر منشی ستیل پرشاد احقر سید مقصود عالم مقصود پھالوی اور سید غلام حسنین قدر کے قطعات تاریخ درج ہیں۔ مہابھارت کا یہ نسخہ کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ دیبی پرشاد نے تاریخ ستارۂ ہند کو بھی انہیں سے منسوب کیا ہے ایک دیوان بھی مکمل کر لیا تھا جس کا ذکر پرکالۂ آتش میں کیا ہے اور ایک واسوخت بھی لکھا تھا جو طبع ہو چکا ہے ؎

آغاز

زہے ابر الطافِ ربِّ جلیل بنے آگ کے پھول باغِ خلیل
وہ ذرّے کو چاہے ستارہ کرے وہ اخگر کو الماس پارہ کرے
حبابِ مے ناب تبخالہ ہو ہر اک شیشہ، آتش کا پرکالہ ہو

حمد کی دس ابیات کے بعد صرف یہ ایک بیت نعت شریف کی بھی ہے ؎

محمدؐ سے جلوہ ہے اس نور کا کہ جس سے بڑھا مرتبہ طور کا

عشق کی تعریف میں چودہ ابیات لکھنے کے بعد اصل داستان بیان کی گئی ہے ؎

اختتام:- کروں مختصر طول ہے داستاں طبیعت کا بھی ہو چکا امتحاں
خلاصہ کیا میں نے سب انتخاب نکالا ستاروں سے یہ ماہتاب
کیا طبع موزوں نے قصہ یہ طے زمانہ پہ اظہر من الشمس ہے

ترقیمہ:- تمت تمام شد۔ بتاریخ دوئم شہر صفر ۱۲۸۹ھ از دست نخوبی باتمام رسید

پروفیسر محمد اعظم
ایم۔ اے (عثمانیہ)

مولوی صاحبؒ

مولوی عبدالحق نے اپنی اکثر تحریروں میں بڑے آدمیوں کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جو پیدائشی بڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اپنی محنت اور کوشش سے بڑے بن جاتے ہیں۔ تیسرے وہ جن کے سر محض بخت و اتفاقات بڑائی چیپ دیتے ہیں۔ اگر ہم اس معیار کو خود ان کی ذات پر منطبق کریں تو دیانتداری اور انصاف پسندی کے ساتھ ہمیں یہ اعتراف کرنا پڑےگا کہ مولوی صاحب کا تعلق نہ تو پہلی قسم سے تھا اور نہ تیسری قسم سے۔ یعنی اگرچہ وہ دستِ قدرت سے ایک اوسط دل و دماغ لے کر آئے تھے لیکن محض اپنی سعی و محنت اور مسلسل جدوجہد سے انہوں نے وہ مقام حاصل کر لیا۔ جو ہمارے معاشرے میں بہت کم اہلِ قلم کو میسّر آسکا۔

وہ ایک معمولی درجہ سے اُٹھے اور نہایت اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے۔ نہ اس لئے کہ دستِ قدرت نے انہیں کوئی پیدائشی "جی نی یس (GENIUS)" بنایا تھا۔ اور نہ اس لئے کہ محض بخت و اتفاق نے انہیں اس رتبہ پر پہنچایا تھا۔ بلکہ عظمت و شہرت کا یہ مقام انہوں نے اپنی قوتِ بازو سے حاصل کیا اور جہدِ پیہم سے آخر وقت تک اس مسند پر براجمان رہے۔ انہوں نے اپنے ذہنی قویٰ سے ان کی صلاحیت و استعداد کے مطابق پورا پورا استفادہ کیا اور اپنی زندگی کا کوئی لمحہ بیکار نہیں گنوایا۔

کوئی شبہ نہیں کہ کلکِ ازل نے "عمرِ جاویدہ" کی پہلی قسط انہیں ان کی زندگی ہی میں عطا کر دی تھی۔ جس کا سلسلہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد سے شروع ہو کر ملکۂ ایلزبتھ کے دورِ حکومت تک جاری رہا۔ اور اس طرح مولوی صاحب کی آنکھوں نے تاریخِ عالم کی سب سے زیادہ حیرت انگیز صدی کے انقلاب و ارتقار کا ایسا تفصیلی جائزہ لیا جو ہمارے بہت کم ادیبوں کا مقدر تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ محض اسی طویل مدّت کے سر اُن کی کامیابی کا سہرا تھا۔ نہیں! بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی صاحب کی کامیابی کا راز ان دو امور میں مضمر ہے۔

پہلے تو یہ کہ انہوں نے اپنے مزاج و طبیعت کا صحیح اندازہ کر کے اپنے لئے زندگی کا ایک خاص نصب العین متعین کیا۔ جو

نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔ اور پھر آخر دم تک نہایت عزم و استقلال کے ساتھ اُس نصب العین کے حصول میں کوشاں رہے۔

انسان کے مذاق و طبیعت کے بنانے میں اس کے ماحول کو بڑا دخل ہے۔ ماحول، فطرت کے تقاضوں کو بدل تو نہیں سکتا لیکن فطری رجحانات کو جلا و تربیت دینے میں اس کا کردار مسلّم ہے۔ خوش قسمتی سے مولوی عبدالحق کو ابتدا ہی سے ایسا ماحول ملا جو ان کے طبعی رجحان کے عین مطابق اور ان کی فطری صلاحیتوں کے لئے نہایت سازگار تھا۔ جس زمانے میں وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے علی گڑھ پہنچے ہیں۔ وہ درحقیقت علی گڑھ کالج کا دورِ زرّیں تھا۔ جس کی نظیر جامعہ علی گڑھ کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ بالخصوص اردو زبان و ادب کے نقطۂ نظر سے اگر اُس وقت کے علی گڑھ کو "گہوارۂ اردو" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ "سرسید اسکول" اور اردو کے عناصرِ خمسہ جن سے آج اردو ادب عبارت ہے۔ یہ تمام اہلِ قلم اسی علمی میکدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ جس کا پیرِ مغاں سرسید کو کہنا چاہیئے غرض اس وقت علی گڑھ کے در و دیوار سے علم و ادب کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور اس ماحول میں مولوی عبدالحق جیسے ہونہار ادیب کے لئے ذہنی ارتقا کے بے انتہا امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کی جو تحریریں مولوی عبدالحق کے قلم سے نکلی ہوئی اب دستیاب ہو رہی ہیں ان پر سرسید اسکول کے اسلوب کا ایسا گہرا اثر پایا جاتا ہے کہ بعض دفعہ اُن پر تہذیب الاخلاق کے مضامین کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔

غرض سرسید کے دامنِ تربیت اور حالیؔ اور شبلیؔ کے فیضانِ صحبت سے نکل کر مولوی عبدالحق نے (جو اس زمانہ میں صرف عبدالحق تھے) سیدھے سرزمین دکن کا رخ کیا۔ عروس البلاد بلدۂ حیدرآباد اُس وقت سارے ہندوستان کے اہلِ فضل و کمال کا ملجا و ماوا تھا۔ جہاں اعلیٰ حضرت غفراں مکاں نواب میر محبوب علی خاں کی داد و دہش کی گنگا بہہ رہی تھی۔ اور اس کا شہرہ سن کر ہر طرف سے اہلِ فضل و کمال کھنچے چلے آتے تھے۔ چنانچہ جس زمانہ میں مولوی صاحب وہاں پہنچے ہیں اُس وقت وہ سرزمین ہندوستان کے چوٹی کے ادیبوں شاعروں اور مختلف علوم و فنون کے ماہروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اور اس عہد کے مسلم مشاہیر میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہستی ہو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ سلطنتِ آصفیہ کے "دربارِ دُربار" سے وابستہ نہ ہو۔

حالی۔ شبلی۔ نذیر احمد۔ محسن الملک۔ وقار الملک۔ عماد الملک۔ مولوی مشتاق حسین۔ نواب مرزا خاں داغ۔ منشی امیر مینائی۔ غرض سرسید سے لے کر سر علی امام کے زمانہ تک ہندوستان کے مسلمانوں میں جتنی ممتاز شخصیتیں گزری ہیں وہ کسی نہ کسی حیثیت سے اسی خوانِ نعمت کی خوشہ چیں رہی ہیں جن کے دم سے دکن کی سرزمین عہدِ عباسیہ کے بغداد کا نمونہ پیش کر رہی تھی اور علم و ادب کی ان فروزاں شمعوں کی بدولت اطرافِ ہند میں اُجالا ہو گیا تھا۔

بلاشبہ تاریخِ دکن کا یہ دَور ہندوستان میں اسلامی تہذیب و تمدّن کا آخری درخشاں دور تھا۔ جس نے عہدِ مغلیہ کی شان و شوکت اور عہدِ عباسیہ کے علم و حکمت کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ کر دی تھی۔

یہ تھا وہ ماحول جس میں مولوی عبدالحق کے بختِ رسا نے انہیں اوائلِ عمر ہی میں پہنچا دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک نوجوان اور نوخیز ادیب کا ایسے دربار میں بار پانا اور ایسے بزرگ و بلند پایہ ادیبوں کے مجمع میں پہنچنا اور پروان چڑھنا کوئی آسان کام نہ

تھا۔ اب اسے مولوی صاحب کی خوش نصیبی کہیئے یا سلامت روی کہ ان کی نگاہیں وہاں کی دولت و ثروت اور شان و شوکت سے چکا چوند نہیں ہوئیں۔ بلکہ انہوں نے "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے زرّیں اصول سے کام لے کر وہاں کی خوبیوں کو اپنایا۔ اور وہاں کی خرابیوں سے (جو جاہ و امارت کا لازمی نتیجہ ہیں) دامن بچایا۔ انہوں نے وہاں پہنچکر اپنے آپ کو اس نئے ماحول کے بدلتے ہوئے سانچوں میں بڑی خوبی کے ساتھ ڈھال لیا۔ اور ایک معمولی حیثیت سے ترقی کرتے کرتے اپنے معاصرین کی صف اول میں داخل ہوگئے۔ ان کی آنکھوں نے وہاں عروج و زوال کے بہت سے مناظر دیکھے اور طرح طرح کی سیاسی اور سماجی انقلابات کا مشاہدہ کیا۔ اور اس سے ہمیشہ عبرت و نصیحت حاصل کی یہی سبب تھا کہ وہ ہر دور میں کامیاب رہے اور ترقی کا زینہ ہمیشہ ان کے زیر قدم رہا۔ انہوں نے اگر ایک طرف مادی ترقی کی اعلیٰ ترین منزلیں طے کیں تو دوسری طرف اس حکمت کدہ میں علم و ادب کا ایک ایسا چراغ روشن کیا جس کی ضیا باریاں نہ صرف، ان کی زندگی تک قائم رہیں بلکہ آج اُن کے مرنے کے بعد بھی باقی ہیں۔ میری مراد انجمن ترقی اُردو سے ہے جس کا مفصل تذکرہ آگے آئے گا۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے مولوی صاحب حیدرآباد میں سب سے پہلے مدرسۂ آصفیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے مامور ہوئے تھے۔ یہ مدرسہ نواب سر افسر الملک کمانڈر انچیف افواج آصفیہ نے خاص فوجی ملازمین کے بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے لئے قائم کیا تھا۔ جو آبادی سے باہر ایک نہایت وسیع اور پُر فضا میدان میں واقع تھا۔ یہ مدرسہ اور اس کے گرد و پیش کا نظر فریب علاقہ آج بھی موجود ہے جو اپنی شاندار عمارات اور خوشنما مناظر کے باعث بہت مشہور رہے۔ غرض اس مدرسے میں مولوی صاحب کئی سال تک کام کرتے رہے اور بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر ان کی طبیعت میں مناظرِ قدرت سے جو غیر معمولی لگاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ وہ اسی پُر سکون اور پُر کیف ماحول میں ابتدائی عمر بسر کرنے کا نتیجہ ہو۔

مدرسہ آصفیہ کوئی سرکاری مدرسہ نہ تھا۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب وہاں سے سرکار عالی کے سررشتہ تعلیمات میں منتقل ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے صوبۂ اورنگ آباد کے صدر مہتمم تعلیمات (یعنی ڈویژنل انسپکٹر مدارس) اور پھر اورنگ آباد کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ اور آخر یہیں سے وظیفۂ حسن خدمت حاصل کیا۔ اورنگ آباد ریاست حیدرآباد کا ایک نہایت قدیم تاریخی شہر ہے۔ جہاں اورنگ زیب عالمگیر کی بنوائی ہوئی کئی عالیشان عمارتیں اب تک موجود ہیں۔ اُن میں سے رابعہ دُورانی کا مقبرہ بہت مشہور رہے جو بالکل تاج محل کے نمونہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اور اس کے اطراف بہت وسیع اور خوشنما باغ اور متعدد عمارتیں واقع ہیں۔ اسی کے ایک حصہ میں مولوی صاحب فروکش ہوگئے اور یہ جگہ اور اورنگ آباد کی آب و ہوا انہیں اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے یہاں مستقل سکونت کا ارادہ کرلیا۔ اور یہیں انجمن ترقی اردو کا دفتر منتقل کرلیا۔ چنانچہ یہ پہلے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کہلاتی تھی۔ یہ انجمن مولوی صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے جو پہلے بہت چھوٹے پیمانہ سے شروع ہوکر محض مولوی صاحب کی بدولت کل ہند انجمن ترقی اردو بن گئی۔ اور اس کی شاخیں ہندوستان میں قائم ہوگئیں۔

اس انجمن کو حکومتِ سرکارِ عالی کی طرف سے ایک بیش قرار رقم سالانہ امداد کی صورت میں ملتی تھی جس کی وجہ سے اس کے کاروبار میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ اور سینکڑوں نادر و نایاب علمی کتابیں گوشۂ گمنامی سے نکل کر منظرِ عام پر آئیں۔

رسالہ اردو جو انجمن کی طرف سے پہلے ہندوستان اور آخر زمانہ میں پاکستان سے شائع ہونے لگا تھا۔ اس کی ابتدا بھی دراصل اورنگ آباد ہی سے ہوئی تھی۔ جہاں کئی سال تک اس کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ اس رسالہ نے ابتدا ہی سے ہندوستان کے طول و عرض میں جو غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل کی وہ اردو زبان میں نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آج کسی اور رسالہ کو حاصل ہو سکی۔ سرسید کے تہذیب الاخلاق سے لے کر اب تک اردو میں سینکڑوں رسالے نکلے۔ جن میں سے بعض واقعی بڑے قابل قدر رہتے۔ لیکن جو کامیابی رسالہ اردو کو نصیب ہوئی اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا واحد ادبی رسالہ تھا۔ جس نے علم و فن کے تمام اصناف میں سے صرف ایک ادبیات کو اپنے لئے مختص کر لیا تھا۔ اور اس میں ایسے ایسے نادر مضامین تحقیقی مقالے اور بلند پایہ نظمیں شائع کیں جن کا جواب پیش کرنے سے اردو رسائل کی تاریخ قاصر ہے۔

یہی وہ رسالہ ہے جس نے ملک کے کئی ممتاز ادیبوں اور شاعروں کا اردو دان پبلک سے پہلے پہل تعارف کرایا۔ مثلاً مولوی عظمت اللہ خاں کی نظمیں، مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین، حافظ محمود شیرانی کے مقالات اور اختر شیرانی کی بیشتر نظمیں اسی رسالہ کے ذریعہ منظرِ عام پر آئی ہیں۔ اس معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت اور طباعت اور اس کی ظاہری نفاست و خوبی پر جو غیر معمولی توجہ کی جاتی تھی۔ اس کی نظیر صرف یورپ اور امریکہ کے پرچے پیش کر سکتے ہیں۔ کسی ہندوستانی زبان میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

غرض اپنے صوری و معنوی محاسن کے اعتبار سے یہ بلاشبہ اردو زبان کا سب سے بلند پایہ ادبی رسالہ تھا۔ جو صرف مولوی صاحب کی ذاتی کوششوں سے پروان چڑھا۔ اور انہیں کے دم سے قائم رہا۔

اس رسالہ کے پرانے فائلوں میں اردو ادب کے ایسے انمول خزانے دفن ہیں جن کو اگر جمع کر کے از سرِ نو شائع کیا جائے تو ان سے اردو نظم و نثر کے بیش بہا جواہر پاروں کی کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

مولوی صاحب پنشن لینے کے بعد تقریباً دس سال اورنگ آباد میں رہے لیکن اس اثنا میں ان کی آمد و رفت حیدرآباد میں برابر جاری رہی۔ اس زمانہ میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہو چکی تھی۔ جو ہندوستان کی تعلیمی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کا ذریعۂ تعلیم انگریزی کی بجائے اردو قرار دیا گیا تھا۔ اور یہ ہماری تاریخ تعلیم میں وہ انوکھا اور انوکھا آفریں تجربہ تھا۔ جس کی کامیابی کے بارہ میں خود اردو کے بڑے بڑے حامی اور ہوا خواہ سخت مذبذب اور متردد تھے۔ ان حالات میں قدرتاً اس وقت کے اہل الرائے اور اربابِ اقتدار کے لئے مولوی صاحب کی ذات بڑی ہمت اور تقویت کا باعث تھی۔ اور اربابِ متعلقہ ان سے جامعہ کے اکثر اہم معاملات میں صلاح و مشورہ کرتے رہتے۔ اگرچہ مولوی صاحب کا جامعہ

کہ مولوی صاحب کمرۂ جماعت بالخصوص شعر و سخن کے میدان میں کچھ زیادہ کامیاب ثابت نہ ہو سکے مولوی سلیم سنے تو خیر اُن کا مقابلہ ہی کیا ویسے بھی وہ تعلیم و تدریس کے فرائض کما حقہٗ انجام نہ دے سکے اور "یک سر و ہزار سودا" کے مصداق رہے۔ البتہ اس کی تلافی انہوں نے اعلیٰ ریسرچ کے میدان میں کر دی۔ یعنی ایم اے اور پی ایچ ڈی وغیرہ کی جماعتوں میں جو طلبا ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے اُن کے سامنے آتے اور ان کی نگرانی میں اپنے مقالوں کی تکمیل کی مولوی صاحب نے ان کی رہنمائی میں خاطر خواہ حصہ لیا۔ اس سلسلہ میں شیخ چاند مرحوم کا نام بطور خاص قابلِ ذکر ہے۔ جنہوں نے "سودا" کے عنوان سے اپنا بیش بہا مقالہ خاص مولوی صاحب کی نگرانی میں تیار کیا تھا۔ یہ مقالہ آج بھی مرزا رفیع "سودا" کے سوانح حیات اور کلام پر حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے اس طرح جن طلبا کو مولوی صاحب کی رہنمائی میں ریسرچ کا کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ نہ صرف اپنی دااب علمانہ زندگی میں بڑے کامیاب رہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی علم و ادب کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔ البتہ کالج کی ابتدائی جماعتوں میں طلبا کو زیادہ تر اپنے ذاتی مطالعہ اور محنت پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ وہاں مولوی صاحب اپنے شاگردوں سے نصابی کتابوں کی بجائے عموماً اِدھر اُدھر کی باتیں کیا کرتے تھے لیکن ان کی یہ عام گفتگو بھی نہ صرف بڑی دلچسپ ہوتی بلکہ بعض اوقات اس میں زبان و ادب کے کئی نکتے بھی حل ہو جاتے تھے۔ مثلاً ایک بار کمرۂ جماعت میں کچھ ذکر نکلا کہ بعض لوگ اُردو میں انگریزی کے محاورے، ترکیبیں اور اندازِ بیان جا و بے جا اختیار کر لیتے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے خود اپنا ایک نہایت دلچسپ واقعہ سنایا، فرمانے لگے ایک بار میں ریل میں سفر کر رہا تھا کہ ایک صاحب جو بظاہر انگریزی داں بلکہ انگریز زدہ معلوم ہوتے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے "کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں"؟ میں نے جواب دیا "جی ہاں۔ آپ پوچھ سکتے ہیں"۔ یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا، اس پر خدا جانے انہوں نے دل میں کیا خیال کیا کہ وہ بھی خاموش ہو گئے اور بات ختم ہو گئی"۔

یہ لطیفہ سُن کر ہم طلبا ربے اختیار ہنسنے لگے۔ اور ہم میں سے کسی نے پوچھا، مولوی صاحب! تو آخر آپ نے انہیں اپنا نام بتایا کیوں نہیں۔ اس پر کہنے لگے۔ بھئی! یہ کون سا اندازِ گفتگو ہے؟ ہماری زبان میں اس طرح نہیں کہتے۔ بلکہ اس طرح کہتے ہیں۔ "آپ کا اسم شریف؟ جناب کا نام وغیرہ؟ ان صاحب نے کہا۔ کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟ یہ بالکل لفظی ترجمہ ہے۔

May I ask your name?

کا۔ پس میں نے جواب دیا "جی ہاں آپ پوچھ سکتے ہیں"۔ پھر نہ انہوں نے پوچھا نہ میں نے بتایا۔ غرض یہ لطیفہ ہم لوگوں کو اسقدر پسند آیا کہ ہم اسے اکثر آپس میں دہراتے اور ہنسی مذاق کرتے رہتے۔

ویسے تو طبعاً مولوی صاحب کم سخن تھے۔ لیکن جب بولنے پر آتے تو بڑے مزے کی باتیں کرتے اور ان کی گفتگو ظرافت و مزاح کی بڑی دلکش چاشنی ہوتی تھی۔ لیکن یہ اتنی ہی ہوتی جتنی کہ کھانے میں نمک۔ جو حال ان کی تقریر کا تھا وہی اُن کی تحریر کا تھا ان کی تحریر کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی سادگی و شوخی تھی۔ اور یہ شوخی کبھی حدِ اعتدال سے متجا

عثمانیہ کی تاسیس سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ پہلے تو اس کے لئے راہ ہموار کی۔ اور پھر اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے کام لے کر حکومت کے اربابِ حل و عقد کو ایسے عظیم الشان اور معرکۃ الآرا تجربہ کے لئے تیار کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی سینٹ اور سنڈیکیٹ کے اکثر اراکین مثلاً سر راس مسعود۔ سر اکبر حیدری اور مہاراجہ سرکشن پرشاد وغیرہ پر مولوی صاحب کا بڑا اثر تھا۔ اور انہوں نے اپنے اُن اثرات سے یونیورسٹی کے معاملات سلجھانے اور اُس کے کاروبار کو فروغ دینے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ غرض اس سلسلہ میں مولوی صاحب اورنگ آباد سے اکثر حیدرآباد آتے جاتے رہتے تھے۔ اس طرح اس وقت جامعہ عثمانیہ اور اس کے دارالترجمہ میں مختلف علوم و فنون کے جو باکمال اطرافِ ہند سے آکر جمع ہوگئے تھے ان سب سے مولوی صاحب کے بڑے گہرے تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ مثلاً مولانا عبداللہ عمادی۔ منشی عنایت اللہ (فرزند شمس العلماء منشی ذکاء اللہ) مرزا ہادی رسوا۔ جوش ملیح آبادی مولوی مناظر حسن گیلانی۔ مولوی ابوالخیر مودودی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ اور مولوی وحیدالدین سلیم وغیرہ۔ آسمانِ علم و فضل کے یہ درخشندہ ستارے کہکشاں کی طرح حیدرآباد کی علمی فضا پر پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن خوش قسمت لوگوں نے اس وقت کی علمی معرکہ آرائیوں اور ادبی محفلوں کے یادگار مناظر دیکھے ہیں۔ وہ انہیں مدت العمر فراموش نہیں کرسکتے مولوی عبدالحق باوجودیکہ اس وقت جامعہ عثمانیہ کے باقاعدہ ارکین میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ پھر بھی انہیں جامعہ کے اس نظامِ شمسی میں ایک درخشاں ستارے کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ اکثر ان علمی مجلسوں کی دلچسپ نوک جھوک میں شریک رہتے تھے۔ جامعہ عثمانیہ کے تمام شعبوں میں شعبۂ اردو کو جو غیر معمولی شہرت حاصل تھی۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اس لئے اس عہدہ پر بڑے غور و خوض کے بعد مولوی وحیدالدین سلیم کا تقرر عمل میں لایا گیا تھا۔ جو فی الواقع نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ مولوی سلیم نہ صرف ایک متبحر عالم اور مستند زبان دان تھے بلکہ بحیثیت معلم و مدرس بھی وہ نہایت کامیاب ثابت ہوئے۔ اگر انہیں پیدائشی مدرس کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ جس زمانہ میں وہ جامعہ عثمانیہ میں تھے اُس وقت اُن کی عمر پچاس ساٹھ سال سے کم نہ تھی۔ لیکن اس وقت بھی یہ عالم تھا کہ جب وہ ایک شانِ استغنا کے ساتھ کمرۂ جماعت میں داخل ہوتے اور بے تکلفی سے کرسی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے تو بس یہ معلوم ہوتا کہ صاحبقراں شہاب الدین شاہ جہاں اپنے تختِ طاؤس پر جلوہ افروز ہے۔ وہ بلا کے ذہین و طباع اور بذلہ سنج و لطیفہ گو تھے اور ان کی خوش گفتاری اور حاضر جوابی کا یہ عالم تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ جس وقت وہ دیوانِ غالب پڑھانے بیٹھتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ اور گویا خود غالب کا یہ شعر اُن کے حسبِ حال ہو جاتا ؎

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
جاں کالبدِ صورتِ دیوار میں آوے

غرض قیامِ جامعہ عثمانیہ سے لے کر تقریباً چودہ پندرہ سال تک شعبۂ اردو کی صدارت پر فائز رہنے کے بعد جب

مولوی سلیم نے وفات پائی تو اُن کے جانشین کا مسئلہ حکومت کے لئے درد سر بن گیا۔ کیونکہ علم و فضل کے اس اکھاڑے میں بہت سے سورما اس عہدۂ جلیلہ کے امیدوار بن کر کود پڑے تھے۔ آخر کار بڑے غور و فکر کے بعد مولوی عبدالحق کا تقرر اس خدمت پر ہو گیا۔ حالانکہ از روئے قواعد کسی ایسے شخص کا تقرر دوبارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو ایک بار پنشن پا چکا ہو۔ لیکن بارگاہِ خسروی کی ایک جنبشِ قلم نے قواعد و ضوابط کے سب قیود و بند توڑ دیئے اور مولوی صاحب کا تقرر سابقہ وظیفہ کے علاوہ ایک بیش قرار مشاہرہ پر ہو گیا۔

اس ضمن میں مولوی صاحب کے طرزِ تدریس کے بارہ میں بھی کچھ سنتے چلئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے متعلق کچھ کہنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جو ہم میں موجود نہ ہو اور جس کی صرف یاد ہمارے دلوں میں عزت و احترام کے ساتھ باقی رہ گئی ہو۔ یہ مشکل اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، جب کہ درمیان میں شاگردی اور اُستادی کا تعلق بھی آجائے۔ اور اس طرح خطائے بزرگان گرفتن خطا است، کا ایک اور پھندا کہنے والے کے گلے میں پڑ جائے۔ ایسی صورتوں میں بعض سوانح نگار حقیقت کے اظہار سے کترانے لگتے ہیں۔ اور اپنے ہیرو کی جا و بے جا قصیدہ خوانی شروع کر دیتے ہیں۔ جو ادبی منصب اور ذہنی دیانت کے خلاف ہے۔ اس لئے حقیقت کا اظہار ضروری ہے۔ خواہ یہ حقیقت قدرے تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ مولوی صاحب تعلیم و تدریس کے لئے کچھ تو فطرتاً ناموزوں واقع ہوئے تھے اور کچھ حالات نے انہیں ناموزوں بنا دیا تھا۔ وہ اپنی افتادِ طبیعت کے لحاظ سے ایک ادیب۔ ایک محقق اور ایک اسکالر تھے۔ جن کا اوڑھنا بچھونا مطالعۂ کتب اور ریسرچ کا کام تھا۔ قدیم کتابوں اور نایاب مخطوطات کا انہیں بے حد شوق تھا۔ اور اُن کے ذاتی کتب خانہ میں ایسی بے شمار کتابیں موجود تھیں جن کے درمیان وہ صبح سے شام تک بیٹھے رہنے کے عادی ہو گئے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر اکثر رابرٹ سدرے (ROBERT SOUTHEY) کی مشہور نظم (THE SCHOLAR) یاد آجاتی ہے جس میں وہ کہتا ہے۔

MY DAYS AMONG THE DEAD ARE PAST,
AROUND ME I BEHOLD,
WHERE'ER THESE CASUAL EYES ARE CAST,
THA MIGHTY MINDS OF OLD
MY NEVER FAILING FRIENDS ARE THEY,
WITH WHOM I CONVERSE DAY BY DAY.

ایسے شخص کو اس کے محبوب عزلت کدہ سے نکال کر کالج کی چار دیواری میں پہنچا دینا بڑی ستم ظریفی تھی اور اس پر مزید ستم ظریفی وہ انتظامی جھگڑے اور درباداری کی الجھنیں تھیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ

نہ ہونے پاتی، ان کی تحریروں میں جو سادگی، روانی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ وہ دراصل ان کی فطرت کی آئینہ داری کرتی ہے کہ اسٹائل حقیقت میں مصنف کی فطرت کا ایک آئینہ ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی اکثر تحریروں میں سادگی بیان کو اسٹائل کی بڑی خوبی قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:۔ "سادگی کمال صناعی ہے سادہ زبان لکھنا آسان نہیں۔ سادہ زبان لکھنے کے یہ معنی نہیں کہ آسان الفاظ جمع کر دیئے جائیں۔ ایسی تحریر سپاٹ اور بے مزہ ہوگی۔ سلاست کے ساتھ لطفِ بیان اور اثر بھی قائم رہنا چاہیئے۔ یہ صرف باکمال ادیب ہی کا کام ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ زبان پر پوری قدرت ہو اور اس کے ساتھ موضوعِ تحریر پر بھی کافی وسیع اور گہری نظر ہو"۔ یہ تمام خوبیاں خود مولوی صاحب کی تحریریں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں اور اُن کا اسٹائل اس معیار پر لفظ بہ لفظ پورا اترتا ہے۔ الفاظ کا صحیح اور برمحل استعمال کوئی مولوی صاحب سے سیکھے۔ اُن کی تحریر میں عربی فارسی اور ہندی الفاظ کا ایسا مناسب و موزوں امتزاج پایا جاتا ہے کہ ہر لفظ نگینہ کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں زبان اور طرزِ بیان کے نت نئے انداز اور ہر دم بدلتے ہوئے تقاضوں کے باوجود مولوی صاحب کا اسلوبِ نگارش ایک لاٹ کی طرح اپنی جگہ گڑا رہا اور روشنی کے مینار کی طرح نوآموز ادیبوں کی رہنمائی کرتا رہا۔ اور یہی بہ حیثیت ادیب ان کی غیر فانی شہرت و مقبولیت کا راز ہے۔

مولوی صاحب کے متعلق کسی نقاد کا قول ہے کہ اگر وہ ساری عمر مقدمہ بازی میں صرف نہ کر دیتے تو اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت بڑے اہم علمی کام انجام دے سکتے تھے"، اس قول میں صداقت ہو یا نہ ہو مگر اتنا ضرور ہے کہ مولوی صاحب کی تنقیدی صلاحیت ان کی تخلیقی قوت پر غالب تھی۔ اور اسی سبب سے وہ فطرتاً ادیب سے زیادہ نقّاد بننے کے لئے موزوں تھے۔ چنانچہ ان کے ادبی کارناموں سے قطعِ نظر خالص تنقید کے میدان میں جو بیش بہا ذخیرہ انہوں نے یادگار چھوڑا ہے وہ جب تک اردو زبان باقی ہے اُس وقت تک اُن کا نام زندہ رکھے گا۔ اور ہمیشہ ان کا شمار اُردو ناقدین کی صفِ اول میں ہوگا۔۔

ان کی تنقیدیں کیا بلحاظ نفسِ مضمون۔ کیا بہ اعتبار وسعت و جامعیّت اور کیا بحیثیت زبان و اندازِ بیان نہایت بلند پایہ اور معیاری ہیں۔ اُن کی نظر بڑی گہری، اُن کی رائے نہایت بے لاگ۔ اُن کے استدلال جچے تلے اور اُن کا طرزِ ادا سلجھا ہوا ہوتا ہے۔ فنِ تنقید میں اِن تمام صفات کا یکجا ہونا بہت مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خصوصیات کا حسین امتزاج مولوی صاحب کے یہاں پایا جاتا ہے اُن کے معاصرین تو کجا اردو نقادوں کی طویل فہرست میں بھی شاید ہی کہیں مل سکے۔

مولوی صاحب عثمانیہ یونیورسٹی میں تقریباً آٹھ دس برس بحیثیت صدر شعبہ اردو کارگزار رہے۔ اس اثناء میں وہ نہ صرف صدارتِ شعبہ کے فرائض انجام دیتے تھے بلکہ جامعہ کی اکثر انتظامی مجلسوں میں بھی شرکت کرتے اور دارالترجمہ کی وضع اصطلاحات کی کمیٹیوں میں برابر شریک رہتے۔ اس کے علاوہ وہ انجمن ترقی اُردو کے روز افزوں کاروبار کی نگرانی

کرتے اور رسالہ اردو کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے - اس طرح وہ ایک سر و ہزار سودا کے مصداق تھے۔ غرض آٹھ دس برس تک ایسی ہنگامہ خیز زندگی گزار کر وہ خود اپنی خواہش پر جامعہ عثمانیہ کی ملازمت سے سبکدوش ہوگئے - لیکن شاید اس وقت خود ان کے ذہن میں بھی یہ بات نہ ہو کہ ان کی آئندہ زندگی میں اس سے بھی زیادہ ایک ہنگامہ خیز دور آنے والا تھا - جو طرح طرح کے افکار و آلام سے بھرا ہوا تھا - یہ وہ زمانہ ہے جبکہ ہندوستان میں نہ صرف کانگریس اور مسلم لیگ کے سیاسی اختلافات کی خلیج روز بروز وسیع تر ہوتی جا رہی تھی - بلکہ اردو ہندی کا جھگڑا بھی ایک سیاسی قضیہ کی صورت اختیار کر رہی تھی - اور جوں جوں آزادی کا زمانہ قریب آ رہا تھا - ہندوستان کی قومی زبان کا مسئلہ نہایت اہمیت اختیار کرتا جاتا تھا - اس وقت مولوی صاحب نے اس کا پوری طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر ہندوؤں کی اردو دشمنی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا گیا تو ہندوستان میں اردو زبان کا مستقبل بہت تاریک ہوگا - چونکہ اب یہ مسئلہ علمی بحث کی سرحدوں سے نکل کر سیاسی حدود میں داخل ہوگیا تھا اور ریاست حیدرآباد میں رہ کر اس تحریک کا چلانا خلاف مصلحت تھا - اس لئے مولوی صاحب نے یہ فیصلہ کر لیا کہ انجمن ترقی اردو کا دفتر اورنگ آباد سے دہلی منتقل کر دیا جائے - اور اس کی شاخیں سارے ہندوستان میں کھول دی جائیں - لیکن اس تحریک کی تنظیم کو وسیع بنیاد پر کرنے میں بڑی دشواری یہ تھی کہ انجمن کو جو گرانقدر سالانہ امداد ریاست سے مل رہی تھی اس کے مسدود ہو جانے کا اندیشہ تھا - یہ ایسی دشواری تھی جس کا حل تلاش کرنا کسی اور کے بس کی بات نہ تھی - لیکن مولوی صاحب کے ناخن تدبیر نے اس عقدے کو بھی وا کر دیا - اس زمانہ میں سر اکبر حیدری (نواب حیدر نواز جنگ) ریاست کے وزیر اعظم تھے - اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا - مولوی صاحب کے ان سے بڑے اچھے مراسم تھے - چنانچہ انہوں نے سر اکبر کو تمام نشیب و فراز سمجھا کر اس پر آمادہ کر لیا کہ انجمن کا صدر دفتر دہلی منتقل کر لیا جائے - اور اس کی سالانہ امداد بھی برقرار رہے - یہ اتنی بڑی کامیابی تھی جس کی شاید خود مولوی صاحب کو بھی توقع نہ ہو - بہر حال جب حکومت کی طرف سے اس کی منظوری حاصل ہو گئی تو مولوی صاحب نے انجمن کا صدر دفتر دہلی منتقل کر کے زور شور کے ساتھ اردو کا پرچار شروع کر دیا - اب انہوں نے رسالہ اردو کے علاوہ "ہماری زبان" کے نام سے ایک پندرہ روزہ اخبار اردو کی حمایت اور ترقی و اشاعت کی غرض سے جاری کیا اور اردو کو ہندوستان کی مشترکہ قومی زبان بنانے کے لئے قلمی معرکہ آرائی شروع کر دی -

اس سلسلہ میں کئی سال تک انہیں جو جد و جہد کرنی پڑی اور جس مجنونانہ جوش و خروش سے انہوں نے اس پیرانہ سالی میں تن تنہا چوٹی کے ہندو لیڈروں کا مقابلہ کیا اور ان کے منظم و متحد محاذ کے خلاف یہ غیر مساویانہ جنگ جاری رکھی - وہ انہیں کا حق تھا - ان کارناموں کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے ایک دفتر چاہیئے - اس مختصر سے مضمون میں اس کی گنجائش نہیں - غرض مولوی صاحب کی یہی وہ خدمات تھیں - جنہوں نے آگے چل کر انہیں قوم سے بابائے اردو کا خطاب دلایا - اور شہرت عام اور بقائے دوام کا خلعت بخشا -

بالآخر ۱۹۴۷ء کی وہ نازک ساعت آپہنچی جس کی خونچکاں داستان آئندہ مورخ کا قلم سیاہی کی بجائے خون کی سرخی سے لکھے گا۔ اس وقت مولوی صاحب نے یہ تلخ حقیقت محسوس کرلی۔ کہ ہندو مسلم اتحاد اور ایک مشترکہ قومی زبان کا وہ خوابِ شیریں جو وہ عمر بھر دیکھتے رہے تھے۔ اب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ انہیں ہر محاذ پر شکست ہوئی تھی۔ ان کا گھر بار لوٹا گیا۔ ان کے دوست احباب مارے گئے۔ ان کا وہ نادر اور قیمتی کتب خانہ جو انہیں جان سے زیادہ عزیز تھا۔ نذرِ آتش کیا گیا۔ خیر انہوں نے یہ سب سختیاں جھیلیں مگر ان کا حاصلِ عمر یعنی اردو زبان، جب اُسے ہندوستان کی تنگ نظر اور فرقہ پرست جماعت نے دودھ کی مکھی کی طرح ملک سے نکال پھینکا۔ محض اس لئے کہ وہ اُن کے دل میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کی یاد تازہ کرتی تھی تو مولوی صاحب اُسے برداشت نہ کرسکے اور ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح دہلی سے نکل کر کراچی کا رُخ کیا۔

خیال تھا کہ شاید پاکستان آکر انہیں کچھ دماغی سکون نصیب ہو۔ مگر افسوس کہ یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ ہندوستان میں مولوی صاحب کو صرف ذہنی و روحانی تکلیف پہنچ رہی تھی۔ مادی آسائشوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ پاکستان آکر یہ بھی ختم ہوگئیں۔

انہیں حکومت حیدرآباد سے جو ذاتی پنشن اور انجمن کو جو گرانقدر سالانہ امداد مل رہی تھی وہ یکسر بند ہوگئی تھی۔ اُن کی تمام املاک اور نقد و جنس ہندوستان میں رہ گئی۔ تقسیمِ ہند کے بعد جو افراتفری پھیلی اس کا سب سے زیادہ اثر کراچی پر پڑا تھا۔ کیونکہ مہاجرین کی بیشتر تعداد یہیں آکر ٹھہر گئی تھی۔ اور اس کی وجہ سے یہاں عجب طرح کی کس مپرسی اور بے سرو سامانی کا عالم تھا۔ اسی بے سرو سامانی کے دامن میں مولوی صاحب کو بھی آکر پناہ لینی پڑی۔ اور کئی سال تک وہ عجیب کس مپرسی کے عالم میں پڑے رہے۔ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال کے قریب ہوچکی تھی۔ اور قدرتاً اُن کے قویٰ سختیاں برداشت کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔ لیکن پھر بھی مولوی صاحب ان مادی آسائشوں کے فقدان سے اس قدر بد دل اور پریشان نہ تھے۔ جتنے کہ اردو کی کس مپرسی اور ناقدری سے۔

وہ بجا طور پر یہ توقع لے کر آئے تھے کہ اس اسلامی مملکت میں اردو کا بول بالا ہوگا۔ اور جس طرح ہندی نے دیکھتے دیکھتے ہندوستان کے طول و عرض سے انگریزی کو نکال کر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ اسی طرح پاکستان میں اُردو کی عملداری ہوگی لیکن پاکستان اس وقت ایک بڑے پُرآشوب دور سے گزر رہا تھا۔ قائدِ اعظم اور قائدِ ملت جنہوں نے نہایت واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا تھا۔ کہ "پاکستان کی اگر کوئی مشترکہ قومی زبان ہوسکتی ہے۔ تو وہ اردو اور صرف اردو ہے" قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ دونوں معمارِ پاکستان چند ہی سال کے اندر اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ ان کے بعد اس مملکتِ خداداد پر ابتلا و آزمائش کا ایک ایسا دور آیا کہ ہر ایک آپا دھاپی میں پڑ گیا۔ اور کسی کو دوست دشمن کا ہوش نہ رہا۔ اس طوفانِ بے تمیزی میں اُردو کی کشتی بغیر لنگر اور ناخدا کے تھپیڑے کھاتی ڈگمگاتی رہی اور بیچارے مولوی صاحب کنارے

پر کھڑے حسرت و یاس کے ساتھ اس کی بربادی کا تماشہ دیکھتے رہے۔ وہ سب سے قیمتی دولت جو انہیں جان سے زیادہ عزیز تھی - یار و اغیار کے پیروں تلے روندی جا رہی تھی - اور وہ چیخنے چلانے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتے تھے - یہ بھی عجیب پُر آشوب دَور تھا - جو پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا - روز ایک نئی حکومت برسرِ اقتدار آتی - اور ایک نئی پالیسی رو بہ عمل لاتی بمصداق " ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت" ملک میں صوبہ داریت نے سر اٹھایا اور ہر علاقائی زبان نے کوس لمن الملکی بجایا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کا طوقِ غلامی جوں کا توں ہماری گردنوں میں پڑا رہا - یہ سب سے بڑا صدمہ تھا - جو آخر عمر میں اُردو کے اس دیرینہ سال عاشقِ زار کو پہنچا -

مملکتِ خداداد پاکستان تقریباً دس برس تک موت و حیات کی اس کش مکش میں مبتلا تھی - کہ یکا یک پردۂ غیب سے ایک مسیحا نفس نمودار ہوا - جس نے اس تنِ بے جانِ ملّت میں ایک نئی روح پھونکی اور ہر شعبۂ زندگی میں اصلاح و ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوا - اس نے اگر ایک طرف ملک کے مالی اور سیاسی استحکام کی تدبیریں سوچیں - تو دوسری طرف اہلِ فضل و کمال کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں طرح طرح کے انعام و اعزاز سے سرفراز کیا - اسی زمرہ میں مولوی صاحب بھی شریک تھے - جن کے بختِ خفتہ نے پھر ایک بار کروٹ لی - مگر افسوس کہ وہ اس قدردانی سے زیادہ عرصہ تک مستفید نہ ہو سکے - اور اُن کی صحت روز بروز خراب ہونے لگی - جب صدر مملکت کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے مولوی صاحب کو اپنے مہمان کی حیثیت سے بلا کر کوہ مری کے فوجی ہسپتال میں زیرِ علاج رکھا - اور خود ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے - یہ ایسا اعزاز تھا جو ہمارے ملک میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے - لیکن مولوی صاحب کا آخری وقت آن پہنچا تھا - انہیں کوہ مری میں علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا اس لئے وہ پھر واپس کراچی لائے گئے اور یہاں دوبارہ صدر کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے نیوی کے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے - اور آخر ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء کی صبح داعیٔ اجل کو لبیک کہا - انا للّٰہ و انا الیہ راجعون -

پاکستان میں مولوی صاحب کا بیشتر زمانہ اگرچہ نامساعد حالات میں گزرا - لیکن پھر بھی اُردو کی جو لگن ان کے دل میں تھی - اس نے انہیں یہاں چین سے نہ بیٹھنے دیا - مالی پریشانیوں، پیرانہ سالی کی صعوبتوں اور بعض ذاتی مخالفتوں کے باوجود انہوں نے یہاں آخر وقت تک نہ صرف انجمن ترقی اردو کے کام کو فروغ دیا - بلکہ ایک اردو کالج بھی قائم کیا - جس کا ذریعۂ تعلیم اُردو ہے - اس کالج کے قائم کرنے اور حکومت سے اُسے تسلیم کرانے میں انہیں بڑی دشواریاں پیش آئیں - اور سخت جدو جہد کرنی پڑی - مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور آخر اس کام کو پورا کر کے چھوڑا - البتہ ایک چیز جو ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی - انہیں جیتے جی حاصل نہ ہو سکی - اور وہ تھی اردو یونیورسٹی جس کے لئے وہ آخر دم تک کوشاں رہے - ان کا خیال تھا کہ پاکستان میں عثمانیہ یونیورسٹی کے طرز پر ایسی خود مختار یونیورسٹی قائم کی جائے - جس کا ذریعۂ تعلیم اردو ہو اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ملک سے نہ صرف کئی بار تحریری اپیلیں کیں بلکہ . . . .

.... بذاتِ خود مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور اس کے لئے چندہ فراہم کیا مگر افسوس کہ موت نے انہیں مہلت نہ دی۔ اور اُن کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا ؎

عاقبت منزل ما وادیٔ خاموشاں است　　حالیہ غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

مولوی صاحب کی عمر انتقال کے وقت تقریباً نوے یا نوے سال تھی۔ اور مرض الموت میں مبتلا ہونے تک اُن کی صحت قابلِ رشک رہی۔ کوئی شبہ نہیں کہ انہیں قدرت کی طرف سے بڑے اچھے قویٰ عطا ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس قدرتی عطیہ کی نگہداشت بھی بڑے ہی حزم و احتیاط کے ساتھ کی تھی۔ وہ اپنے اوقات کے سخت پابند تھے۔ اور قوانینِ صحت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ صبح خیزی اور علی الصبح تفریح کے ابتدا سے عادی تھے۔ اور آخر عمر تک وہ اس پر سختی سے کاربند رہے وہ صبح سویرے ...... بڑی دور دور تک پیدل نکل جاتے اور جہاں تک ممکن ہوتا تفریح کے لئے ایسے پُرسکون اور پُرفضا مقامات انتخاب کرتے جس سے ...... اُن کے جمالیاتی ذوق کی بھی تسکین ہو سکے۔ کھانے پینے میں بھی مولوی صاحب بہت محتاط تھے۔ انہیں مرغن اور پُرتکلف غذاؤں سے سخت چڑ تھی، اسی لئے وہ اکثر دعوتوں میں شرکت سے گریز کرتے۔ حیدرآباد میں ایک دفعہ راقم نے انہیں اپنے یہاں مدعو کیا۔ تو انہوں نے شرط یہ رکھی کہ کھانا سیدھا سادہ ہو۔ اور مرغن غذائیں نہ ہوں۔ فرمانے لگے کہ "ساری فساد کی جڑ یہ ہماری دعوتیں ہیں۔ ہم لوگوں کی ایک دعوت عمر کے کئی سال گھٹا دیتی ہے"۔ البتہ پھلوں کا وہ بکثرت استعمال رکھتے تھے۔ اور بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ ایام طالب علمی میں میں نے گاندھی جی کی مشہور کتاب، A guide to Health کا ترجمہ کیا تھا۔ جس میں انہوں نے غذا کے مسئلہ پر بڑی طویل بحث کی ہے۔ اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان کے لئے سب سے زیادہ قدرتی اور بہترین غذا پھل ہیں۔ جب میں نے اس ترجمہ کی ایک کاپی مولوی صاحب کو دی تو وہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ حالانکہ گاندھی جی کے ان خیالات کا ہمارے اکثر مسلمان احباب مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ لیکن مولوی صاحب نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور رسالہ اُردو میں خود اپنے قلم سے اس پر بڑا اچھا ریویو لکھا۔

غذا کی طرح لباس بھی مولوی صاحب کا بڑا سیدھا سادا ہوتا تھا۔ وہ اکثر کھدر پہنا کرتے۔ کھدر کا کرتہ۔ کھدر کا پائجامہ اور کھدر کی شیروانی۔ قیمتی اور پُرتکلف لباس میں انہیں بہت کم دیکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وضعداری بھی ان کی خاص صفت تھی۔ وہ اپنے لباس، عادات و اطوار اور طرزِ معاشرت میں قدیم تہذیب کے سخت پابند تھے۔ اور باوجودیکہ اس ایک صدی کی مدت میں ہمارے ملک کے زمین آسمان بدل گئے۔ مگر نہ بدلے تو مولوی صاحب۔ اُن کے سر پر آخر وقت تک وہی ترکی ٹوپی رہی جو شاید انہوں نے علی گڑھ سے پہننا شروع کی تھی۔ اسی طرح شیروانی کے سوا انہوں نے کبھی کوئی اور لباس استعمال نہیں کیا اسی وجہ سے اُن کی ظاہری حالت کا نقشہ ایک طرح سے بالکل پیٹنٹ ہو گیا تھا۔ وہی کتھئی رنگ کی ترکی ٹوپی۔ وہی کھدر کی شیروانی۔ وہی گھنی سفید داڑھی جو اُن کی شیروانی کی طرح ہمیشہ سفید ہی رہی کم سے

کم ہم نے جب سے دیکھا اسے سفید ہی پایا۔ ظاہری حالت کی طرح مولوی صاحب اپنے ذاتی تعلقات و مراسم کے نبھانے میں بھی بڑے وضعدار تھے۔ اُن کے قدیم دوستوں میں سے آخر میں تو بہت کم لوگ باقی رہ گئے تھے۔ لیکن جو بھی چند تھے اُن سے وہ اسی خلوص کے ساتھ ملتے تھے۔ اس سلسلے میں مولوی ہاشمی، فریدآبادی لبطور خاص قابلِ ذکر ہیں جن کی دوستی کا سلسلہ مولوی صاحب سے غالباً گزشتہ نصف صدی تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ حیدرآباد میں ان دونوں کی دوستی زبان زدخاص وعام تھی۔ بغرض مولوی صاحب کی زندگی ہمارے لئے کئی اعتبار سے بڑی سبق آموز ہے۔

۱۔ انہوں نے محض اپنی ذاتی محنت ومشقت اور سعی وعمل سے معاشرے میں وہ مرتبہ حاصل کیا جو ہمارے ملک میں بہت کم ادیبوں کو میسّر آ سکا۔

۲۔ وہ اپنی ذہنی صلاحیت اور فطری استعداد کو پوری طرح بروئے کار لانے میں کامیاب ہوئے۔ او کی بدولت اردو ادب میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑا۔

۳۔ انہوں نے ہمیشہ تکلفات لایعنی سے اپنا دامن بچایا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی اور سلا روی کا ایک عمدہ نمونہ پیش کیا۔

۴۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنے لئے ایک اعلیٰ نصب العین متعین کیا۔ اور آخر دم تک پور خلوص اور انہماک کے ساتھ اس کے حصول میں کوشاں رہے۔ اُن کا اٹھنا بیٹھنا۔ سونا جاگنا۔ اوڑھنا بچھو اُن کا مقصد و مدعائے زندگی ہماری قومی زبان اُردو کی خدمت تھا۔ اور اُن کے دل میں اس کی ایسی لگ جس نے انہیں کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

حقیقت میں زبان کا مسئلہ قوموں کے عروج و زوال کی داستان سے اس طرح پیوست ہے، جس ط کہ گوشت سے ناخن، دنیا کی تاریخ میں ہمیں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی قوم نے خود اپنی زبان کو چھوڑ کر زبان کے ذریعہ ترقی کی منزلیں طے کی ہوں۔ مولوی صاحب نے جس طرح اس حقیقت کو ہمارے ذہن نشین کرنے ہماری قومی زبان اردو کو اس کا صحیح مقام دلانے کی عمر بھر جدوجہد کی، وہ انہیں کا حق تھا۔ اور یہی ان کی ز کا نصب العین تھا۔

ہم میں سے بہت کم لوگ اس حقیقت کو کماحقہٗ سمجھتے ہیں کہ حیاتِ انسانی کی تکمیل محض مادی ضرورتیں کرنے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی اعلیٰ نصب العین کی تخلیق و تحصیل سے ہوتی ہے۔ مولوی صاحب اس نکتہ کو خوب سمجھتے تھے۔ اور یہی اُن کی کامیابی کا اصل راز ہے۔ بقولِ اقبال ؎

ما ز تخلیقِ مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

درد سعیدی

غالب کے اشعار کی بعض شرحوں میں اختلاف

مئی کے "فاران" میں پروفیسر عبدالرشید فاضل کا تنقیدی مضمون نیاز فتحپوری کی "مشکلات غالب" پر نظر سے گذرا اس مضمون کے بعض حوالوں نے اپریل کے "فاران" کی طرف رجوع کیا۔ اپریل کے شمارے میں حضرت نیاز کی "مشکلات غالب" پر مولانا ماہر القادری کا تبصرہ پڑھا' اور پھر براہِ راست مشکلاتِ غالب کا مطالعہ کیا' بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ غالب کے اشعار کی بعض شرحوں سے متعلق خود بھی کچھ معروضات پیش کروں۔

اپریل کے "فاران" میں مولانا ماہر نے مشکلات غالب پر تبصرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل شعر کی شرح میں نیاز صاحب سے اختلاف کیا ہے۔

اہلِ تدبیر کی وا ماندگیاں
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

حضرت نیاز نے اس شعر کی شرح اس طرح کی ہے: جب پاؤں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ تو عموماً ان پر مہندی باندھتے ہیں۔ تاکہ چھالے اچھے ہو جائیں۔ لیکن غالب کہتے ہیں کہ یہ چارہ سازوں کی درماندگی وسعیٔ بے جا ہے۔ کیونکہ جب آبلہ پائی مجھے صحرا نوردی سے باز نہیں رکھ سکی۔ تو اس کی حنا بندی کیا باز رکھ سکتی ہے؛ مولانا ماہر کے نزدیک اس شعر کی بنیاد حافظ کے اس مصرعہ پر ہے۔

کہ کس نہ کشود و نہ کشاید بہ حکمت ایں معمہ را

مولانا شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔ "غالب کا مفہوم یہ ہے کہ اہلِ تدبیر و دانش اور ارباب حکمت جو حقائق معلوم کرنے کے لئے سعی و تدبیر کرتے اور اپنی عقل لڑاتے ہیں۔ تو ان کی کوششوں سے حقیقت کی ایک گرہ بھی نہیں کھل پاتی۔ اس منزل میں وہ حیران و درماندہ ہی نظر آتے ہیں۔ اور ان کی تدبیر کا یہ حال ہے کہ جیسے کسی کے پیروں میں چھالے

[illegible] کے سبب راہ چلنا یوں ہی دشوار ہوتا ہے۔ ان آبلوں پر مہندی بھی باندھ لی جائے تو چلنے میں اور تکلف ہوتا ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہلِ تدبیر و دانش حقیقت رسی کی منزل میں درماندہ اور عاجز و لاچار ہیں"۔ میرے خیال میں غالب کے شعر کی دونوں شرحوں میں، غالب کا اپنا نقطۂ نظر واضح نہیں ہوا۔ نہ تو غالب کا مفہوم یہ ہے کہ آبلوں پر مہندی باندھ چارہ سازوں کی درماندگی و سعی بے جا ہے۔ کیونکہ جب آبلہ پائی مجھے صحرا نوردی سے باز نہیں رکھ سکی تو اس کی حنا بندی کیا باز رکھ سکتی ہے" اور نہ غالب کے شعر کی بنیاد حافظ کے اس "مقطع" پر ہے۔ جسے ماہر صاحب نے اپنی شرح میں حقیقت سے تعبیر کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ "اہلِ تدبیر و دانش حقیقت رسی کی منزل میں، درماندہ اور عاجز و لاچار ہیں"۔

اصل میں غالب انتہائی طور پر جبرِ تقدیر کے قائل ہیں، اُن کا نقطۂ نظر شعر میں یہ ہے کہ اہلِ تدبیر کی جدوجہد اور سعی و تدبیر جبرِ تقدیر کے سامنے لاحاصل اور بے معنی ہے۔

اہلِ تدبیر کی واماندگیاں۔
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں۔

آہ بے چارے، اہلِ تدبیر! تقدیر کے سامنے کس قدر مجبور و عاجز ہیں کہ اُن (ناقابلِ علاج) آبلوں پر بھی حنا بندی (تدبیرِ علاج) کر رہے ہیں، جن کے لئے کوئی تدبیرِ علاج کارگر نہ ہونا مقدر ہو چکا ہے ــــ یا بہ الفاظِ دیگر، تقدیر کے آبلوں (تقدیر کے ڈالے ہوئے) پر حنا بندی کی تدبیر، اہلِ تدبیر کی بے چارگی و درماندگی کا ایسا مظاہرہ ہے۔ جیسے نادان و نافہم لوگ کسی کوہِ "آتش فشاں" کو "شبنم" کے چند قطروں سے "سرد" کرنے کی سعی ناکام میں "در پردہ" اپنے عجز کا اظہار کریں۔۔۔

دونوں مصرعوں میں شدید طنز ہے، اور اس طنز کے پس منظر میں غالب کی فکر (ایقانِ جبرِ تقدیر) اہلِ تدبیر کی اس لامتناہی سعیِ ناکام پر قہقہہ زن ہے۔ غالب کے اسلوب کی یہی وہ منفرد خصوصیت ہے۔ جس میں کوئی اُن کا شریک و سہیم نہیں۔

تقدیر کا جبر، غالب کی فکر، زندگی کے تجربات میں "ایمان کی" حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ورثہ انہیں اردو فارسی کے قدیم افکار سے ودیعت ہوا ہے، ان کی بیشتر غزلوں میں ایسے اشعار ملیں گے، جن میں کہیں شعوری اور کہیں غیر شعوری طور پر شدت سے یہ احساس پایا جاتا ہے۔

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

فلک سے عیشِ رفتہ کا تلاش کیا کیا تقاضا ہے
متاعِ بُردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

بیچھ ڈالی ہے سر رشتۂ اوقات میں گانٹھ
پہلے ٹھونکی ہے بُنِ ناخنِ تدبیر میں کیل

جبر تقدیر کے سامنے غالب انسانی سعی و تدبیر کو کس حد تک ناکام و رائیگاں سمجھتے ہیں؛ اس کا اندازہ مندرجہ اشعار سے کیجئے۔

اخیر شعر میں تو بات بالکل صاف کر دی گئی ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا۔
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا۔

حضرت نیاز نے "شوخیِ تحریر" کی تعبیر کی ہے؛ نقاش کی اُپج "۔ شعر کا ماحصل یہ بیان کیا ہے۔ "یہ شعر حمد ہے۔ اور مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کائنات کے تمام مظاہر و آثار؛ اور موجوداتِ عالم فنا پذیر ہیں۔ اور خدا کے سوا کسی کو ثبات نہیں۔"

چونکہ اس مطلع سے غالب کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ اور دواوین و کلیات کی ترتیب کے سلسلے میں قدیم روش یہ رہی ہے کہ ان کی ابتدا حمد و نعت سے ہو شاید اسی روش کے پیشِ نظر، غالب کے شارحین نے دیوان کے "مطلع اوّل" کو "حمد" قرار دیا ہے۔ لیکن جب ہم مطلع کے دونوں مصرعوں پر غور کرتے ہیں تو اس کی معنوی فضا ہمارے ذہن میں کچھ اور ہوتی ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعے "کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا۔" سے اگر یہ نتیجہ اخذ کریں کہ شعر حمد میں کہا گیا ہے، تو پھر پہلے مصرعے میں "نقش فریادی" اور "شوخیِ تحریر" دونوں ہی اپنی معنوی بلاغت سے محروم ہو جاتی ہیں۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا۔

"شوخیِ تحریر" سے نقاش کا وہ جذبۂ تخلیق مراد ہے، جو "ستم ظریفی" کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور جس نے ہر پیکرِ تصویر کو نقش فریادی بنا دیا ہے۔ مطلع میں "جبرِ تقدیر" کا تصور انتہائی ہمہ گیری، وسعت اور ساتھ ہی شدت کے ساتھ کارفرما ہے۔ موجوداتِ عالم (زبانِ حال سے) نقاشِ ازل کے حضور میں فریادی ہیں، فریاد کس بات کی؟ اپنے وجود کی بے ثباتی اور ناپائیداری کی۔ اور یہی وجود کی بے ثباتی نقاش کی شوخیِ تحریر یا بہ الفاظ دیگر ستم ظریفی ہے۔ اور اسی ستم ظریفی کی فریاد کی جا رہی ہے۔ اس تشریح کے بعد آپ فیصلہ کریں کہ آپ کے ذہن میں "حمد" کا تصور (وہ تصورِ حمد جس میں کسی جہت سے بھی شکوہ شکایت کا شائبہ نہ ہو) پیدا ہوتا ہے، یا شکوہ ہائے جبرِ تقدیر کا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ موجوداتِ عالم کی اس بے چارگی میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت محسوس کریں۔

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا

حضرت نیاز فرماتے ہیں۔ "رنگِ شکستہ" چہرے کا اڑا ہوا رنگ۔ جب چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہے تو اس میں سفیدی سی جھلک آتی ہے۔ اس لئے رنگِ شکستہ کو صبح سے تشبیہ دی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ میرے اڑے ہوئے رنگ کا نظارہ معشوق کے لئے گویا وقتِ صبح کا نظارہ ہے۔ جب عام طور پر پھول کھلنا شروع ہوتے ہیں۔ اس لئے میرے رنگِ شکستہ کی صبح کو دیکھ کر محبوب کے گلہائے ناز کو بھی کھلنا چاہیئے۔ یعنی میری شکستگیِ رنگ کو محبوب کے التفات کا باعث ہونا چاہیئے اس شعر میں ناگوار تکلف و تصنع کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت نیاز کی شرح کی روشنی میں تو بلا شبہ شعر ناگوار تکلف اور تصنع کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔ لیکن سوال یہ کہ کیا "رنگِ شکستہ" سے مراد عاشق کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ ہے؟ اور کیا عاشق کے چہرے کے اڑے ہوئے رنگ کو صبحِ بہار نظارہ کہا جا سکتا ہے؟ اور پھر اس اڑے ہوئے رنگ کو دیکھ کر محبوب کے گلہائے ناز کا کھلنا بھی ضروری ہے؟ ہے کہ آپ کا ذوقِ شعر کسی ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں دینے کی اجازت نہیں دے گا۔ آپ کو یہ سب تکلف

ص ۱۔ اسے غالب کی شوخیِ مزاج سمجھئے۔ ورد

تصنع معلوم ہوگا۔

یہ ناگوار تصنع اور تکلف شرح میں اس لئے پیدا ہوا ہے کہ حضرت نیاز نے "رنگ شکستہ" کو عاشق کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ فرض کر لیا ہے۔ اسی بنا پر "صبح بہار نظارہ" کی یہ تاویل کرنی پڑی کہ "عاشق کے اڑے ہوئے رنگ کا نظارہ معشوق کے لئے صبح کا نظارہ ہے۔ جب عام طور پر پھول کھلنا شروع ہوتے ہیں۔" اور تاویل در تاویل یہ کہنا پڑا کہ عاشق کے رنگ شکستہ کو دیکھ کر محبوب کے گلہائے ناز کو بھی کھلنا چاہیئے۔ یعنی عاشق کی شکستگیٔ رنگ کو محبوب کے التفات کا باعث ہونا چاہیئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ رنگ شکستہ کو عاشق کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ فرض کر لینے کی بنا پر شرح میں یہ تکلف و تصنع پیدا ہوا ہے۔ نہیں تو واقعہ یہ ہے کہ رنگ شکستہ سے مراد محبوب کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ ہے۔ اور یہ اڑا ہوا رنگ ایک ایسی محبوبانہ اور لطیف و نازک کیفیت کا حامل ہے، جو محبوب کے چہرے کو "صبح بہار نظارہ" بنا دیتا ہے۔ اور اس ساعت صبح بہار میں محبوب کی ایک ایک ادا اور ایک ایک انداز میں غنچہ ہائے ناز کی چٹک محسوس ہوتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبوب کے رنگ و رخ اڑنے کا سبب کیا ہے۔ اور اس اڑے ہوئے رنگ میں صبح بہار کی کیفیت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ سوال بہت نازک ہے، بات یہ ہے شب وصل کی عاشق کی "دست درازیوں" نے ایک طرف محبوب کو زچ کر دیا ہے۔ دوسری طرف اس کے قلب نازک کو "اندیشہ ہائے دور و دراز" متوحش کئے ہوئے ہیں۔ (چہرے کی ایسی کیفیت کو رنگ شکستہ کہا گیا ہے) پھر شرم و حیا کی گوناگوں کیفیات نے "رخ رنگ و بے رنگ" کو صبح بہار بنا دیا ہے۔ غالب کے محبوب کی اس تصویر کو "چشم شوق" سے دیکھئے۔ اور بتائیے کہ محبوب کے رنگ شکستہ کو صبح بہار نظارہ کہہ کر غالب نے کتنی حسین و دلنشین تعبیر کی ہے۔ اور اس ساعت میں اس کے ناز و انداز کی "تراوش" کو "شگفتن گلہائے ناز" کہنا قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔

پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن
دست مرہون حنا، رخسار رہن غازہ تھا

حضرت نیاز اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں "حسن کے استغنا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسباب آرائش سے بے نیاز ہے۔ مگر اس کے ہاتھوں میں مہندی اور رخسار پر گلگونہ لگانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسباب آرائش سے بے نیاز نہیں ہے۔"

میرے خیال میں شعر کا مفہوم یہ ہے کہ محبوب اپنے چاہنے والے سے لاکھ بے نیازی اور استغنا کا دعویٰ کرے۔ لیکن وہ بغیر اس خواہش یا جذبے کے نہیں رہ سکتا کہ کوئی اسے چاہے۔ اسکی پرستش کرے اور اگر بالفرض

دنیا کو دکھانے یا اپنی ذات کو فریب دینے کے لئے اپنے چاہنے والے سے بے نیازی یا استغنا کا اظہار کرتا بھی ہے۔ تو اس کے "اندازِ بے نیازی" سے غیر شعوری طور پر اس نفسیاتی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے کہ "جب دیکھئے آرائش و زیبائش میں مصروف، آئینہ سامنے ہے، کنگھی چوٹی ہو رہی ہے۔ کبھی رخساروں پر گلگونہ لگ رہا ہے، کبھی ہاتھوں پر مہندی لگائی جا رہی ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں؟ کس کے لئے؟ — اس لئے اور صرف اس لئے کہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہو۔ اُسے دیکھے۔ اُس کی پوجا کرے، اسے پیار کرے۔" یہ ہے وہ تصنع آمیز استغنا جس کا بھانڈا "اندازِ بے نیازی" (شوقِ آرائش و زیبائش) نے بیچ چوراہے پر پھوڑا، اور دنیا نے سمجھ لیا کہ یہ زیب و آرائش کا ذوق، کس طلب و آرزو کا اظہار ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعے میں "مرہون" اور "رہن" کے الفاظ سے غالب کا مدعا آرائش و زیبائش میں محبوب کے انہماک و مصروفیت کی شدّت کا اظہار ہے۔

رفتارِ ادب

(نئی کتابوں پر تبصرہ)

بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات

مصنف :- شانتی رنجن بھٹاچاریہ

قیمت :- پانچ روپے

ملنے کا پتہ :- ۲/۱/۱ اے۔ اشوک نگر۔ ریجنٹ پارک۔ کلکتہ ۴۰

زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب اردو ہندوستان گیر زبان کہی اور سمجھی جاتی تھی۔ انتہائی شمال سے انتہائی جنوب اور انتہائی مشرق سے انتہائی مغرب تک اسے بولنے اور اس سے محبت کرنے والے لوگ بستے اور اسی زبان میں اپنے دل و دماغ کی داستانیں کہتے اور سنتے تھے۔ لیکن انگریزی دور کے آخری نصف میں بلکہ یوں کہیے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد مرکز گریز قوتوں نے جہاں ہماری تاریخ اور ثقافت پر تاریک سائے ڈالے وہیں اردو زبان بھی تعصبات کا شکار ہو گئی۔ اور اب برصغیر کے دور دراز صوبے تو کیا دلّی اور دہلی میں بھی اس کا وجود خطرات کا شکار رہے۔ اس طرح وہ زبان جو کسی خاص فرقے یا جماعت کی نہ تھی۔ اور جسے صرف ہندوؤں، مسلمان، سکھوں، عیسائی اور پارسیوں ہی نے پروان نہیں چڑھایا تھا بلکہ اس کی ترقی میں فرانسیسیوں جرمنوں اور انگریزوں نے بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ اب "تنک تنک دیدم دم نہ کشیدم" کے مصداق انصاف طلب نگاہوں سے برصغیر کے اہل دل اور اہل دماغ لوگوں کی طرف دیکھ رہی ہے۔

خوش قسمتی سے یہ اہل دل اور اہل دماغ لوگ اب بھی موجود ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اچھی کتاب کسی ایسے ہی اردو دوست کی لکھی ہوئی نظر آتی ہے تو بڑی مسرت ہوتی ہے۔

شانتی رنجن بھٹاچاریہ ایک نوجوان بنگالی ہیں۔ جنہوں نے مرحوم ریاست حیدرآباد میں آنکھیں کھولیں اور اردو بولنا اور لکھنا سیکھا۔ وہی حیدرآباد جس نے ہندوستان کو عثمانیہ یونیورسٹی اور پاکستان کو ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی جیسے بہت سے سپوت دیئے ہیں۔ اس وقت تک ان کے افسانوں کے دو مجموعے شائع

ہو چکے ہیں۔ تیسری کتاب ہے: بنگالی ہندوؤں کی اُردو خدمات۔

شاید اس وقت وہ بنگال میں واحد ہندو ہیں۔ جو اردو میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ "جس کسی سے میرا تعارف یہ کہہ کر ہوتا ہے کہ میں اُردو میں لکھتا ہوں تو وہ صاحب مجھے اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے میں چڑیا گھر کا کوئی عجیب جانور ہوں۔ اور اس کے بعد اس طرح سوال کرتے ہیں: آپ بنگالی ہیں؟"

"جی ہاں: میں ان کے شک کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گویا کہہ رہا ہوں: ہاں میں افریقہ کا بندر نہیں ہوں۔ پھر بھی وہ دُہراتے ہیں: "آپ اردو میں لکھتے ہیں؟" اور مجھے جواب دینا ہوتا ہے: جی۔ صرف اردو میں فارسی میں نہیں:

اس جواب سے انھیں حیرت کے ساتھ مسرت ہوتی ہے کہ اُردو میں ایک ہندو بنگالی بھی مصنف ہے۔

شانتی رنجن کے ذہن میں اس سوال کے جواب میں ہر بار یہ سوال ابھرتے رہے کہ "کیا میں واحد بنگالی ہندو ہوں جو اُردو میں لکھتا ہے؟ کیا مجھ سے پہلے کوئی بنگالی ہندو اردو میں نہیں لکھتا تھا؟"

ان سوالات نے تحقیق اور جستجو کے دروازے کھول دیئے اور انھوں نے پتہ لگانے کی کوشش کی کہ ہندو بنگالیوں نے اُردو زبان اور ادب کی کیا خدمت کی ہے۔ چنانچہ کئی سال کی محنت اور تلاش کے بعد اتنا مواد فراہم کر لیا۔ جس سے ۱۹۵۹ء میں تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل کتاب تیار ہو گئی۔ لیکن ابھی اشاعت کا مسئلہ باقی تھا۔ حکومت ہند اور حکومت مغربی بنگال کی اعانت نے اسے بھی حل کر دیا۔ اور بالآخر "بنگالی ہندوؤں کی اُردو خدمات" ۱۹۶۲ء میں شائع ہو گئی۔

اس سے قبل دکن میں اردو، پنجاب میں اُردو، میسور میں اُردو، مدراس میں اُردو اور بہار میں اُردو وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ راجپوتانہ، سندھ اور گجرات میں اُردو سے متعلق کئی مضامین اور کتابچے چھپے ہیں۔ لیکن بنگال میں اُردو سے متعلق کوئی اچھی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ شانتی رنجن نے اگرچہ اپنے موضوع کو محدود کر کے صرف "بنگالی ہندوؤں کی اُردو خدمات" پر لکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اتنا اکٹھا کر اور ایسا کچھ مواد جمع کر دیا ہے۔ جس سے استفادہ کئے بغیر مستقبل پر لکھنے والے آگے قلم نہ بڑھا سکیں گے۔

کتاب کا پہلا حصہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ ابواب: آپ بیتی۔ مختصر تاریخ بنگال، انگریزوں کی آمد، پریس کی ابتدا اور بنگالی ہندو، اُردو صحافت اور بنگالی ہندو، فورٹ ولیم کالج، عدالتوں سے فارسی کا خاتمہ، انگریزی زبان کی ترقی، اُردو زبان اور بنگالی ہندو پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم میں ٹیگور خاندان، اور نامعلوم شاعران اردو (بنگالی) کے عنوانات کے علاوہ (۵۹) بنگالی

ہندوؤں کے حالات ہیں جنہوں نے اُردو ادب، صحافت، شاعری، قانون، سیاست، ڈاکٹری، سماجیات وغیرہ میں اپنے کارنامے چھوڑے ہیں۔ ان لوگوں کی تخلیقات اور تحریرات کی تلاش اور جستجو میں مصنف کو جو کاوش اور کوشش کرنا پڑی ہوگی۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود بھی سرگاڑی پاؤں پہیہ بن کر ایسے تجربوں سے گذر چکے ہیں۔

اُردو کے ان دوستوں اور خادموں میں جن کا ذکر بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات میں کیا گیا ہے۔ راجہ خاندان کے ایک فرد "اپورب کرشنا بہادر کنور" بھی ہیں۔ شانتی رنجن نے ان کی ایک کتاب "مسلمان بادشاہان ہند کا شاہنامہ" اور دوسری کتاب "مثنوی کنور" کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حال ہی میں ان کی ایک اور مثنوی "جنگ نامہ" میری نظر سے گذری ہے۔ یہ کتاب ۱۸۴۲ء یا ۱۸۴۹ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے ٹائیٹل پر انگریزی کے علاوہ اردو عبارت حسب ذیل ہے۔

"مثنوی ——— من تصنیف مہاراجہ اپورب کرشن بہادر شاعر خاص شاہنشاہ دہلی سردار مدرسۂ عالیہ ممبر ..." کلکتہ سوبھا بازار۔

مثنوی کا پہلا شعر۔

بیاں میں کروں حمد رب العلا
نہیں جس کا ثانی کوئی دوسرا

اور آخری دو شعر ہیں۔

پڑھی جو نہیں محرم (؟) اں نے میری کتاب
نہیں اس کی تاریخ بنگلہ ستاب
یہ ہے اس کی تاریخ اسرار خیز
ہمیشہ رہے گلشنِ عطر بیز

اس طرح معلوم نہیں اور کتنی بہت سی تصانیف اور مصنف ہوں گے جو مواد کی عدم دستیابی اور ہمارے منقوں کی تنگ دامانی کے باعث ہنوز گوشۂ تاریکی میں پڑے ہوئے روشنی کے منتظر ہیں۔

تحقیق میں آخری منزل کبھی نہیں آتی۔ نئی معلومات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لائق اور قابل مبارکباد مصنف علم دوست بزرگوں اور ادب دوست حضرات سے متوقع ہیں کہ وہ اپنی معلومات سے نوازیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں مزید افادیت پیدا کی جا سکے۔

(مسلم ضیائی)

قومی کتابیات :-

شعبۂ اردو (دو جلدیں)

مرتب :- بی ایس کیشون اور سید جمیل احمد
ناشر :- بھاشا وبھاگ، اتر پردیش سرکار، لکھنؤ۔
جلد اول :- (۱۹۵۸ء) - جنوری ۱۹۶۰ء - ۰۰ صفحات۔ قیمت پانچ روپے۔
جلد دوم :- (۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء) - جولائی ۱۹۶۱ء - ۱۴۸ صفحات۔ قیمت سات روپے۔

کتابیات کی تاریخ کم و بیش اتنی ہی قدیم ہے۔ جتنی خود کتاب جب طباعت کی آسانیاں نہ تھیں تو کتابوں کی تعداد بھی کم تھی۔ اور ان کے پڑھنے والے بھی محدود تھے۔ البتہ دانشوروں کے لئے اس وقت کی معدودے چند کتابوں کے علم پر عبور حاصل کرنا قدرے آسان تھا۔ چھاپے خانے کا رواج عام ہوتے ہی صورت حال کسی قدر مختلف ہو گئی۔ کتابوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ علم کی ترویج و اشاعت عام ہونے لگی۔ لیکن کسی مضمون میں مہارت حاصل کرنا اب اتنا آسان نہ رہا۔ ہر مضمون میں کتابوں کی تعداد خاصی تھی۔ اس لئے ہر صاحب علم کے لئے اپنے مضمون کی وسعت کا اندازہ لگانا از بس ضروری تھا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر کتابوں کی فہرست ان کے اشاریئے اور کیٹلاگ چھاپے جانے لگے۔

کتابیات کی موجودہ شکل البتہ پرانی فہرستوں سے مختلف ہے ویسے اس کی نشوونما میں اُن کا خاصا حصہ ہے انہی پرانے تجربات کی بنا پر آج کتابیات ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اور اس کے اپنے قواعد وضوابط بھی واضح طور پر ترتیب دیئے جا چکے ہیں۔

موجودہ مفہوم کے لحاظ سے کتابیات کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) عمومی کتابیات (۲) خصوصی یا موضوعاتی کتابیات۔ اول الذکر کتابیات سے مراد وہ فہرستیں ہیں۔ جو دنیا کی تمام مطبوعات یا کسی ایک ملک کی ساری مطبوعات کا اندراج کرتی ہیں۔ ایسی فہرستیں خصوصی کتابیات کی بنیاد بھی بن سکتی ہے۔ البتہ قومی کتابیات کے نامکمل ہونے سے دنیا کی ساری مطبوعات کا احاطہ کرنا بڑی حد تک ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قومی فہرستوں پر اب زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے۔

ہندوستان میں بھی اسی اہمیت کے پیش نظر ۱۹۵۶ء میں مناسب ترمیم عمل میں لائی گئی تاکہ سارے ملک کی مختلف زبانوں کی مطبوعات قانونی طور پر قومی کتب خانے میں داخل کی جا سکیں۔ اس طرح یکجا کی ہوئی کتابوں کی ... جو قومی کتب خانے سے اس قانون کے نفاذ کے بعد جاری کی گئی ۱۹۵۷ء کے آخری تین مہینوں پر مشتمل ہے۔ یہ فہرست رومن رسم الخط میں ہر تیسرے ماہ اور ایک مجموعی فہرست کی صورت میں ہر سال کے اختتام پر ہندوستانی قومی کتابیات کلکتہ سے شائع ہوتی ہے۔ رومن رسم الخط اس طرح استعمال سے مختلف علاقائی زبانوں کی کتابیں باوجود رسم الخط کے اختلاف کے ایک ہی فہرست میں درج ہو جاتی ہیں۔ اس طرح قومی مطبوعات کی یہ فہرست ہندوستان اور ہندوستان ...

ے باہر بھی مفید طور پر استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس فہرست کو زبانوں کی قید و بند سے آزاد رکھنے کا یہ تجربہ کتابیات کی تاریخ ایک انقلابی قدم کی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن رسم الخط ہی اس فہرست کے عام استعمال میں سدِ راہ بنتا نظر آیا۔ کیونکہ رومن رسم الخط سے شناسا ہونے ے بیشتر لوگ اس فہرست سے اپنی ہی زبان کی مطبوعات کی نشان دہی کرنے سے قاصر تھے۔ قیمت کے اعتبار سے ن ہر زبان داں یا ان کی زبان سے متعلق اداروں کے لئے ساری زبانوں پر مشتمل ضخیم فہرست کا خریدنا خاصا ں گزرتا تھا۔ لہٰذا ہندوستانی قومی کتابیات نے ریاستی حکومتوں کے تعاون سے ہر سال متعلقہ رسم الخط میں ے الگ فہرستیں شائع کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

زیرِ نظر کتابیات اسی سلسلے کی اردو مطبوعات کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں تقریباً ۲۵۲ مطبوعات شامل ے اور جلد دوم میں تقریباً ۴۵۲ مطبوعات اور ۲ نئے رسائل کا اندراج ہے۔ اس طرح ان فہارس کے ذریعے سالوں (۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۰ء) میں شائع ہونے والی اردو کتابوں کی ایک واضح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ ان ستوں میں کچھ کتابیں ایسی ہیں جو ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء میں چھپی ہیں اور بیشتر ایسی جو ماہ و سال سے نیاز ہیں۔ دیباچے کے مطابق ان کتابیات میں مصنفین، افراد، ناشرین اور غیر سرکاری اداروں کی اشاعتوں علاوہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی مطبوعات بھی شامل ہیں۔ لیکن ایک سرسری جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساہتیہ اکادیمی (جو ایک سرکاری ادارہ ہے) سے چھپے ہوئے ملیالم ناول کا اردو ترجمہ "دو سیر دھان" (مصنف شوشنکر پلّے، مترجمہ ہنسراج رہبر مطبوعہ ۱۹۵۸ء) ان دونوں فہرستوں میں سے ایک میں بھی شامل نہیں۔

مطبوعات کا اندراج موضوع کے اعتبار سے ڈیوی اعشاری تقسیم کے تحت کیا گیا ہے۔ ان نمبروں کا خاکہ کتاب شروع میں دیا گیا ہے۔ تاکہ مطبوعات کو تلاش کرنے میں آسانی ہے۔ ہر کتاب کا کون تقسیمی نمبر بھی ساتھ ہی دیا گیا ان نمبروں کے اندراج سے کتب خانوں اس کتاب کی ترتیب و تدوین کا کام بڑی حد تک آسان ہو جاتا ہے۔ آخر میں تفصیلی اشاریہ بھی شامل ہے۔ جس میں مصنف، مؤلف، مترجم، عنوان اور سلسلہ کے تحت حوالجاتی اندراجات گئے ہیں۔ یہ اشاریئے کتابیات کے ۱/۸ حصوں پر مشتمل ہیں۔ ناشرین کا پتہ بھی کتابیات کے آخر میں دیا گیا حصہ اوّل میں صرف چودہ اشاعتی اداروں کے پتے درج ہیں۔ ان میں دانش محل اور مکتبہ برہان کے نام نہیں گو کہ ان کی مطبوعات شریکِ فہرست ہیں۔ حصہ دوم میں ناشرین کی تعداد ۴۲ کے لگ بھگ ہے۔ باوجود ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کا اتا پتا کچھ نہیں ملتا ہر چند ان کی مطبوعات کی خاصی تعداد دوم میں شامل ہے۔

ناموں کا اندراج بھی کسی مستند اصول کا پابند نظر نہیں آتا۔ مثال کے طور پر جلد اوّل میں اقبال کی تصانیف

محمد اقبال کے تحت درج کی گئی ہیں۔ اور دوسری جلد میں اُن کا اندراج اقبال [شیخ محمد اقبال] کے اندر کیا گیا ہے جلد دوم میں شبلی نعمانی کا اندراج دو مختلف صورتوں میں کیا گیا ہے۔ صفحہ ۸۵ پر صرف شبلی نعمانی کے نام سے اور دوسرا ہی صفحہ (۸۶) پر شبلی نعمانی کے ساتھ "[محمد شبلی] ۱۸۵۷ء ۱۹۱۴ء" کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح جب مرزا عظیم بیگ چغتائی کا اندراج چغتائی، مرزا عظیم بیگ کے اندر کیا جا سکتا ہے تو ویسے ہی دوسرے ناموں محمد احسن فاروقی، علی جواد زیدی اور رئیس احمد جعفری کو اسی قاعدے کے مطابق زیر نظر کتابیات میں فاروقی، زیدی اور جعفری کے اندر کیوں درج نہیں کیا جا سکتا؛ ایک اور جگہ اپندر ناتھ اشک کی کتاب "ستاروں کے آگے" اپندر ناتھ کے نام سے درج ہے اشاریے میں اشک کے نام سے حوالہ ضرور موجود ہے۔ تخلص ضروری طور پر فرضی نام نہیں ہوتے لیکن اس تشخیص کا کتابیات میں قطعی خیال نہیں رکھا گیا۔ منٹو فرضی نام ہو سکتا ہے تو ساحر لدھیانوی اس اصول سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

یہ اور اسی طرح کی کئی خامیاں خصوصی توجہ چاہتی ہیں۔ اگر قومی کتابیات کا ادارہ ناموں کے اندراج کے اصول مرتب نہ کر سکے اور کاپی رائٹ ایکٹ کے نفاذ کے باوجود مطبوعات کی سن طباعت کا تعین نہ کر سکے تو قومی کتابیات کی کتابیاتی حیثیت علیحدہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود کتابیات کی دونوں جلدیں اردو فہرست سازی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (انیس خورشید)

طلوع فردا

مصنف :- جمیل ملک

ناشر :- گوشۂ ادب چوک انارکلی لاہور۔

قیمت :- چار روپے

'طلوعِ فردا' جمیل ملک کی نظموں کا مجموعہ ہے اس سے پیشتر ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ 'سرو چراغاں' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ 'طلوع فردا' میں جمیل ملک کی اکیاسی نظمیں شامل ہیں۔ جو ۱۹۴۶ء سے ۱۹۶۰ء کے درمیان میں لکھی گئیں۔

کتاب کے شروع میں احمد ظفر کا لکھا ہوا ایک خاکہ بھی شامل ہے جس میں جمیل ملک کے بچپن کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔ اور اس کے مزاج کی ایک ایسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے جو بالآخر اُس کے فن کی بنیاد بنی جمیل ملک ایک سنجیدہ، حساس اور شریف انسان ہے۔ جو پیشہ ور شاعروں سے فطرتاً مختلف ہے۔ کتاب کے آخر میں 'طلوعِ فردا' کا تجزیاتی مطالعہ بھی ممتاز حسین، مجید امجد، ڈاکٹر وزیر آغا اور فارغ بخاری نے کیا ہے۔

جمیل ملک اُردو شاعروں کی اس نسل کا نمائندہ شاعر ہے۔ جس نے تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پیشتر شاعری کے خارزار میں قدم رکھا۔ اور ترقی پسند مصنفین کے نقطۂ نظر کو جذباتی اور شعوری طور پر اپنایا جس کی صحت مندی پر انہیں آج بھی پورے طور پر ایمان ہے اور جس پر قائم رہنے کے لئے انہیں بہت سی قربانیاں بھی دینی پڑیں نیز اسی وجہ سے اس سماج میں ان پر کئی دروازے بند ہوئے۔ لیکن انہوں نے کبھی اپنی شکست تسلیم نہیں کی۔ ہمیشہ اپنی آواز میں ہزاروں کا خلوص شامل کرنے کی دُھن میں مگن رہے اور کتنی ہی روحوں کی پہچان بن کے رہے۔

اس مجموعہ میں جمیل ملک نے کچھ نظمیں ایسی بھی شامل کی ہیں۔ جو ان شخصیات پر ہیں۔ جنکے وہ سچے دل سے عقیدت مند ہیں۔ مثلاً اقبال، غالب، وارث شاہ، نذرالاسلام، فیض، روزن برگز، منٹو، اگرچہ انہوں نے زیادہ عقیدت کا اظہار وارث شاہ کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے کی کامیاب نظم منٹو (اہرمن۔ خدا کا رقیب) پر ہے۔ وارث شاہ ہماری ایک عظیم تہذیبی قدر ہے۔ ایک ایسی پائیدار اور خوبصورت روایت ہے۔ جس کو پورے طور پر اپنائے بغیر اور جس کا صحیح معنوں میں احترام کئے بغیر ہم اپنے ثقافتی ورثے سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے ہیں۔

منٹو اس عہد کے سب سے زیادہ نڈر اور بے باک ترجمان رہے ہیں۔ جنکا قلم کسی مصلحت کسی جھجک کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا۔ اور ایک بے رحم ڈاکٹر کی طرح اپنے عمل جراحی میں مگن رہتا ہے۔ منٹو پر جمیل ملک کی کامیاب نظم دیکھنے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے غیر شعوری طور پر جمیل ملک منٹو کے زیادہ قریب ہیں۔

وارث شاہ اور منٹو کا خاص طور پر تذکرہ یہاں پر اس لئے کیا گیا ہے کہ جمیل ملک کے مزاج کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ ہو سکے کہ وہ بیک وقت ماضی کی عظمت کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ اور حال سے بھی پورے طور پر باخبر ہیں۔ وہ دوسرے ترقی پسندوں کی طرح اپنے ماضی سے بیگانہ نہیں بلکہ اپنے ماضی کی تہذیبی قدروں کو موجودہ حالات کے مطابق ڈھالنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ مستقبل سے بھی پورے طور پر مطمئن ہیں۔ اقبال۔ فیض اور نذرالاسلام سے بھی ان کی عقیدت اسی لئے ہے اس ضمن میں ان کی دو اور نظموں کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ ایک 'میری بہن میری مونس' اور دوسری 'ننھا چراغ' (جو انہوں نے اپنے بھانجے پر کہی ہے)

پہلی نظم انہوں نے اپنی بہن بتول پر کہی ہے۔ جو کئی سال تک بیماری کی مشقت اٹھا کر بالآخر فوت ہو گئیں۔ اور جس سے جمیل ملک کو بے اندازہ پیار تھا۔ باوجود اس کے کہ اس نظم میں کوئی فنی سقم نہیں مگر پھر بھی اس نظم میں وہ تاثر وہ فنی رچاؤ نہیں ہے۔ جو 'ننھا چراغ' میں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ 'میری بہن میری مونس' ان کا تکلیف دہ ماضی ہے۔ جسکا ماتم کرنے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں اور 'ننھا چراغ' انکا مستقبل ہے۔ جس پر ان کا ایمان ہے اور جو ان کے سارے دکھوں ساری الجھنوں کا خوبصورت اور مثبت حل ہے۔ جس کا تصور ہی ان میں زندگی کی تازہ اور نئی لہر دوڑا دیتا ہے یہی انکی ایک اور خوبصورت نظم 'یہ میری گلیاں، یہ میرے کوچے' میں نظر آتی ہے جس میں بیک وقت ماضی حال اور

اور مستقبل کا پورا احساس ملتا ہے۔ ان ہی گلیوں میں ان کا ماضی تھا۔ ان ہی میں ان کا حال ہے۔ اور انہی گلیوں پر ان کا مستقبل ہے۔ وہ ان گلیوں کوچوں کو ایک ایسی تہذیبی قدر اور ایسا مقدس ورثہ خیال کرتے ہیں کہ ا گلیوں کے ذرے ذرے میں اور ان پر چلنے پھرنے والوں کے جسم کے رویئں رویئں میں تابناک اور درخشاں مستق نظر آتا ہے ؎

اسی میں ہی معجزے ہیں سارے
دلوں کے سورج شبوں کے تارے
یہ خاک عنبر فشاں رہے گی
یہ زندگی جاوداں رہے گی

'طلوعِ فردا' کی بعض نظمیں اپنے محاسن کے اعتبار سے اُردو شاعری میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثا خمیازہ۔ جدائی سے پہلے۔ انگڑائی - محور۔ عظمتِ آدم۔ شہکار۔ فریاد جو زیرِ لب نہیں ہے۔ ابوالہول۔ کہی ان کہ آئینہ۔ سب رنگ۔ آمرِ من وغیرہ۔ ایسی نظمیں ہیں۔ جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کتابت و طباعت کے اعتبار سے بھی معیاری ہے۔

نئے خزانے

اگست اور ستمبر ۱۹۶۲ء کے اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ———— زاہدہ خاتون

عنوانات جن کے تحت یہ اشاریہ مرتب کیا گیا ہے :—

کتابیات، کتب خانے، رسائل، نوادرات، علوم اجتماعیہ۔ معاشرہ، سیاسیات، غالبیات		
صحافت اور مخطوطات	معاشیات اور تعلیمات	اقبالیات
فلسفہ	لسانیات — اردو، لاطینی اور فارسی	بابائے اردو
مذہب	سائنس	شوکت تھانوی
اسلام — اصول، نظریات اور تاریخ	فنون مفیدہ	حفیظ جالندھری، ابوالاثر
قرآن شریف	فنون لطیفہ	دیگر زبانوں کا ادب
حدیث	ادب — اصول و نظریات	سفرنامے
فقہ اسلامی۔ عبادات، خاندانی اور شخصی قوانین اور دیگر فقہی مسائل	اردو ادب — تاریخ و تنقید	سوانح
	اردو ادب — شعر و شاعری	تاریخ — عرب، ہندوستان، پاکستان، ایران اور مصر
تصوف۔ ملفوظات اور تصانیف اولیاء	اردو ادب — ناول و افسانہ	
سیرۃ الرسول۔ خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابۂ کرام	اردو ادب — انشا پردازی، مکاتیب اور طنز و مزاح	

اس فن وار فہرست میں مندرجہ ذیل رسائل اور جرائد کے مضامین شامل ہیں

آج کل دہلی اگست اور ستمبر
ادیب علی گڑھ جولائی، اگست
اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۴
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر
استقلال لاہور اگست
افکار کراچی حفیظ نمبر
البلاغ بمبئی اگست ستمبر
الرحیم حیدرآباد اگست اور ستمبر
الشجاع کراچی اگست
العلم کراچی جولائی تا ستمبر
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست
برہان دہلی اگست اور ستمبر
بینات اگست اور ستمبر
تجلی دیوبند ستمبر
تحریک دہلی اگست اور ستمبر
تحقیق دہلی ستمبر
ترجمان القرآن لاہور اگست اور ستمبر
تلاش دہلی اگست
تہذیب الاخلاق لاہور اگست
ثقافت لاہور اگست اور ستمبر

جامعہ دہلی اگست اور ستمبر
جوار بھارتا دہلی اگست ستمبر
چٹان لاہور اگست اور ستمبر
چراغ راہ کراچی اگست
خاتون دکن حیدرآباد اگست اور ستمبر
راوی پٹنہ اگست
سب رس حیدرآباد دکن اگست اور ستمبر
سوغات کراچی شمارہ نمبر ۶-۵
سیارہ لاہور اگست اور ستمبر
شاداب پشاور ستمبر
شاعر بمبئی اگست
شہاب لاہور اگست اور ستمبر
صبا حیدرآباد دکن جولائی، اگست
صبح امید بمبئی اگست اور ستمبر
صدق جدید لکھنؤ اگست اور ستمبر
طلوع اسلام لاہور ستمبر
فاران کراچی اگست اور ستمبر
فروغ اردو لکھنؤ ستمبر
فکر و خیال کراچی اگست
قومی زبان حیدرآباد دکن اگست اور ستمبر

قومی زبان کراچی اگست اور ستمبر
قندیل لاہور اگست اور ستمبر
کارگر کراچی ستمبر
کتاب لکھنؤ اگست اور ستمبر
کتاب نما دہلی اگست اور ستمبر
گلن بمبئی جولائی، اگست اور ستمبر
لاہور لاہور اگست اور ستمبر
لیل و نہار لاہور اگست اور ستمبر
ماہ نو کراچی جولائی، اگست اور ستمبر
مشرق کراچی اگست اور ستمبر
معارف اعظم گڑھ اگست اور ستمبر
ملاپ حیدرآباد دکن اگست اور ستمبر
مولوی دہلی ستمبر
نصرت لاہور اگست اور ستمبر
نقش کراچی ستمبر
نقوش لاہور شوکت نمبر شمارہ نمبر ۹۹
نگار پاکستان کراچی اگست اور ستمبر
نگارش کراچی اگست اور ستمبر
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر
نیا دور کراچی شمارہ نمبر ۲۵-۲۶

کتابیات، کتب خانے، رسائل، نوادرات صحافت اور مخطوطات

نصیر الدین ہاشمی — ڈاکٹر سید محی الدین قادری (زور) اور اُن کی تصانیف
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۳ء

اکرام احمد — ۱۹۶۳ء کی اردو مطبوعات (مسلسل)
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

نئی مطبوعات پاکستان و ہندوستان میں شائع ہونے والی اردو کتابوں کی فہرست
کتاب نما دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی — دکنی (قدیم اردو) کی مطبوعات
اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۶۳ء

رئیس مینائی بنگلوری — استدراک بہ سلسلۂ مضمون سفرنامۂ آبِ حیات دہلی بابت ماہ جولائی ۱۹۶۳ء
آج کل کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

نصیر احمد — انڈیا آفس لائبریری — لندن
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

الدسعید — (جولائی اور اگست میں شائع ہونے والے) علمی رسائل کے خاص خاص مضامین
ثقافت لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

جمرا ابن حسن اور ادارہ خاتون — نئے خزانے — اپریل اور مئی ۱۹۶۳ء کے اردو رسائل اور ہفتہ وار اخبارات میں شائع شدہ مضامین کی فن وار فہرست
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

سید محمد بیدری — میرے نوادر — مخطوطات، فرامین، قدیم سکے، قلمی تصاویر، کمیاب مطبوعہ کتب و رسائل وغیرہ
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

عنایت اللہ مشرقی — پریس اور اس کی طاقت — علامہ کا اپنے ہفتہ وار اخبار الاصلاح میں پہلا اداریہ
چٹان لاہور ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

اکبر الدین صدیقی — مالوہ اخبار — جو اندور سے ۱۸۴۹ء میں دھرم نارائن سابق اڈیٹر قرآن السعدین دہلی کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔
سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

فضل المتین — راجپوتانہ گزٹ — ایک اخبار جو اجمیر سے ۱۸۸۵ء سے ۱۸۹۵ء تک شائع ہوتا رہا۔
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

چلپاٹھی راؤ، ایم — بھارت کی پارلیمانی جمہوریت میں اخبارات کا ماضی، حال اور مستقبل
شہاب لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

احسان الٰہی — خزائن مخطوطات — ہند و پاکستان سے متعلق اس تاریخی و سوانحی مواد کی تفصیل جو برٹش میوزیم کو ۱۸۹۵ء سے تاحال حاصل ہوا
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۳ء

افسر صدیقی امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ (۹) — مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

شاکر اورنگ آبادی — بے ساختہ تحریریں — آٹوگرافس

شاعر بمبئی — خاص نمبر اگست ۱۹۶۳ء

فلسفہ

سجاد حیدر — فلسفہ کا مابعد الطبیعاتی پہلو
فکر و خیال کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

کلارک، مارگریٹ — تکان
ہمدرد صحت کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

خان، ایم ۔ وائی — ذہنی الجھنیں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟
ہمدرد صحت کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

ارشاد حسین کاظمی — سگمنڈ فرائڈ — ایک مطالعہ
لیل و نہار لاہور — ۴، ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

طارق شفیع اللہ خاں — بچے گھروں سے کیوں بھاگتے ہیں؟
چٹان لاہور — ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

رینڈل، جان ہرمن — جدید انسان کا ذہنی ارتقا۔ مترجمہ صدیق کلیم
لیل و نہار لاہور — ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

شمیم جاوید — شعور
فکر و خیال کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

حفظ الرحمن سیوہاروی — عادت کی قوت
لاہور لاہور — ۵ اگست ۱۹۶۳ء

دیانند ورما — ہماری عادتیں اور ہمارے جذبات
سیارہ لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

محمد حنیف ندوی — اہل منطق کی درماندگیاں
ثقافت لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

غلام السیدین — جینے کا سلیقہ
جامعہ دہلی — ستمبر ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — ابو نصر فارابی ۲۵۹ھ - ۳۳۹ھ
نصرت لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

خالد کمال مبارکپوری — امام فخر الدین رازی ۵۴۴ھ - ۶۰۶ھ
البلاغ بمبئی — ستمبر ۱۹۶۳ء

نظمی، وحید اللہ — ابن خلدون ۷۳۲ھ - ۸۰۸ھ
کارگر کراچی — ستمبر ۱۹۶۳ء

عبد القیوم — شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ مفکر و مصلح
لیل و نہار لاہور — ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

مذہب

نذیر احمد کاشمیری — مذہب کی اصل حقیقت
صدق جدید لکھنؤ — ۹ اگست ۱۹۶۳ء

عبد الواحد ہالےپوتا — وحدت دین کا تصور
الرحیم حیدرآباد — ستمبر ۱۹۶۳ء

ابو الفرح ہمایوں — مذہبیات کی تاریخ میں سکندر اعظم کے اثرات ۔ لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

ناصر نصیر احمد — وحدت الوجود ۔ بعض مغربی اور مشرقی تصورات
تہذیب الاخلاق لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

اسلام — اصول، نظریات اور تاریخ

عبد الماجد — مسلم کی تعریف
لاہور لاہور — ۱۷ اگست ۱۹۶۳ء

کراچی یونیورسٹی، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ
اسلامی نظریۂ حیات — نصرت لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

متین فکری — پاکستان کے تہذیبی مسائل - اسلام کے آئینے میں
چٹان لاہور ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء

محمد جعفر پھلواروی — اسلام اور فطرت
ثقافت لاہور اگست ۱۹۶۳ء

وحید احمد مسعود — عقل و عقیدہ
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد سرور — دنیائے اسلام میں تجدید و اصلاح کی تحریکیں
الرحیم حیدرآباد اگست ۱۹۶۳ء

رضوان علی مترجم — عرب کی ایک عظیم الشان اصلاحی تحریک - تحریک سنوسی کا تعارف
شہاب لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

حبیب احمد — جماعت اسلامی کا رخ کردار
نصرت لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

ماہر القادری — تاریخ کا سب سے بڑا انقلاب - اسلام
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء

خالد کمال مبارکپوری — یوگوسلاویہ میں اسلام اور مسلمان
البلاغ بمبئی اگست ۱۹۶۳ء

عمر فاروق مودودی — حبش اور مسلمانوں کے تعلقات
ترجمان القرآن لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

شاہد حسین رزاقی — انڈونیشیا کی اسلامی تحریکیں
تہذیب الاخلاق لاہور اگست ۱۹۶۳ء

قرآن شریف

محمد کمال عمر — تاریخ تدوین قرآن
صدق جدید لکھنؤ ۲، ۹، ۱۶، ۲۳ اگست ۱۹۶۳ء

محمد شفیع — معارف القرآن - تفسیر سورہ اعراف (مسلسل)
شہاب لاہور ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

محمد شفیع — معارف القرآن - سورہ اعراف
شہاب لاہور ۱، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن - سورہ ص (۲)
ترجمان القرآن لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

منتخب الحق — علوم القرآن
چراغ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — مسیح کے مصلوب ہونے اور زندہ رہنے کی دستاویزی شہادت
نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

حدیث

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی — حدیث کی قانونی حیثیت
شہاب لاہور ۱۱، ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

علی محمد خطیب مکڑوالی — علم الحدیث اور علما
چٹان لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد عظیم بھٹی — ابواب الجنت - احادیث کا ایک مجموعہ پنجابی میں اسلامی ادب
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

محمد یوسف بنوری — حدیث اختلاف امت
بینات کراچی اگست ۱۹۶۳ء

امیر احمد — سرزمین سندھ میں علم حدیث (۲)

الرحیم حیدرآباد اگست ۶۳ء

عبداللہ عمرپوری شاہ ولی اللہ اور علوم نقلیہ
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۶۳ء

ابوبکر شبلی امروٹ شریف، سندھ ولی اللّٰہی کی تعلیم۔ الرحیم حیدرآباد ستمبر ۶۳ء

فقہ اسلامی، عبادات، خاندانی اور شخصی قوانین اور فقہی مسائل

عبداللہ فاروقی فقہ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام
الرحیم حیدرآباد اگست ۶۳ء

الزرقا، مصطفٰے احمد شریعت کے بنیادی مآخذ مترجمہ مجیب اللہ ندوی
معارف اعظم گڑھ اگست ۶۳ء اور ستمبر ۶۳ء

محمد منظور نعمانی حرمین شریفین کی حاضری۔ بعض واقعات و تاثرات۔ البلاغ بمبئی اگست ۶۳ء

محمد واسع میقات (۲)
البلاغ بمبئی اگست ۶۳ء

مقصود علی خیرآبادی کعبۃ اللہ شریف قبلہ اول و آخر
فاران کراچی اگست ۶۳ء

رحمت اللہ طارق قربانی کی شرعی حیثیت
نصرت لاہور ستمبر ۶۳ء

وقار صدیقی اسلام کا تصور آزادی
مشرق کراچی اگست ۶۳ء

سعید احمد قادری صلہ رحمی
زندگی رام پور ستمبر ۶۳ء

واحد دہلوی کسب و تجارت کے (اسلامی) آداب
مولوی دہلی ستمبر ۶۳ء

اللہ بخش قریشی اسلام میں عورت کا مقام
مولوی دہلی اگست ۶۳ء

نصیرالدین ہاشمی حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عورت کا مقام
چٹان لاہور ۲۳ ستمبر ۶۳ء

حسن اختر پاکستانی عورت
چٹان لاہور ۱۶ ستمبر ۶۳ء

نعیم صدیقی عائلی قوانین ـ مولانا داؤد غزنوی کے خیالات پر ایک تنقیدی نظر
ترجمان القرآن لاہور ستمبر ۶۳ء

ولی حسن ٹونکی عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں ـ مسئلہ تعدادِ ازدواج
نبیات کراچی اگست ۶۳ء ستمبر ۶۳ء

محمد یوسف اصلاحی انسانی تمدن میں نکاح کی حیثیت
زندگی رام پور ستمبر ۶۳ء

رفیع اللہ طلاقِ ثلاثہ بیک مجلس
ثقافت لاہور ستمبر ۶۳ء

رفیق خاور خوشا وہ دور ـ افضل اقبال
انگریزی تالیف ڈپلومیسی ان اسلام
ماہِ نو کراچی جولائی و اگست

عبدالرشید برہانپوری اسلامی نظامِ حکومت
مشرق کراچی اگست

زاہد حبلپوری، علی احمد پختہ قبریں!
فاران کراچی اگست ۶۳ء

رفیع اللہ — موسیقی کی شرعی حیثیت
ثقافت لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

محمد ہاشم — سلام حضوری کا جواز
مشرق کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

امین احسن اصلاحی — اسلامی قومیت کے عوامل
تجلی دیوبند — ستمبر ۱۹۶۳ء

تصوف، ملفوظات اور تصانیف اولیاءُ

خصلت حسین صابری — "آئینہ تصوف"
العلم کراچی — جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

شہاب مالیرکوٹلوی — فیہ ما فیہ کا ایرانی بدیعی ایڈیشن —

مہر محمد خاں — ایک طالب علم کی نظر میں
برہان دہلی — ستمبر ۱۹۶۳ء

حسن علی — مکتوبات حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ
چٹان لاہور ۵، ۱۲، ۱۹، ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء
۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

عبداللہ عمرپوری — علوم کشفیہ اور شاہ ولی اللہؒ
الرحیم حیدرآباد — اگست ۱۹۶۳ء

ادارہ — شاہ رفیع الدین کی ایک نادر تصنیف
— اسرار المحبت
الرحیم حیدرآباد — اگست ۱۹۶۳ء

محمد محدث — وحدت الوجود والشہود مرتبہ نثار الحق
نگار پاکستان کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

ابوالحسن ندوی — اہل تصوف اور ذہنی جدوجہد
چٹان لاہور — ۲۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

سیرت الرسول، خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابہ کرام

اخلاق حسین زبیری — حضور اکرم کا ابدی پیغام
العلم کراچی — جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

بشیر الدین — ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں بشارت آنحضرت صلعم
العلم کراچی — جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

تمنا عمادی — کتاب اللہ، محمد رسول اللہ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

حسن مثنیٰ ندوی — شارع انسانیت ۔ رسول کریمؐ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

ضامن نقوی — اسوہ نبویؐ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

عبدالرشید — میر خمستان حجازؐ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

عبدالغنی نیازی — عشق رسولؐ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

عبدالقدوس ہاشمی — مکمل زندگی، مکمل نمونہ ۔ سیرۃ پاکؐ
ماہ نو کراچی — جولائی اگست ۱۹۶۳ء

عبدالقیوم — اُمّی نبیؐ کا مفہوم
لیل و نہار کراچی — ۴ اگست ۱۹۶۳ء

افتخار احمد بلخی — رسول اکرمؐ کا خلق عظیم
چراغ راہ کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

امیر حسن صدیقی — پیغمبر اسلام سیاسی مُبصر کی حیثیت سے

فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۶۳ء

ہاشمی فرید آبادی — علمیات محمدی ۔ آپ کی تعلیم
ماہ نو کراچی جولائی اگست ۶۳ء

(بیگم) مہرمزی قدوائی — عورتوں کا محسن اعظم ۔ رسول کریم
ماہ نو کراچی جولائی اگست ۶۳ء

ابوالجلال ندوی — فخر موجودات ۔ مکی زندگی
ماہ نو کراچی جولائی اگست ۶۳ء

منور الاسلام صدیقی — جنگ بدر
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۶۳ء

محمد مسعود — شیر و شکر ۔ مدینہ میں مہاجرین کی آبادکاری
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

قہر، غلام رسول — حجۃ الوداع ۔ حیات طیبہ کا آخری بڑا واقعہ
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

محمد جعفر پھلواروی — بارہ وفات ۔ حضور کی تاریخ وفات
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

عارف حجازی — رحلت رسولؐ
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

یوسف بخاری دہلوی — قدیم آثار نبوی ۔ برصغیر میں
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

عبدالغفور قریشی — حب رسولؐ ۔ پنجابی ادب میں
ماہ نو کراچی جولائی و اگست ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — خلافت اور اس کے متعلقات میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک
ترجمان القرآن لاہور اگست ۶۳ء ستمبر

ارشد عبدالحمید خاں — آخر الخلفاء ۔ مناقب عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
(مسلسل) نبیات کراچی ستمبر، اگست ۶۳ء

رئیس احمد جعفری — حضرت علیؓ کی شخصیت پر ایک نظر
ثقافت لاہور ستمبر ۶۳ء

کامل، محمد وارث — امام حسینؓ بن علیؓ بن ابیطالب
چٹان لاہور ۵، ۱۲، ۱۹، ۲۶ اگست ۶۳ء
اور ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ ستمبر ۶۳ء

عبدالرشید نعمانی — ناصبیت تحقیق کے بھیس میں (س
نبیات کراچی اگست ۶۳ء

غلام قادر — حضرت طلحہؓ
لاہور لاہور ۹ ستمبر ۶۳ء

طالب ہاشمی — حضرت ضرارؓ بن ازور
ستارہ لاہور ستمبر ۶۳ء

علوم اجتماعیہ ۔ معاشرہ، سیاسیات، معاشیات اور تعلیمات وغیرہ

خورشید احمد — آزادی معاشرہ کے چند پہلو
چراغ راہ کراچی اگست ۶۳ء

فضل الرحمن — قومی یکجہتی ۔ ہندوستان میں
صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۶۳ء

رام کرشنا راؤ، بی — ثقافتی اتحاد اور حیدرآباد
صبا حیدرآباد جولائی اگست ۶۳ء

امداد صابری — انجمن مناظرہ دہلی ۔ جو جولائی ۱۸۷ میں قائم ہوا۔

	جامعہ دہلی	اگست ۱۹۶۳ء
ز	قومی تعمیر نو — بیورو آف نیشنل ری کنسٹرکشن (BNR)	
	لیل و نہار لاہور	۱۸ اگست ۱۹۶۳ء
لے، سر جولین	بڑھتی ہوئی آبادی — کل کا نازک مسئلہ، مترجمہ اشفاق انور	
	نصرت لاہور	ستمبر ۱۹۶۳ء
یز غلام احمد	انسان کے بنیادی حقوق	
	طلوع اسلام لاہور	ستمبر ۱۹۶۳ء
عالد	ڈپلومیسی اور صداقت شعاری	
	فکر و خیال کراچی	جولائی اگست ۱۹۶۳ء
ش کاشمیری	خاکساروں کی سرگزشت	
	چٹان لاہور	۹ ستمبر ۱۹۶۳ء
الرحمٰن ممنود	وادی ہنزا کی گھریلو مصنوعات	
	استقلال لاہور	اگست ۱۹۶۳ء
الحمید غازی	نیوکلیر ٹیسٹ بین ٹریٹی (NUCLEAR TEST BAN TREATY)	
	لاہور لاہور	۱۹ اگست ۱۹۶۳ء
صدیقی	امریکہ کا صدارتی نظام	
	زندگی رام پور	ستمبر ۱۹۶۳ء
یار خاں	فکر و خیال کی تعلیمی اہمیت	
	فکر و خیال کراچی	جولائی اگست ۱۹۶۳ء
سلم	تعلیم کا نظریاتی پہلو	
	سیارہ لاہور	ستمبر ۱۹۶۳ء
مد شیخ	تعلیم اور قومی نقطۂ نظر	

	لیل و نہار لاہور	۱۱ اگست ۱۹۶۳ء
گلزار احمد	ابن خلدون اور ان کا نظریۂ تعلیم	
	استقلال لاہور	اگست ۱۹۶۳ء
"معلم"	جذباتی ہم آہنگی — تعلیم میں	
	جامعہ دہلی	اگست ۱۹۶۳ء
خلیق انجم	مطالعہ	
	فکر و خیال کراچی	جولائی اگست ۱۹۶۳ء
عبداللہ ڈاکٹر سید	ہماری تعلیم اور اس کے مقاصد — مقالہ جو انجمن حمایت الاسلام لاہور کے اجلاس میں پڑھا گیا۔	
	قومی زبان کراچی	اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
سیدہ عثمانی	اردو کی اہمیت اور اردو ذریعہ تعلیم کا مسئلہ	
	العلم کراچی	جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
مسعود یار خاں	میٹرک کا ایک نیا گروپ	
	فکر و خیال کراچی	جولائی اگست ۱۹۶۳ء
حبیب الرحمٰن شیروانی	طلب علم	
	لاہور لاہور	۱۹ اگست ۱۹۶۳ء
رضیہ قدوسی	پاکستان میں تعلیم نسواں کا مستقبل	
	فکر و خیال کراچی	جولائی اگست ۱۹۶۳ء
غوثیہ سلطانہ	ہمارا نظام تعلیم اور قومی تقاضے — ہندوستان	
	ملاپ حیدرآباد دکن	۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء
خلیل حامدی	مدینہ یونیورسٹی — نصاب تعلیم میں تازہ ترین اصلاحات	

ترجمان القرآن لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء
عارف حجازی عظمتوں کا گہوارہ ـ سندھ مدرسۃ الاسلام
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء
ادارہ کراچی ثانوی تعلیمی بورڈ ـ ایک جائزہ
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
صادق علی عباسی سترھویں صدی عیسوی کی تعلیمی اہمیت
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
جمیل احمد مسلمان جہازراں
چٹان لاہور ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء
عبدالمجید بھٹی چند پنجابی کہاوتیں
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

لسانیات ـ اردو، لاطینی اور فارسی

محمد عقیل ہند آریائی زبانوں پر عوامی جدوجہد کے اثرات
اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۲ ۱۹۶۳ء
کلیم اللہ حسنی فارسی کا اثر زبانِ اردو پر
قومی زبان حیدرآباد دکن ستمبر اور اگست ۱۹۶۳ء
دلیپ بادل دہلی میں اردو کا موقف
قومی زبان حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
عبدالقادر سروری کشمیر میں اردو
قومی زبان حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
ادارہ اردو زبان اور اس کا رسم الخط
قومی زبان حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
شوکت سبزواری اشتقاقیات
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد صابر اردو میں ترکی اور منگولی الفاظ
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

ترقی اردو بورڈ کراچی اردو لغت ـ قسط ۷
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
شوکت سبزواری کچھ "ایسا" کے بارے میں
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء
عنایت اللہ تحقیق اللغات
تہذیب الاخلاق لاہور اگست ۱۹۶۳ء
غضنفر حبیب اللہ (لفظ) اب کی سرگزشت
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
ابوالظفر عبدالواحد قافیوں کا مقام
خاتون دکن حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد صابر لاطینی رسم الخط کی ماہیت
چراغِ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء
عبدالودود برہان قاطع اور نیچے وابدام
تحریک دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

سائنس

جلالی شاہجہانپوری علم الاعداد اور فنِ ریاضی کے ا
میں ہندوستان کا حصہ
سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳
محمد مسعود مسلمان اور ہیئت و ریاضی
ماہِ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
شبیر احمد خاں غوری ـ الجبرا کا آغاز
جامعہ دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء
علی ناصر زیدی چاند ـ خلا میں ہماری پہلی منزل
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳
مسعود بٹ، ایم اے ایچ چاند کی حقیقت
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳

خالدہ رحمٰن — موروثی خصوصیات کا سائنٹیفک تجزیہ
لیل و نہار لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

اشرف، آغا — پودوں میں عملِ زیرگی
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

رشید الدین — کیوی ۔ گول مٹول جسم اور لمبی چونچ والا بے دم کا پرندہ
نقش کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

فنونِ مفیدہ

سہیل انور — ترکی نظامِ طب کی تاریخ مترجمہ نیّر واسطی
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء

نیّر واسطی — وید اور طبیب
معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء

جے، ایم ۔ اے — انگلیاں ۔ قدرت کا ایک میکانی شہ کار
کارگر کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

وائلی، ایون میکلوڈ — انسانی ہاتھ ۔ ایک معجزہ مترجمہ عبداللہ خاور
ہمدرد صحت کراچی اگست ۱۹۶۳ء

جمال الدین — بلڈ پریشر
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

رسل، برٹرنڈ — جنسی تعلیم مترجمہ ابنِ شعور
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء

سمیعہ کوکب — بچوں کے لئے نیند کی اہمیت
خاتونِ دکن حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

عبد اللطیف بٹ — زرعی ترقیاتی کارپوریشن اور اس کی بحالی
ڈیم آرگنائزیشن
لاہور لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

امیر خاں — مغربی پاکستان میں جنگلات
لیل و نہار لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

خالد مسعود احمد صدیقی — دودھ ۔ ایک عظیم نعمت
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

لطیف انور — بچوں سے پیار کیجئے
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

حنیف رامے — معیاری کتابوں کا مسئلہ
نصرت لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

نصیر احمد — فن طباعت و اشاعت کا پس منظر
لیل و نہار لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

فنونِ لطیفہ

اندر جیت لال — آرٹ کی قومی نمائش (ہندوستان)
آج کل دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

بلیغ الدین — مسجدیں ۔۔ فن تعمیر
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

خاور جبل پوری — تاج کی تعمیر پر اخراجات کی تفصیل
ہماری زبان علی گڑھ ۸ اگست ۱۹۶۳ء

محمد مجیب — ہندوستان کے مسلمانوں کا فنِ تعمیر
معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی — پہاڑی مندروں کی اردو تاریخ ۔ آثار الاذہان مخطوطہ ملکیت کتب خانہ نواب سالار جنگ حیدرآباد دکن
سب رس حیدرآباد دکن خاص نمبر اگست ۱۹۶۳ء

زمرّد، ملک ایم — مصوّری میں ابہام
لیل و نہار لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

امین الرحمٰن — مصوّری میں کلاسیکیت
ماہِ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

شوکت محمود — تجریدی مصوری کیا ہے؟
لیل و نہار لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

شوکت محمود — ہنری ماتیس ۱۸۶۹ء - ۱۹۵۴ء - فرانسیسی مصور
لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

خواجہ جاوید مترجم — جلی ہوئی محبوبہ کا خالق — ارشل گورکی — مشہور آرمینی مصور
لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

معین الدین احمد ندوی — تیموری دور کی خطاطی اور مشہور خطاط
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء

عجاز قریشی — قومی یک جہتی میں فلموں کا حصہ
صبا حیدر آباد دکن جولائی اگست ۱۹۶۳ء

صمدانی نقوی — دکنی لوک گیت اور ان کا پس منظر
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

ماجد صدیقی — دعائیہ اور طربیہ گیت — دھنی اور نہار کے
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

عباس اطہر — لاہور کے نواحی دیہات کے میلے
لیل و نہار لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

اسما رحمان — بچوں کے کھیلوں کی تعلیمی اہمیت اور افادیت - لیل و نہار لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

ادب — اصول و نظریات

ابن سلیم — فن اور فن کار
لاہور لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء

دیوندر اسّر — تخلیق، فن اور جنون
سوغات کراچی شمارہ ۶-۵ ۱۹۶۳ء

احتشام حسین اور دیگر حضرات — کیا ادبی تجربات روایات سے آگاہی کے بغیر ممکن ہیں؟
فروغ اردو لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۳ء

احمد ندیم قاسمی — ادب میں نقطۂ نظر کی بحث
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

اختر ہش — علامت نگاری — ادب میں
کتاب نما لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۳ء

تاجور سامری — بدلتے ہوئے سیاسی سماجی حالات کا ادب اور زندگی پر اثر
جوار بھاٹا دہلی اگست ۱۹۶۳ء

قمر اعظمی ہاشمی — لفظیاتِ ادب
کتاب لکھنؤ اگست ۱۹۶۳ء

نارائن کرن ریڈی — ادب میں قومی نقطۂ نظر کی ضرورت
ملاپ حیدر آباد دکن ۴ اگست ۱۹۶۳ء

ہکسلے، آلڈس — ادب اور جدید زندگی
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

عطا وجدانی — کلاسیکی نظم (نظم عالیہ، نظم جاوداں)
آج کل دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

ملا، آنند نرائن — میرا نظریۂ شاعری
کتاب نما لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۳ء

نجم الحسن — شعر اور شعریت
تلاش دہلی اگست ۱۹۶۳ء

احتشام حسین — ڈرامے میں وحدتوں کا مفہوم
شاعر بمبئی خاص نمبر اگست ۱۹۶۳ء

اصغر بٹ — ڈرامے پر تنقید کا مسئلہ
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

شاہ ولی اللہ — الطاف القدس کی تمہید کا اردو ترجمہ
علم لطائف کے بیان میں از مصلح الدین

آئینہ۔ الرحیم حیدرآباد ستمبر ۶۳ء

حفیظ اسدی تنقید اور نقاد کا منصب
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۶۳ء

اردو ادب —— تاریخ و تنقید

عبداللہ قریشی کہکشاں کا سالک (کہکشاں ایک ادبی ماہنامہ جو ۱۹۱۹ء میں لاہور سے جاری ہوا اور ۳۔۴ سال بعد بند ہو گیا)
لاہور لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

نجم الاسلام مجدد الف ثانی کی تحریک احیا اور اردو ادب۔ چراغِ راہ کراچی اگست ۶۳ء

احتشام حسین اردو ادب اور قومی یکجہتی۔ (ہندوستان میں)
صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۶۳ء

مسعود حسین خاں اردو ادب اور قومی یکجہتی۔ (ہندوستان میں)
صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۶۳ء

نہرو، جواہر لال اردو — (ہندوستان میں) قومی یکجہتی کی آئینہ دار
صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۶۳ء

وحید اختر قومی وحدت اور اردو (ہندوستان میں)
صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۶۳ء

فراق گورکھپوری آزادی کے بعد اردو ادب کی ترقی کی رفتار مترجمہ شمس ناہید
ملاپ حیدرآباد دکن ۴ ستمبر ۶۳ء

انور خواجہ ہمارے عہد کا ادب اور اس کے مفسر
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۶۳ء

حامد علی خاں ادب کی موجودہ پستی (پاکستان میں)
لاہور لاہور ۲۳ ستمبر ۶۳ء

سلیم عمران آزادی کے بعد (۱۹۴۷ء) کے ادبی رجحانات۔ قندیل لاہور ۱۱ اگست ۶۳ء

حسن اختر اردو تنقید کا ارتقا
چٹان لاہور ۲ ستمبر ۶۳ء

حسن چشتی اردو تنقید نگاری اور نقاد کی ذمہ داری
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۸ ستمبر ۶۳ء

شکیل الرحمٰن اردو تنقیدات اور حقیقت نگاری کا تصور
اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۲ ۶۳ء

مظفر علی سید ریاض احمد کی دو کتابیں
۱۔ تنقیدی مسائل
۲۔ قیوم نظر۔ ایک تنقیدی مطالعہ
نصرت لاہور اگست ۶۳ء

نظیر صدیقی کچھ حسن عسکری کے بارے میں
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۶۳ء

اردو ادب —— شعر و شاعری

افتخار جالب تکنیکی مختصر نظمیں — اردو ادب میں۔ لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۶۳ء

جیلانی کامران عربی ادبیات کا ہماری شاعری پر اثر
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۶۳ء

مائل نقوی محبوب کا کردار شعرا کی نظر میں
نگارش کراچی اگست ۶۳ء

محمود ہاشمی نظم کا اختصار — (۲)
تخلیق دہلی ستمبر ۶۳ء

مغنی تبسم اردو شاعری اور قومی یک جہتی

	صبا حیدرآباد دکن جولائی اگست ۱۹۶۳ء
نسیم، ا۔ د	دہلی (بارہویں صدی ہجری کا شاعرانہ ماحول) مسلسل
	اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۳ء
نیر، سید معراج	جدید اردو شاعری میں حب الوطنی کا عنصر۔ استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء
فروغ علوی	غزل خلائی اور فضائی دور میں ــــ ایک ٹیلی ویژن مذاکرہ
	العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
عالم خوندمیری	مرثیہ ــــ اردو ادب کی ایک ترقی یافتہ صنف سخن
	ملاپ حیدرآباد دکن ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء
نور کاشمیری	(محمد عربی) کابروئے ہر دو سراست نعتیہ کلام ایک تقابلی مطالعہ مختلف زبانوں میں
	ماہ نو کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
افسر صدیقی امروہوی	اُردوئے قدیم اور نعت گوئی
	ماہ نو کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
امیرالدین خاں جے پوری	تاریخ گوئی
	العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
سیلانی	لاہور کے قدیم مشاعرے
	چٹان لاہور ۱۴ اگست ۱۹۶۳ء
ظفر ادیب	مشاعرے اور مشاعرے والے
	لاہور لاہور ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء
قیصر ادیب	سرزمین سندھ کا ایک یادگار مشاعرہ ــــ (روئداد مشاعرہ منعقدہ ۷ اپریل ۱۹۶۳ء حیدرآباد) استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء
نادم سیتاپوری	تذکرہ نما ــــ بھوپال میں ۱۹۶۳ء میں منعقد ہونے والے ایک مشاعرے کی مطبوعہ روئداد "آئینہ مشاعرہ" جس میں شریک بزم شعرا میں سے چند کا تعارف کرایا گیا ہے
	اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
وحید تابش	۴ اگست ۱۹۶۳ء کو انجمن شعور ادب کا مشاعرہ ــــ
	لاہور لاہور ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء
فرمان فتحپوری	اردو غزل کا اولین معمار ــــ ولی
	نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
غلام حسین ذوالفقار	شاہ حاتم اور ان کا کلام (مسلسل)
	اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۳ء
عبادت بریلوی	راحت جان ــــ میر محمد باقر آگاہ (۱۱۵۸ھ ۔ ۱۲۲۰ھ) کی ایک غیر مطبوعہ نعتیہ مثنوی
	ماہ نو کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
سالک، عبدالمجید	لاہور کے فیشن ایبل مشاعرے
	لاہور لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء
علی عباس	انتخاب دیوان جدید (ظفری گورگانی کا ریختہ کلام)
	اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۳ء
عبادت بریلوی	برٹش میوزیم میں کلام میر کے نسخے
	اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد عمر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول
	برہان دہلی اگست اور ستمبر ۱۹۶۳ء
نسیم، ا۔ د	خواجہ میر درد اور میر تقی میر۔ شاعری

	اور شخصیت کے آئینہ میں	
	نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء	
صارم الازہری	سعدی ہند ـــ ظہور اللہ خاں نوا	
	سیارہ لاہور اگست ۱۹۶۳ء	
محمد فاروق شادپوری	میر تجلی اور رفنوی لیلیٰ مجنوں	
	نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء	
عبدالمجید سندھی	شاہ نصیر الدین نقشبندی ـــ سندھ	
	کا ایک اردو شاعر (نادرشاہ ایرانی کے	
	حملۂ سندھ کے وقت آپ چھوٹی عمر کے تھے)	
	استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء	
حامد چھپروی	ہوس لکھنوی (مرزا تقی ہوس لکھنوی	
	۱۱۹۷ھ ـ ۱۲۶۱ھ)	
	نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء	
نادم سیتاپوری	قدیم لکھنؤ کی ایک تاریخی مثنوی	
	(خلاصۃ النصائح جس کے مصنف کا	
	نام معلوم نہ ہو سکا)	
	نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء	
نظر، انصار اللہ	کلامِ ذوق میں الحاق	
	نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء	
شیدا، راجندر ناتھ	مومن اور مطالعہ مومن ـــ ڈاکٹر	
	عبادت بریلوی کی کتاب پر تنقید	
	(تبصرہ ـ قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء	
حنیف نقوی	شیخ علی بخش بیمار ۱۲۰۰ھ ـ ۱۲۷۰ھ	
	نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء	
سحر، ابو محمد	امیر مینائی کی مثنویاں	
	قومی زبان کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء	
مرتضیٰ حسین بلگرامی	مثنوی ابر کرم ـــ امیر مینائی مرحوم	

	جامعہ دہلی اگست ۱۹۶۳ء	
عبدالرزاق کانپوری	خان بہادر سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء	
	ـــ ۱۹۲۱ء	
	چٹان لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء	
عبدالمالک آروی	سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء ـ ۱۹۲۱ء	
	چٹان لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء	
کوثر چاندپوری	اکبر الہ آبادی کے طنزیہ و مزاحیہ اشارات	
	آج کل دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء	
دیریندر پرشاد	مفتی اکرام احمد آلفت بدایونی مرحوم ـــ	
سکسینہ بدایونی	شاگرد منیر شکوہ آبادی وفات ۱۹۵۳ء	
	ہماری زبان علی گڑھ ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء	
قیصر قلندر	"آب بقا" ـــ (خان احمد حسین خاں	
	اڈیٹر شباب اردو لاہور، ۱۸۹۸ء ـ	
	۱۹۳۸ء) ایک نایاب شعری مجموعہ	
	اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۲ ۱۹۶۳ء	
راہی معصوم رضا	یاس عظیم آبادی (یگانہ چنگیزی) ـــ	
	فن اور نظریۂ فن	
	اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۲ ۱۹۶۳ء	
ثاقب مصلح الدین	سہیل تاباں (اقبال احمد خاں سہیل	
	(۵)	
	ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء	
حرمت الاکرام	مجاز کی شاعرانہ انفرادیت	
	ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء	
اقبال اسد	فانی بدایونی	
	لیل و نہار لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء	
شفیق النساء بیگم	فانی ـــ ایک مطالعہ	
	ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء	

جلیل قدوائی — جگر لخت لخت (۵)
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

شوکت تھانوی — جگر مرادآبادی
نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

عنبر چغتائی — جلال الدین حیدر دہلوی
مشرق کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

معظم، رضی الدین — اردو کے ممتاز شاعر شاہد صدیقی
(وفات ۳۱ جولائی ۱۹۶۲ء حیدرآباد دکن)
سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء

یٰسین علی خاں — شاہد صدیقی مرحوم۔ ادبی ماحول کے
آئینے میں۔
سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء

احسن علی مرزا — نظر حیدرآبادی
قومی زبان حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

باقر مہدی — اختر الایمان کی پانچ نظمیں "تبتِ لمحات"
"لوگو اے لوگو"، "باز آمد"، "بے تعلقی" اور
"کوزہ گر" پر تبصرہ
سوغات کراچی شمارہ ۶-۵ ۱۹۶۳ء

تاجور سامری — منور لکھنوی — شخص اور شاعر
جوار بھاٹا دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

خاور جبکانی، رفیق — "خاکپائے حسرت" سے شفقت کاظمی
تک (شفقت کاظمی کے شعری مجموعوں
"حسرت کدہ" اور "نغمۂ حسرت" کی روشنی
میں تبصرہ و تنقید)
فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

شاد عارفی — شاد — کلام کا مختصر انتخاب
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

مہدی حسن — خاور نوری کی شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء

نصرت قریشی — قمر جلالوی — ایک نغز گو شاعر
شباب لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

سیدہ جعفر — شہزادی کلثوم — وادیٔ کشمیر کی ایک
باکمال شاعرہ (۱۹۲۵ء — ۱۹۴۹ء)
ملاپ حیدرآباد دکن ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

ہارون خاں شیروانی — بانو طاہرہ سعید کی شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۷ اگست ۱۹۶۳ء

زور، محی الدین — کشمیر کے ایک مزاحیہ شاعر "قاضی غلام
قادری" محمد۔ صبح امید بمبئی ستمبر ۱۹۶۳ء

منوہر پرشاد ماتھر — حضرت ناشاد (این۔ بی۔ ناشاد) کی
مزاحیہ شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۴ اگست ۱۹۶۳ء

اردو ادب — ناول و افسانہ

نقی احمد ارشاد — اردو زبان کا پہلا ناول نگار
راوی پٹنہ اگست ۱۹۶۳ء

پنہاں، زاہدہ پروین — اردو ناول کے جانے پہچانے کردار
چراغِ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء

محمد احسن فاروقی — اردو ناول کا جدید دور
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

قیصر تمکین — آج کا اردو افسانہ
آج کل دہلی اگست ۱۹۶۳ء

حامد چھپروی — سب رس — تصنیف ملّا وجہی
شاعر بمبئی خاص نمبر اگست ۱۹۶۳ء

اظہر، افضل حسین — امراؤ جان اداؔ میں نفسیاتی عنصر
لاہور لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد احسن فاروقی — شاہد رعنا — اخلاقی ناول کی مثال
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء

ادیب — دل کی بستی (راجندر سنگھ بیدی کی
ایک کہانی، مترجمہ خیر النساء)
سوغات کراچی شمارہ ۴-۵ ۱۹۶۳ء

باقر مہدی — بھولا سے بیل تک - راجندر سنگھ
بیدی کے نگارخانے میں
سوغات کراچی شمارہ نمبر ۴-۵ ۱۹۶۳ء

عبداللہ ولی بخش قادری — ذاکر صاحب کی کہانیوں کا تعلیمی پہلو
کتاب نما دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — انشا پردازی، مکاتیب اور طنز و مزاح

احتشام احمد ندوی — اردو نثر نگاری پر ایک نظر
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

صلاح الدین احمد — آزاد محمد حسین — ایک مرقع نگار
لاہور لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

سلطان احمد — آزاد (ابوالکلام آزاد) کی زبان
اور بیان
چٹان لاہور ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

ابن فرید — محمد مہدی (شبلی کے بھائی) کے
مکاتیب لندن
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

فیض الرحمٰن اعظمی — عطیہ کے خطوط موسومہ شبلی
آج کل دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

مناظر احسن گیلانی — مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندویؒ
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء

حفیظ جالندھری، ابوالاثر — خطوط کیپٹن سید ضمیر جعفری کے نام
افکار کراچی حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

صابر شاہ آبادی — زیر لب — صفیہ اختر کے مجموعہ
خطوط پر تنقید و تبصرہ
خاتون دکن حیدرآباد اگست ۱۹۶۳ء

احمد سلطان — صفیہ (جاں نثار اختر کی مرحوم بیوی)
اپنے خطوط کے آئینے میں
ملاپ حیدرآباد دکن ۷ اگست ۱۹۶۳ء

کبیر احمد جائسی — مکاتیب شفیق جونپوری مرحوم
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

شوکت تھانوی — مکاتیب عزیزوں اور دوستوں کے نام
نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

سحر یوسف زئی — اردو میں طنز کی روایات
ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

غالبیات

حسام الدین راشدی — غالب اور خادم - فارسی زبان کے
ایک شاعر نام منشی محمد (معاصر غالب)
اردو نامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

خیر الدین انصاری — ہنستا ہنساتا غالب
قندیل لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

مہیش پرشاد — مثنوی ابر گہربار غالب
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

ہما میر کشمی — غالب کا سیاسی تدبر
سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء

اقبالیات

ارشد، رشید احمد — اقبالؒ
العلم کراچی — جولائی تا ستمبر ۶۳ء

عبدالمغنی اور دیگر حضرات — اقبال اور اقبالیت
سیارہ لاہور — ستمبر ۶۳ء

شکیل مصباح الدین — اقبال کا تصور آزادی
جامعہ دہلی — ستمبر ۶۳ء

رفعت، مبارز الدین — اقبال حضور رسالتؐ میں
الشجاع کراچی — اگست ۶۳ء

حسن اختر — اقبال کی اردو غزل
چٹان لاہور — ۱۹ اگست ۶۳ء

مناظر عاشق ہرگانوی — اقبال بحیثیت غزل گو
فروغ اردو لکھنؤ — ستمبر ۶۳ء

وقار عظیم — اقبالؒ کی نظم ۔ "تسخیر فطرت"
استقلال لاہور — اگست ۶۳ء

عباد اللہ فاروقی — اقبال کا ایک الہامی شعر
چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی وہ گلستاں ہمارا
سیارہ لاہور — اگست ۶۳ء

مجلس اقبال — مثنوی پس چہ باید کرد
طلوع اسلام لاہور — ستمبر ۶۳ء

بابائے اردو

قیصری، انجم آرا اور زاہدہ خاتون — اشاریہ عبدالحق
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

تحسین سروری — شمع انجمن ــــ مولوی عبدالحق
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

جلیل قدوائی — بابائے اردو ــــ چند یادیں
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

رفیق خاور — بابائے اردو ــــ ایک تجریدی خاکہ
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

رئیس احمد جعفری — باتیں اس کی یاد رہیں گی۔ بابائے اردو
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

سخاوت مرزا — بابائے اردو اور مولوی محمد عمر یافعی کے مراسم
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

گنیش راؤ مہتے — علمی آدمی ــــ بابائے اردو مترجمہ مبارز الدین رفعت
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

محمد اختر — بابائے اردو اور قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے مراسم
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

معتقد خاں شیروانی — مولوی عبدالحق کو میں نے کیسے اور کیسا جانا؟
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

ممتاز حسین — مولوی عبدالحق
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی — مولانا ڈاکٹر عبدالحق سے میرے مراسم
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء

بشیر نیاز — بابائے اردو کے معالج:-
۱۔ لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید
۲۔ ڈاکٹر انعام احسن
۳۔ ڈاکٹر ایم۔ اے۔ حمید

۴۔ ڈاکٹر سید مشتاق علی شاہ
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

شمیم احمد — ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ــــ
بابائے اردو کے خدمت گزاروں
۱۔ بشیر احمد
۲۔ سید بدر عالم
۳۔ صوفی عبدالرشید
۴۔ اعظم خاں سواتی کے تاثرات
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

افسر صدیقی امروہوی — چار ملاقاتیں ــــ مولوی عبدالحق سے
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

بشیر نیاز — ایک انٹرویو ــــ بابائے اردو سے
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

ابوسلمان شاہجہانپوری — بابائے اردو کا تصور مذہب
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

محمد احسن فاروقی — افکار عبدالحق
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

بیگم محمد شریف — مسیحائے اردو ــــ بابائے اردو
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

عبدالحق — ــــ ــــ ایک غیر مطبوعہ تحریر
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

ادارہ — رسالہ حسن، اور بابائے اردو
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

ابن فرید — بابائے اردو اور دو چند ہم عصر
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۶۳ء

شاہ علی — مولوی عبدالحق کی شخصیت نگاری
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

ابراہیم جلیس — بابائے اردو کا خواب
قومی زبان کراچی ستمبر ۶۳ء

اطہر غلام حسین — بابائے اردو اور حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

رحیم الدین کمال — مولوی عبدالحق کی وصیت
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

داؤد رہبر — مولوی عبدالحق اور ان کے چند خطوط
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

قدرت نقوی — احوال غالب اور مولوی عبدالحق
قومی زبان کراچی اگست ۶۳ء

اختر معین — حرفے چند ــــ بابائے اردو کی دوسری برسی کے موقعہ پر یہ خطبہ جلسۂ عام میں پڑھا گیا۔ قومی زبان کراچی ستمبر ۶۳ء

نذر عقیدت ــــ یوم بابائے اردو ــــ ۱۶ اگست ۶۳ء
قومی زبان کراچی ستمبر ۶۳ء

شوکت تھانوی

اقبال صفی پوری — شوکت بھائی
نقوش لاہور شوکت نمبر ۶۳ء

امین سلونوی — آہ شوکت تھانوی
نقوش لاہور شوکت نمبر ۶۳ء

تاج امتیاز علی — شوکت تھانوی
نقوش لاہور شوکت نمبر ۶۳ء

حجاب امتیاز علی — "جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں" ــــ شوکت تھانوی
نقوش لاہور شوکت نمبر ۶۳ء

حفیظ جالندھری — باغ و بہار شخصیت — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

(بیگم) خورشید حفیظ جالندھری — میں اور شوکت بھائی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

عادل رشید — جو نہ مرتا کوئی دن اور — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

عبدالرؤف عباسی — آہ! شوکت — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

عشرت رحمانی — شوکت تھانوی — چند یادیں — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

قرۃ العین حیدر — ایک مہذب ظرافت نگار — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

کلیم، عطا حسین — شوکت 'میرا دوست' — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

ماہر القادری — مسکراہٹوں کا سفیر — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

میمونہ بیگم انصاری — میرے تاثرات — شوکت تھانوی کے متعلق — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

نادم سیتاپوری — مرحوم — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

نسیم انہونوی — شوکت اور نسیم — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

نسیم ممتاز سید — مرد خوش گفتار — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

یوسف حسن — شوکت تھانوی سو دلیشی ریل کے بعد — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

ارشد تھانوی — شوکت سلمہ۔ جواب مرحوم و مغفور ہو گیا — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

خاتون ارشد — میرا بھیّا — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

محمد طفیل — دہیگمات نے کہا — شوکت تھانوی سے متعلق — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

خورشید شوکت — پیارے ابا — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

رشید عمر تھانوی — ابا — شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

شوکیہ تھانوی — پیارے ابا شوکت تھانوی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

کنہیا لال کپور — گوہر مخزن ظرافت — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

شجاعت علی سندیلوی — شوکت تھانوی کی خاکہ نگاری — فروغ اردو لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۳ء

وقار عظیم — شخصیت نگار شوکت — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

احمد جمال پاشا — شوکت تھانوی — ایک صحافی — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

اختر جہاں — شوکت تھانوی۔ جب قاضی جی ہوتے — نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

حفیظ جالندھری

حفیظ کی مطبوعہ تصانیف

افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — حفیظ ایک پیاری عظیم شخصیت
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

شعلہ، دوارکا داس — میرا حفیظ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

سلی (صہبا لکھنوی) — حفیظ جالندھری — زندگی شخصیت اور فن کا ایک جائزہ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

مر جعفری — حفیظ ایک جھلک
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

میر الاسلام فاروقی — حفیظ پہلی مرتبہ علی گڑھ میں
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

بدالرحمٰن چغتائی — اخوت پاکستان
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

یز ملک — حفیظ میری نظر میں
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

مسوّر — حفیظ صاحب کی باتیں
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

لیق کلیم — حفیظ جالندھری - اردو شاعری میں ایک نئی آواز
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

جعفری — حفیظ — ایک نئی آواز
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

اللہ — حفیظ کی شاعری — نالہ پابندِ نے
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

احمد — حفیظ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

مودود احمد صابری — حفیظ - ایک مطالعہ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

زار، نعیم احمد — حفیظ کی غزل
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

فضیل جعفری — (نغمہ زار) کی غزلیں
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

منظر ایوبی — عشقیہ حقیقت نگاری (کلام حفیظ کا ایک خاص موضوع)
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

مسعود قریشی — حفیظ کے گیت
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

حمید کوثر — حفیظ اور عشقِ رسول
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

اظہر، اے ڈی — پاک سرزمین کا نظام - قومی ترانہ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

حفیظ جالندھری، قومی ترانے کا افسانہ
ابوالاثر — افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

عاصم، محمد خورشید — حفیظ بحیثیت نثر نگار
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

پرویز کاکوی — بچوں کا ادب اور حفیظ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

فاروق علی خاں — بچوں کا حفیظ
افکار کراچی — حفیظ نمبر ۱۹۶۳ء

دیگر زبانوں کا ادب

محمد یٰسین — امریکی ناول اور افسانہ نگاری
اردو ادب علی گڑھ شمارہ نمبر ۲ ۱۹۶۳ء

صدیق کلیم — ناول نگار ولیم فاکنر کی تکنیک
لیل و نہار لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

جالی شاہجہانپوری — ہند قدیم میں ڈرامہ کا ارتقاء سنسکرت ڈرامہ۔ صبح امید بمبئی اگست ۱۹۶۳ء

عابد نظامی — شاہ بھٹائی (عبداللطیف بھٹائی) اور ان کی شاعری
ستارہ لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

اسد، اقبال — دلا بھٹی — پنجاب کا رزمیہ لوک گیت
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

آفاق صدیقی — شاعر محبت۔ خواجہ فرید کی شاعری — ملتانی
نئی قدریں ستمبر ۱۹۶۳ء

تبسم، غلام مصطفٰے — خواجہ غلام فرید ۱۸۴۵ء — ۱۹۰۱ء ملتانی صوفی شاعر
لیل و نہار لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

سرشِ دست ادستی — ہندی کے مسلمان شعرا
ملاپ حیدر آباد دکن ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء

جگدیش چترویدی — جدید ہندی کی کہانی — ایک جائزہ
جوار بھاٹا دہلی اگست ۱۹۶۳ء

س۔ ی۔ ب — نذر دکمیر بارگاہ نبوی میں دیہاتی زبان یعنی دو آبے اور بہریانے کی بولی میں
ماہ نو کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء

ابو الفیض عثمانی — رابندر ناتھ ٹیگور — زندگی اور فن
ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء

سری نیواس لاہوٹی — قومی یک جہتی اور ٹیگور
صبا حیدر آباد دکن جولائی اگست ۱۹۶۳ء

وفا راشدی — کومیٔ غلام مصطفٰے۔ بنگالی شاعر
ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

عبد الصمد خاں — آزادی اور اس کی ذمہ داریاں — خوشحال خاں خٹک کی نظر میں
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

عبد الصمد خاں — معز اللہ خاں مہمند۔ پشتو ادب کے دور سوئم کے اواخر کا ایک شاعر
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

انور بیگ اعوان — فارسی شاعری میں حب وطن کی روایت
لیل و نہار لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — قرۃ العین — زریں تاج۔ بابی تحریک کی میرابائی
نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

زخمی، حمید اللہ — زمانہ جاہلیت میں عربوں کی شاعری اور قادر الکلامی
شاداب پشاور ستمبر ۱۹۶۳ء

عبد القیوم — جدید عربی شاعری
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

محمود الحسن ندوی — جمیل الزھاوی عراق کا نامور شاعر
برہان دہلی اگست اور ستمبر ۱۹۶۳ء

نصرت اللہ کپلانہ — ابو العلا المعرّی — اندھا عرب فلسفی
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

رامانج راؤ — قومی یک جہتی اور تلگو ادب
صبا حیدر آباد دکن جولائی اگست ۱۹۶۳ء

سفرنامے

سعید احمد اکبر آبادی — دیار غرب کے مشاہدات و تاثرات
برہان دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

سرور مجاز — لاہور — بارہ دروازوں کا شہر
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

تقی ہاشمی — پاراچنار — قبائلی علاقوں کا سب سے بڑا اور پر رونق شہر
لیل و نہار لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

غازی غلام رضا — وادیٔ اترور — ریاست سوات
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء

شعبہ مطبوعات — محکمہ اطلاعات مغربی پاکستان سالنامہ مغربی پاکستان ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

ابن منیر — ڈھائی ہفتے ڈھاکہ میں
شہاب لاہور ۴، ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

سرور کمال — کاکس بازار
لیل و نہار لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — طوفانوں کی سرزمین — نواکھالی
ستارہ لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد خاں — نیم لعثین بغداد میں — سفرنامہ
نصرت لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

سوانح

عبدالقیوم — ابوالفرج اصفہانی — ایک عجوبہ روزگار ۸۹۷ء — ۹۶۷ء
لیل و نہار لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

عبدالسلام خورشید — سید جمال الدین افغانیؒ — دنیائے اسلام کا عظیم ترین صحافی
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

وحید اختر مسعود — ایک ہندو صوفی — سوامی دویکانند ۱۸۶۳ء —
جامعہ دہلی اگست ۱۹۶۳ء

حسین امین — امام ابو حامد غزالیؒ
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

ابو سلمان شاہجہانپوری — مولوی عبدالرحیم — شاہ عبدالعزیز کے ایک شاگرد
الرحیم حیدرآباد اگست ۱۹۶۳ء

شاہ ولی اللہ دہلوی — وصیت نامہ شاہ ولی اللہ
ثقافت لاہور اگست ۱۹۶۳ء

ادارہ — شاہ ولی اللہ — تاریخی پس منظر — خاندانی حالات
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

ابو یحییٰ امام خاں — مولانا وحید الزماں حیدرآبادی
تہذیب الاخلاق لاہور اگست ۱۹۶۳ء

عبدالمجید قریشی — مولانا ثناء اللہ امرتسری — سوانحی خاکہ
ستارہ لاہور اگست ۱۹۶۳ء

پیام شاہجہانپوری — حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ
استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء

شاکر مصطفیٰ — شاہ لطیفؒ
استقلال لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

سیدہ جعفر — شاہ تراب چشتی متوفی ۱۳۱۰ھ — جنوبی ہند کے ایک صوفی شاعر جو درگاہ یوسفین حیدرآباد میں مدفون ہیں

شورش کاشمیری — سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ایک تجزیہ
چٹان لاہور ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء

فخرالحسن — حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی خلافت سے پہلے — چراغ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء

عزیز ملک سلیمانی	اخلاقِ عالمگیر (اورنگ زیب عالمگیر) نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء
محمد شفیق	سمرقند۔ آرزوئے ناتمام۔ بابر کی زندگی کی ایک داستان فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
الطاف علی بریلوی	داستانِ حیات حافظ رحمت خاں العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
اکرم بٹ	قائد اعظم اور جدوجہد آزادی لیل و نہار لاہور ۵ ستمبر ۱۹۶۳ء
بقاء اللہ برکی	قائد اعظم — سفیر صلح قندیل لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء
پدم کانت مالویہ	اور جناح نے کہا — ہمارا خون گرم ہے (قائد اعظم نے ۱۹۳۵ء میں پنڈت کرشن کانت مالویہ سے ایک انٹرویو) گگن بمبئی ستمبر ۱۹۶۳ء
حامد مجید	قائد اعظم اور غریب عوام قندیل لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء
کرشنا بائی	قائد اعظم کے ہاتھوں مہاتما گاندھی کی شکست چٹان لاہور ۱۴ اگست ۱۹۶۳ء
وجاہت حسین سونی پتی	بابائے قوم — ایک نفسیاتی مطالعہ ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد مرتضیٰ صدیقی	آزاد (ابوالکلام) عہد حاضر کی ایک غیر معمولی شخصیت سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
سرفراز خاں	علامہ عنایت اللہ مشرقی چٹان لاہور ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء
شورش کاشمیری	کچھ مرحوم یادیں — علامہ عنایت اللہ مشرقی سے وابستہ چٹان لاہور ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد عمر	قاضی محمد حمید الدین ناگوری نگار پاکستان کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
یوسف بخاری دہلوی	شمس العلماء مولوی عبدالرحمٰن دہلوی نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء
	ابن رومیہ / احمد ابن محمد متوفی ۶۳۷ھ - ایک ماہر نباتات چٹان لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء
طالب ہاشمی	ابن رومیہ — ۱۳ ویں صدی عیسوی کا ایک ممتاز اندلسی طبیب ۵۶۱ھ — ۶۳۷ھ ہمدرد صحت کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
کبیر احمد جائسی	عکسِ تاباں — اقبال احمد خاں سہیل ادیب علی گڑھ جولائی اگست ۱۹۶۳ء
شورش کاشمیری	اختر شیرانی چٹان لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء
راز چاندپوری	داستانے چند، یاد دارم داستانے از بیاکان شما مولانا سیماب اکبرآبادی مرحوم کی ادبی زندگی اور کارنامے شاعر بمبئی خاص نمبر اگست ۱۹۶۳ء
ماہر القادری	ادیب سہارنپوری مرحوم فاران کراچی اگست ۱۹۶۳ء
سرمد صہبائی	اثر صہبائی — ایک عظیم باپ استقلال لاہور اگست ۱۹۶۳ء
نظر حیدرآبادی	حیدرآباد سے جوش صاحب کی علیحدگی کے حقیقی اسباب ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ اگست اور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

احمد عباس — کرشن چندر کی کہانی
تلاش دہلی اگست ۱۹۶۳ء

احمد عباس — کرشن چندر — میرا ہم دم میرا دوست
نگارش کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

کرشن چندر — میرے ہمدم میرے دوست — عصمت
چغتائی — کتاب لکھنو ستمبر ۱۹۶۳ء

اعجاز الحق قدوسی — خواجہ حسن نظامی — چند قلمی چہرے
ارژونامہ کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

ابوالخیر مودودی — نیاز آخر الزماں — چند یادیں چند
تاثرات — نگار پاکستان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

نعیم اقبال — ٹالسٹائی کی زندگی کے تین اہم دور
تلاش دہلی اگست ۱۹۶۳ء

اقبال اسد — نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی
لیل و نہار لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

ضیاء الحسن فاروقی — لطف اللہ کی آٹو بیوگرافی — ۱۸۰۲ء
میں مصنف نے اپنے خیالات قلمبند
کئے جو ۱۸۵۷ء میں طبع ہوئے۔
جامعہ دہلی اگست ۱۹۶۳ء

شوکت تھانوی — نقوش کے نقاش — طفیل صاحب کی
تصنیف "صاحب" پر تبصرہ
نقوش لاہور شوکت نمبر ۱۹۶۳ء

کامل، محمد وارث — تذکرۂ اولیائے لاہور
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

تاریخ — عرب، ہندوستان، پاکستان

ایران اور مصر

شبیر احمد — چھٹی صدی مسیحی کے دو اہم واقعات
۱- ایتھنز کے مدرسۂ فلسفہ کا قفل بندی ۵۲۹ء
۲- کوہ فاران سے آفتاب ہدایت کا طلوع ۶۱۰ء
ثقافت لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد سرور — عرب قومیت، اشتراکیت اور اسلام
چٹان لاہور ۵ اگست ۱۹۶۳ء

ادیب، عبدالکافی — گندھارا — ایک سبق، ایک تہذیب
ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

انوار احمد سوپاروی — سوپارہ تاریخ کی روشنی میں (سوپارہ
قدیم زمانہ میں ہندوستان کے مغربی
ساحل کا نہایت ہی مشہور اور خوبصورت
شہر تھا)
معارف اعظم گڑھ ستمبر اور اگست ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — بنگال کے خود مختار سلاطین
سیارہ لاہور اگست ۱۹۶۳ء

عمر فاروق خاں — معرکہ بالاکوٹ کی شکست
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

وقار انبالوی — ۱۹ مارچ ۱۹۴۷ء — جس دن انگریزی
اقتدار نے اپنے گماشتوں اور وفاداروں
کے ذریعے خاکساروں کے خون سے
ہولی کھیلی
چٹان لاہور ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

رستم علی خاں کلانوری — انسان اور درندے — ہندوستان
سے پاکستان کو ہجرت کے واقعات ۱۹۴۷ء
سیارہ لاہور اگست ۱۹۶۳ء

تاج سعید — پشاور — تاریخ کے آئینے میں
قندیل لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

عبدالمجید صدیقی — وسطی دکن کی خارجی سیاست

سب رس حیدر آباد دکن ستمبر ۱۹۶۷ء

بقا اللہ برکی — اقبال سے پہلے تصور پاکستان
قندیل لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۷ء

اقبال اسد — تصور پاکستان کا آغاز — تاریخی،
سیاسی اور تنقیدی جائزہ
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۷ء

مقبول بیگ بدخشانی — ایران میں مختلف ادوار حکومت کے بانی
ثقافت لاہور ستمبر ۱۹۶۷ء

قطب الدین — دریائے نیل (۳)
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۷ء

—— عہد بنی فاطمہ کی سیاسی تحریکیں
چٹان لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۶۷ء

اگست اور ستمبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہونے والے رسائل اور جرائد میں مندرجہ ذیل کتب اور رسائل پر ریویو شائع ہوئے

اتر پردیش سرکار لکھنؤ — قومی کتابیات شعبہ اردو ۱۹۶۱ء
سب رس حیدر آباد دکن ستمبر ۱۹۶۷ء

انجمن ترقی اردو پاکستان — قاموس الکتب اردو - جلد ۱
صدق جدید لکھنؤ ۱۶ اگست ۱۹۶۷ء

کتب خانہ ادبیات اردو — فہرست مطبوعات - جلد سوم
حیدر آباد دکن — تہذیب الاخلاق لاہور اگست ۱۹۶۷ء

غلام عباس مرتب — پھول - "پھول لاہور" کی اڑتالیس
سالہ اشاعتوں کے مضامین کا انتخاب
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۷ء

خورشید، عبد السلام — صحافت — پاکستان و ہند میں
لاہور لاہور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۷ء

محمد عتیق صدیقی — صوبہ شمالی کے اخبارات و مطبوعات
— ۱۸۴۸ تا ۱۸۵۳
سب رس حیدر آباد دکن ستمبر ۱۹۶۷ء

شیر، سید حسن — نوادر — خدا بخش اورینٹل لائبریری
پٹنہ کے ۲۰۴ مخطوطات کا تذکرہ
معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۷ء

ناصر، نصیر احمد — تاریخ جمالیات حصہ اول و دوم
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۷ء

کراچی یونیورسٹی — شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ فرہنگ
اصطلاحات فلسفہ - انگریزی اردو
نیا دور کراچی شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۷ء

شہزاد احمد — مذہب، تہذیب اور موت - فرائڈ
کے وہ نظریات جن کی اساس تحلیل نفسی
کے بنیادی اصولوں پر ہے
نصرت لاہور اگست ۱۹۶۷ء

محمد فائق — مسائل نفسیات
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۷ء

دیانند ورما — ہماری عادتیں، ہمارے جذبات
قندیل لاہور ۴ اگست ۱۹۶۷ء

بشیر احمد ڈار — تاریخ تصوف قبل از اسلام
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۷ء

اختر احمد — اشرف المخلوقات — اسلامی نقطۂ
نظر - سب رس حیدر آباد دکن ستمبر ۱۹۶۷ء

خورشید احمد — اسلامی نظریۂ حیات
الرحیم حیدر آباد اگست ۱۹۶۷ء
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۷ء

لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

عبدالباری ندوی — نظامِ صلاح و اصلاح
ترجمان القرآن لاہور اگست ۱۹۶۳ء

(امام) غزالیؒ — وسیلۂ نجات اردو ترجمہ بدایہ الہدایہ
از محمد سعید احمد مجددی
لیل و نہار لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

نواب علی — معارج الدین المعروف بہ سائنس
اور اسلام
لیل و نہار لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) الرحیم حیدرآباد پاکستان ــــ مدیر محمد سرور
تہذیب الاخلاق لاہور اگست ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) الفرقان ربوہ ــ خصوصی اشاعت سو د کے متعلق
ــ مدیر ابو العطا جالندھری
لاہور لاہور ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) انوار الاسلام رام نگر بنارس ــــ حقیقت جزیہ نمبر
ــــ مدیر ابو امام الدین
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) ترجمانِ حقیقت لاہور ــــ غوث اعظم نمبر ــــ
مدیر حسن ہاشمی
لیل و نہار لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) فیض الاسلام، راولپنڈی ــــ فاروقِ اعظم نمبر
ــــ گگن بمبئی جولائی اگست ۱۹۶۳ء

تہیب احمد — جماعتِ اسلامی کا رخِ کردار
لیل و نہار لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

ابو الخیر محمد عبدالقادر — سرچشمۂ قرآن

جامعہ دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

ونوبا، آچاریا — رُوح القرآن ــ قرآن مجید کی ۱۰۶۵
آئتیں اردو عبارت میں ۰۰ ۱۴ عنوانات
کے ماتحت اور بہت سے بابوں اور
فصلوں میں تقسیم
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

ثناء اللہ پانی پتی — تفسیر مظہری (اردو) دو جلدوں میں
صدق جدید لکھنؤ ۹ اگست ۱۹۶۳ء

محمد سلیمان منصور پوریؒ — الجمال والکمال ــ تفسیر سورۂ یوسف
نصرت لاہور اگست ۱۹۶۳ء

علی قاری، ملّا — موضوعات کبیر مترجمہ حبیب الرحمٰن
صدیقی کاندھلوی
فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد زاہد الحسینی — خلاصہ فقہ اسلامی
لیل و نہار لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

ابو البشیر پاپلوا — اسلامی معاشرت :ــ عام فہم اردو زبان
میں مضامینِ قرآنی
فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد تقی امین — مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر
تجلی دیوبند ستمبر ۱۹۶۳ء

محمد تقی عثمانی — ہمارے عائلی مسائل
ترجمان القرآن لاہور اگست ۱۹۶۳ء

ڈینٹ، ڈی، سی — جزیہ اور اسلام مترجمہ غلام رسول
مہر ــ چٹان لاہور ۵ اگست ۱۹۶۳ء

ساغر، محمد یعقوب — حقیقت مسیحؑ ــــ دین مسیحی کی مکمل تاریخ
صدق جدید لکھنؤ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۳ء

شاہ اسمٰعیل شہید — عبقات مترجمہ سید مناظر احسن گیلانی

	برہان دہلی　ستمبر ۱۹۶۳ء
	محمد الحسینی (حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) معراج العاشقین مرتبہ تحسین سروری ــــ رموز تصوف
	قومی زبان کراچی　ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد تھانوی	وحدۃ الوجود و الشہود مرتبہ نثار الحق
	تجلی دیوبند　ستمبر ۱۹۶۳ء
محمد حنیف ندوی	تعلیمات غزالی
	معارف اعظم گڑھ　ستمبر ۱۹۶۳ء
فضل کریم فاروقی	اسلامی اصول صحت
	معارف اعظم گڑھ　اگست ۱۹۶۳ء
محمد سلطان نظامی	ملفوظات غوث اعظمؓ
	لیل و نہار لاہور　۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء
عبد الرشید	اسلام اور تعمیر شخصیت
	نصرت لاہور　اگست ۱۹۶۳ء
عبد الرؤف رحمانی	اقلیت و اکثریت کے مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں
	تجلی دیوبند　ستمبر ۱۹۶۳ء
عبد الماجد دریابادی	خطبات ماجدی یا سیرۃ نبوی قرآنی
	جامعہ دہلی　ستمبر ۱۹۶۳ء
نعیم الاجتہادی	نہج الفصاحت ــــ رسالتمآبؐ کے خطبات، مکاتیب، مکالمات، مناظرے، اقوال اور ادعیہ کا مجموعہ
	لیل و نہار لاہور　۳ اگست ۱۹۶۳ء
طٰہٰ حسین	حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ
	العلم کراچی　جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
نور الحسن شاہ بخاری	شہادت امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورینؓ
	چٹان لاہور　۲۶ اگست ۱۹۶۳ء
سلام اللہ صدیقی	حضرت عائشہ صدیقہؓ
	تجلی دیوبند　ستمبر ۱۹۶۳ء
ابو الحسن ندوی	تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم
	سیارہ لاہور　اگست ۱۹۶۳ء
حبیب احمد ندوی مرتب	مولانا محمد علی جوہر کے آخری الفاظ۔ مولانا مرحوم کا وہ خط جو آپ نے یکم جنوری ۱۹۳۱ء کو برطانوی وزیر اعظم کے نام لکھا تھا
	فاران کراچی　ستمبر ۱۹۶۳ء
مارکس، کارل	کیپٹال مترجمہ محمد تقی
	صدق جدید لکھنؤ　۲۳ اگست ۱۹۶۳ء
	معارف اعظم گڑھ　ستمبر ۱۹۶۳ء
گالبریتھ، جان کینتھ	اقتصادی ترقی کا منظر و پس منظر ترجمہ حنیف رامے
	لیل و نہار لاہور　۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء
کرونن، جارج ڈبلیو	کمیونزم کی پہلی کتاب مترجمہ جلیبر
	صبح امید بمبئی　ستمبر ۱۹۶۳ء
	(ماہنامہ) فکر و خیال کراچی ــــ مدیر شمیم جاوید
	العلم کراچی　جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
برکت علی	تدریس حساب
	نگار پاکستان کراچی　اگست ۱۹۶۳ء
نوشہ علی	مسلمانان ہند و پاکستان کی تاریخ
	الرحیم حیدر آباد　ستمبر ۱۹۶۳ء
نصیر الدین ہاشمی	عورت ــــ عہد فاروقی میں
	نصرت لاہور　اگست ۱۹۶۳ء
ہمایوں مرزا لکھنوی	کرشمۂ قدرت ــــ مختلف النوع

جواہرات، جمادات اور معدنیات
کے خواص اور اثرات
لیل و نہار لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

نید امجد — الاعراب و المعانی — عربی، فارسی،
سنسکرت، ہندی، ترکی اور انگریزی
کے ایسے الفاظ جو ہم آواز تو ہیں لیکن
ان کے معانی مختلف ہیں۔
لیل و نہار لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

دالغفور مدھولی — اردو املا کا آسان طریقہ اور اردو
سکھلانے کا آسان طریقہ
کتاب نما دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

رام سرور — تاریخ زبانِ فارسی
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء
اسلامی محمدی بڑی تقویم بابتہ ۱۹۶۳ء
صبح امید بمبئی ستمبر ۱۹۶۳ء

ر یوسف حسن — صنعت اکبر — کشتہ سازی
چراغِ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء

سف حسن — صنعتِ اکبر — کشتہ سازی
قندیل لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

ید پرکاش — بھارت کی جڑی بوٹیاں
کتاب نما دہلی اگست ۱۹۶۳ء

نیر فاطمہ — بچوں کے ادب کی خصوصیات
سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

سلف حسین خاں — فرانسیسی ادب
نئی قدریں حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

ورزماں طالب المولیٰ — کافی — سندھی اور سرائیکی شاعری
میں ایک مقبول ترین صنفِ سخن
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

خواجہ فریدؒ ملتانی — نغمۂ صحرا منظوم اردو ترجمہ از کشفی ملتانی
نئی قدریں حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

ادیب، محمود حسن رضوی — آئینۂ سخن فہمی — تنقیدی مضامین
ہماری زبان علی گڑھ یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

سلام سندیلوی — ادب کا تنقیدی مطالعہ — تنقیدی
مضامین کا مجموعہ
قندیل لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

مجتبیٰ حسین — ادب و آگہی — تنقیدی مضامین
لیل و نہار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

محمد حسن عسکری — ستارہ یا بادبان — تنقیدی مضامین
قندیل لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

نظیر صدیقی — تاثرات و تعصبات — دس تنقیدی
مضامین کا مجموعہ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
سوغات کراچی شمارہ نمبر ۴-۵ ۱۹۶۳ء

(سہ ماہی) صدف گیا — ادارہ طیب عثمانی اور عبدالمغنی
زندگی رام پور ستمبر ۱۹۶۳ء

(سہ ماہی) فنون لاہور — مدیر احمد ندیم قاسمی اور حبیب
اشعر — نیا دور کراچی شمارہ ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) خاتون پاکستان کراچی — رسول نمبر — مدیر شفیق
بریلوی — فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
لاہور لاہور ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) ساقی کراچی — مشرقی پاکستان نمبر — ایڈیٹر

شاہد احمد دہلوی
صبح امید بمبئی ستمبر ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) ستارہ لاہور — اقبال نمبر — زیر ادارت
فضل الرحمٰن نعیم صدیقی
چراغِ راہ کراچی اگست ۱۹۶۳ء
ہمدرد صحت کراچی اگست ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) قلم کار حیدرآباد — اڈیٹر احمدی بیگم
سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) قومی زبان — بابائے اردو نمبر — مدیر مشفق خواجہ
لیل و نہار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) کتاب لکھنؤ — شوکت تھانوی نمبر —
سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) گلِ خنداں لاہور — سیدالشہداء نمبر — ایڈیٹر
پیام شاہجہانپوری
ہمدرد صحت کراچی اگست ۱۹۶۳ء
(ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی — نیاز نمبر — مرتب فرمان فتحپوری
ہمدرد صحت کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
(ہفتہ وار) حرم لکھنؤ — ایڈیٹر عبدالمومن الفاروقی
صدق جدید لکھنؤ ۶ ستمبر ۱۹۶۳ء
(ہفت روزہ) سیر و سفر ملتان — نعت نمبر — ایڈیٹر
عارف دہلوی
فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
قلم کار لاہور — مرتبہ مرزا ادیب
کتابی دنیا لاہور اگست ۱۹۶۳ء
نگار کراچی — سالنامہ — مدیر الیاس رشیدی
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
عالم نسواں کراچی — آزادی نمبر — ادارہ بیگم مجیب

ایم۔ اکرم، احمد بخش
لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء
عبدالحق قدیم اردو
صدق جدید لکھنؤ ۲۳ اگست ۱۹۶۳ء
شوکت سبزواری غالب، فکر و فن
صدق جدید لکھنؤ ۳۰ اگست ۱۹۶۳ء
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء
جلیل قدوائی مرتب کلام غالب
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء
عصمت عارف علوی مرقع کلام اقبال مصور۔ کلام اقبال
سے بیس عنوانوں کا مرقع۔ اصل نظمیں
اور ان کا انگریزی ترجمہ
صدق جدید لکھنؤ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء
راز یزدانی راز — مجموعہ کلام
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء
محبوب خزاں اور تین کتابیں — شعری مجموعہ
دیگر حضرات چٹان لاہور ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء
سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء
کتاب لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء
نصرت لاہور اگست ۱۹۶۳ء
نگارش کراچی اگست ۱۹۶۳ء
ہماری زبان علی گڑھ ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء
نیر تقوی جے پوری ذکرِ غم — سید انور علی شاد جے پوری

کی وفات پر مختلف تاریخ گو شعرا کے
قطعات تاریخ
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء

وزیر آغا — ۱۹۶۲ء کی بہترین نظمیں
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
کتاب لکھنؤ اگست ۱۹۶۳ء

احمد ندیم قاسمی — دشت وفا — شعری مجموعہ
لیل و نہار ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء
نیا دور کراچی شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

اسعد شاہجہانپوری — وجدان سلیم — مجموعہ کلام
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

جذبی، معین احسن — ۱- فروزاں
۲- سخن مختصر
لیل و نہار لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

جمیل ملک — طلوع فردا — نظمیں
لیل و نہار لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

حسن شہیر — مزدور نامہ — چند طویل نظمیں
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
قندیل لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۶۳ء
لیل و نہار یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

خرد غوث پوری — رنگ و بو — انتخاب کلام مرتبہ ناظم)
گونڈوی۔ سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

داؤد چغتائی — چاند کی بستی — مجموعہ کلام
فکر و خیال کراچی جولائی اگست ۱۹۶۳ء
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

سرشار صدیقی — پتھر کی لکیر نظموں اور غزلوں کا مجموعہ
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

سوز، ع۔م — تمہاری باتیں — غزلیات کا مجموعہ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

صابر براری — بہشت مناقب حصہ اول۔ نظمیں
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء

عزیز تمنائی — برگ نوخیز — سانیٹ کا مجموعہ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
سب رس حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۳ء

علمی — صور اسرافیل — منظوم تعلیمات بہاء اللہ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

عندلیب میرٹھی — گلبانگ۔ نظموں کا مجموعہ
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

قمر الدین صابری — آہنگ حیات — نظموں اور غزلوں کا
مجموعہ — سب رس حیدرآباد دکن اگست ۱۹۶۳ء

کرم حیدری — حکمت بیدار — ایک طویل نظم
لیل و نہار لاہور — ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

محبوب خزاں — اکیلی بستیاں — شعری مجموعہ
نصرت لاہور اگست ۱۹۶۳ء

محروم، تلوک چند — کاروان وطن — تحریک آزادی کی منظوم
تاریخ — نیا دور کراچی شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

محشر رسول نگری — فخر کونین — منظوم سیرت
فاران کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

محمود سعیدی — گفتنی — مجموعۂ کلام
تلاش دہلی اگست ۱۹۶۳ء

مظہر امام — زخم تمنا — شعری مجموعہ
سوغات کراچی شمارہ ۶-۵ ۱۹۶۳ء

مشتاق، محمد مشتاق الرحمٰن — آہنگ حیات — شعری مجموعہ
کتاب نما دہلی — اگست ۱۹۶۳ء

موج، سنتوش کمار — اشک تبسم — مجموعہ کلام
ساقی کراچی — اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

مہدی علی خاں — انداز بیاں اور — مجموعہ کلام
ساقی کراچی — اگست ستمبر ۱۹۶۳ء
نئی قدریں حیدرآباد — ستمبر ۱۹۶۳ء

نگار صہبائی — جیون درپن — گیت اور دوہے
نگارش کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

نیر واسطی — شعر و حکمت — مجموعہ کلام
معارف اعظم گڑھ — ستمبر ۱۹۶۳ء

ناشاد، این۔ بی۔ سین — کلام بے لگام — طنزیہ اور مزاحیہ کلام کا مجموعہ
ساقی کراچی — اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

واہی، رضا النقوی — طنز و تبسم — طنزیہ و ظریفانہ منظومات
صبح امید بمبئی — ستمبر ۱۹۶۳ء

محروم، تلوک چند — بہار طفلی — بچوں کے لئے نظمیں
نیا دور کراچی — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

اصغر بٹ — امانت — چار ایکٹ پر مشتمل طویل ڈرامہ
نیا دور کراچی — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

خالد، عبدالعزیز — برگ خزاں — منظوم ڈرامے
فاران کراچی — اگست ۱۹۶۳ء
نگارش کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

نہال چند لاہوری — مذہب عشق مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
فاران کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

آغا حشر کاشمیری — بمبئی — ناول ترتیب و تہذیب محمد عبداللہ قریشی۔
لاہور لاہور — ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

انتظار حسین — دن اور داستان — ناول
نیا دور کراچی — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

تسنیم، ممتاز احمد — تپت الجزائر — جمیلہ بوحیرد — ناول
لیل و نہار لاہور — یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

جوگندر پال — میں کیوں سوچوں؟ — افسانے
نیا دور کراچی — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

جیلانی بانو — جگنو اور ستارے (تین ستارے)۔ ۳ افسانے — لیل و نہار لاہور — ۱۱ اگست ۱۹۶۳ء

خدیجہ مستور — آنگن — ناول
نیا دور کراچی — شمارہ ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

زبیدہ خاتون — کرن — ناول
قندیل لاہور — ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

صالحہ عابد حسین — نونگے — افسانے
لیل و نہار لاہور — ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء

عنایت اللہ — منزل منزل دل بھٹکے گا — چاندواٹ
چٹان لاہور — ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء

غلام علی چودھری — ریگ رواں — افسانے
لیل و نہار لاہور — ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

فضلی، فضل احمد کریم — خون جگر ہونے تک — ناول
سیارہ لاہور — اگست ۱۹۶۳ء

کرشن چندر — ایک وائلن سمندر کے کنارے
نیا دور — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۱۹۶۳ء

کشور زیدی — وہ ایک لمحۂ جاوداں — افسانے
کتاب لکھنؤ — اگست ۱۹۶۳ء

مائل، محمد ذکریا — مجاہد اندلس: علی الجارم مصری کے ناول کا آزاد ترجمہ
نگار پاکستان کراچی — اگست ۱۹۶۳ء

مجید، اے — سُرخ دائرہ — ناول
نصرت لاہور — اگست ۶۳ء

مسرور خیال — فیصلہ — ناول
کتاب لکھنؤ — ستمبر ۶۳ء

ممتاز شیریں — میگھ ملہار — افسانے
سوغات کراچی — شمارہ نمبر ۶-۵ ۶۳ء
نیادور کراچی — شمارہ نمبر ۳۱-۳۲ ۶۳ء

نسیم احمد شاکے — مجاہد الجزائر — خیرالدین باربروسا — ناول
لیل و نہار لاہور — ۴ اگست ۶۳ء

ناجرہ نازلی — غمِ دوراں — ناول
کتاب نما دہلی — اگست ۶۳ء

خاتون، اے۔ آر — ساڑھے تین یار — بچوں کے لئے
قندیل لاہور — ۱۶ ستمبر ۶۳ء
لیل و نہار لاہور — ۱۵ ستمبر ۶۳ء

سلطان احمد وجدی — ۱۔ تاریخی کہانیاں
۲۔ آخری سہارا اور دوسری کہانیاں
— بچوں کے لئے
لیل و نہار لاہور — ۴ اگست ۶۳ء

بیگم، ہرمزی جلیل قدوائی — ننھی پروین اور دوسری کہانیاں
العلم کراچی — جولائی تا ستمبر ۶۳ء

محمد عزیز مرزا — خیالات عزیز
صدق جدید لکھنؤ — ۲۳ اگست ۶۳ء
معارف اعظم گڑھ — ستمبر ۶۳ء

منہ صدیقی — افکار عبدالحق
گگن بمبئی — جولائی، اگست ۶۳ء

جمن، ایس۔ اے — حدیثِ دل — خطبات
لاہور لاہور — ۲۳ ستمبر ۶۳ء

ہمدرد صحت — ستمبر ۶۳ء

عبدالحق — مکتوبات عبدالحق مرتبہ جلیل قدوائی
اردو ادب علی گڑھ — شمارہ نمبر ۲ ۶۳ء
برہان دہلی — ستمبر ۶۳ء
نصرت لاہور — اگست ۶۳ء

احمد جان — اندیشۂ شہر — طنزیہ اور مزاحیہ مضامین کا مجموعہ
قندیل لاہور — ۴ اگست ۶۳ء

تخلص بھوپالی — شیطان جاگ اٹھا — مزاحیہ خاکے اور مضامین
صبح امید بمبئی — ستمبر ۶۳ء
قومی زبان کراچی — اگست ۶۳ء
کتاب نما دہلی — ستمبر ۶۳ء

شفیع عقیل — تیغ ستم — مضامین کا مجموعہ جو مصنف نے ”جنگ کراچی“ کے مستقبل عنوان گرد و پیش کے تحت لکھے ہیں۔
نگارش کراچی — اگست ۶۳ء

ٹیگور — گل نغمہ، گیتا نجلی کا منظوم اردو ترجمہ از عبدالعزیز خالد
سوغات کراچی — شمارہ ۶-۵ ۶۳ء

سعدی، مصلح الدین — گلستان کی حکایت اردو میں ترجمہ و تطبیق از شاہ حسن عطا ہمدوی
نگار پاکستان کراچی — اگست ۶۳ء

گل محمد بلوچ — ارمغان گل — فارسی نظموں اور غزلوں کا مجموعہ
ہمدرد صحت کراچی — اگست ۶۳ء

جبران، خلیل جبران — زرد پتے — ایک عربی ناولٹ

کا اردو ترجمہ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

ممتاز احمد خاں — جہاں نما — روداد سیاحت
سیارہ لاہور اگست ۱۹۶۳ء

عرش تیموری — ایک سانولا گوروں کے دیس میں — سفرنامہ لندن اور نیویارک
قومی زبان کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء

رازق الخیری — مشرقی پاکستان میں دو ہفتے — سفرنامہ۔ ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

صہبا لکھنوی — میرے خوابوں کی سرزمین — مشرقی پاکستان
چٹان لاہور ۵ اگست ۱۹۶۳ء
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

سہیل، غلام حیدر — شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
چٹان لاہور ۲۶ اگست ۱۹۶۳ء
قندیل لاہور ۴ اگست ۱۹۶۳ء

پیام شاہجہانپوری — آفتاب ہجویر — سوانح حضرت داتا گنج بخشؒ
ساقی کراچی اگست ستمبر ۱۹۶۳ء

سخاوت مرزا — تذکرہ مخدوم جہانیان جہاں گشت
معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء

اختر انصاری اکبرآبادی — مفکر مہران — شاہ عبداللطیف بھٹائی
لاہور لاہور ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

ابوالحسن ندوی — سیرت سید احمد شہید حصہ اول
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

راحت گل — المدنی — مولانا سید احمد مدنیؒ کے سوانح حیات
فاران کراچی اگست ۱۹۶۳ء

ابوسلمان الہندی — امام الہند — ابوالکلام آزاد
نصرت لاہور اگست ۱۹۶۳ء

الطاف علی بریلوی — طالب علم کی ڈائری
نگار پاکستان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

عارف حجازی — کچھ یادیں کچھ افسانے — آپ بیتی
مشرق کراچی اگست ۱۹۶۳ء

اشرف صبوحی — دلی کی چند عجیب ہستیاں — چند سوانحی خاکے — ہمدرد صحت کراچی اگست ۱۹۶۳ء

اعجاز الحق قدوسی — تذکرہ صوفیائے پنجاب
العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۶۳ء
برہان دہلی ستمبر ۱۹۶۳ء

رحمان علی — تذکرہ علمائے ہند — مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری — نیا دور کراچی شمارہ ۲۱-۲۲ ۱۹۶۳ء

کامل، محمد وارث — تذکرہ اولیائے لاہور
قندیل لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

عباس خاں سروانی — تاریخ شیر شاہی — مترجمہ مظہر علی خاں
الرحیم حیدرآباد ستمبر ۱۹۶۳ء

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

قاموس الکتب	بابائے اردو	۴۰/-
قدیم اردو	" "	۵/۵۰
مرحوم دہلی کالج	" "	۴/-
نصرتی	" "	۵/-
اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام	" "	۱/۸۷
سید احمد خاں، حالات و افکار	"	۴/-
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-
تلخیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی، گارساں دتاسی		۱۰/-
خطبات گارساں دتاسی اول	"	۱۰/-
" " دوم	" "	۱۰/-
اردو تھیٹر اول	ڈاکٹر نامی	۷/-
" دوم	" "	۷/-
" سوم	" "	۷/-
سعادت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵/۷۵
محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی (زیر طبع)	
جلال لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
سودا	شیخ چاند مرحوم (زیر طبع)	
نیا ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
آرٹ ان اردو پوئٹری انگریزی	شہاب الدین رحمت اللہ	۶/۷۵
فن شاعری (بوطیقا)	ارسطو ترجمہ عزیز احمد	۲/۵۰
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (زیر طبع)	
مقالات حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمن نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعۂ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۰/-
اردو تنقید کا ارتقا	" "	۷/۵۰
روایات کی اہمیت	" "	۷/۵۰

ادبیات

خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۹/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۶/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشاء	۱/۵۰
مضامین سلیم اول	مولوی وحید الدین سلیم	۲/۵۰
" " دوم	" "	۴/-
" " سوم	" "	۴/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۳/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جیولیٹ	شیکسپیر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ	گوئٹے ترجمہ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو (نظم)		۱/۵۰
" " (نثر)		
مثنوی قطب مشتری	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۳/۷۵

مثنوی قطب مشتری ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو ۳/۷۵
مثنوی من لگن قاضی محمود بحری مرتبہ سخاوت مرزا ۳/۵۰
مثنوی پھول بن ابنِ نشاطی مرتبہ شیخ چاند مرحوم ۲/-
انتخابِ جدید عزیز احمد۔ آل احمد سرور ۳/۵۰
دیوان وصف عبدالحی وصف ۱/۵۰

لسانیات و لغات

اسٹنڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری۔ بابائے اردو (زیرطبع)
اسٹوڈنٹس " " " ۱۵/-
پاپولر انگریزی " " " ۶/-
داستانِ زبانِ اردو ڈاکٹر شوکت سبزواری ۵/-

تاریخ و سیاسیات

کابل و باغستان مولوی محمد علی قصوری ۲/۷۵
تذکرۂ اہل دہلی سرسید احمد خاں ۳/۷۵
جغرافیۂ قرآن مفتی انتظام اللہ شہابی ۱/۵۰
تاریخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو سید ہاشمی فرید آبادی ۳/۵۰
داس کیپٹال۔ مارکس سید محمد تقی ۷/۵۰
جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے امیر شکیب ارسلان نجم الدین احمد ۴/۵۰
چین و عرب کے تعلقات۔ مولوی بدرالدین ۶/۵۰
تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت اوّل۔ سید ہاشمی فرید آبادی ۶/۵۰
" " " دوم " " ۸/۵۰

سلسلہ اصطلاحات

اصطلاحات بنکاری ۴/۵۰
" فلکیات ۱/۵۰
" کیمیاء ۲/۵۰
اصطلاحات جغرافیہ ۱/-
وضع اصطلاحات مولوی وحید الدین سلیم ۵/۷۵
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ بابائے اردو ۰/۵۰
کی تاریخ (انگریزی) ۰/۵۰

سائنس

اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس۔ بابائے اردو ۱/-
اضافیت ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ۳/-
طبیعیات کی داستان پروفیسر نصیر الدین عثمانی ۸/۷۵
قوائے طبیعیہ ڈاکٹر صادق حسین ۲/۲۵
جدید معلومات سائنس میجر آفتاب حسن ۹/-
جراثیمات پروفیسر حمید اللہ عاصی ۲/-
حیوانیات پروفیسر محشر عابدی ۳/-
نباتی دباغت سید امداد علی ۵/۵۰
سیر افلاک مرزا محمد رشید ۲/۷۵
مرد انجم مارٹن ڈیوڈسن، ثناء الحق صدیقی ۴/۵۰

فلسفہ تصوف

جیتا جاگتا ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف ۳/۵۰
فلسفۂ نفس ضامن نقوی ۳/-
درر جواہر حضرت عبداللہ بن ابوبکر ۰/۷۵

معلوماتِ عامہ

اردو کی فضیلت اہلِ بنگال کی نظر میں ۱/-
تقویم ہجری و عیسوی ۰/۵۰
اردو کا قاعدہ ۰/۲۵
جمالِ یار ۰/۳۷

۱۱۱

سلسلہ نمبر ۱۲

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ	ایک روپیہ
فرہنگ اصلاحات فلکیات	ایک روپیہ ۵۰ پیسے
اصطلاحاتِ فلکیات	دو روپے ۲۵ پیسے
وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم	پانچ روپے ۷۵ پیسے
اصطلاحات بنکاری	چار روپے ۵۰ پیسے
اُردو زبان میں علمی اصطلاحات (از بابائے اُردو)	۵۰ پیسے
اُردو زبان میں علمی اصطلاحات کی تاریخ (انگریزی) از بابائے اُردو	۵۰ پیسے

شائع کردہ

انجمن ترقی اُردو پاکستان

gephyrocercal	جسد دم
geratelogy	شیبیات
germ	نابته
germ cell	نابت خلیه
germ centre	نابت مرکز
germ disc	نابت قرص
germ layer	نابت پرت (یا ته)
germ nucleus	نابت مرکزه (یا نواة)
germ plasm	نابت مایه
germ pore	نابت مسام
germ stock	نابت تنه
germ theory	نابتی نظریه
germ tube	نابت نلی
germ vitellarium	نابت زردینه
germ yolk gland	نابت زردینی غده
germarium	بیض دان
germen	نابت توده
germinal	نابتی
germinal bands	نابتی بند
germinal cells	نابتی خلئے
germinal disc	نابتی قرص
germinal epithelium	نابتی سر حلمه
germinal layers	نابتی پرتیں (یا تہیں)
germinal spot	نابتی نقطه
germinal vesicle	نابتی کیسک
germination	تنبیت ـ انبات
germiparity	نابت زائی
germogen	نابت زا
gestation	حمل
giant cells	افریط خلئے
giant fibres	افریط ریشے
gibbous	مقبب ـ قبه دار
gill	گلپھڑا ـ خیشوم
gill-arch	خیشومی کمانه
gill-basket	خیشومی قفس
gill-book	خیشومی اوراق
gill-cleft	خیشومی درز
gill-cover	خیشوم پوش
gill-helix	خیشومی مرغوله
gill-plume	خیشومی پر
gill-pouch	خیشومی جیب
gill-rakers	خیشومی شوکے
gill-remnants	خیشومی بقئے
gill-rods	خیشومی چھڑیاں (یا سلاخیں)
gill-slits	خیشومی درزیں
gingival	لثی
ginglymoid	قبضه ـ جوڑ شکل
ginglymus	قبضه ـ جوڑ
girdle	گھیرا ـ حلقه
gizzard	سنگدانه

glabella	بین ابرو ـ گرابلا
glabrate	املس ـ چکنا
glabrous	املس ـ چکنا
glacial	برفیلا
gladiate	تیغ نما
gladiolus	نیمچه ـ تیغچه
gladius	تیغیه
gland	غده
gland cell	غدی خلیه
glandula	غدیده
glandular	غدودی
glandular epithelium	غدودی سرحلمه (یا برحلمه)
glandular tissue	غدودی بافت
glandulose-serrate	غدودی منشاری
glans	حشفه ـ سپاری
glaserian fissure	گلیسری شگاف
glaucescent	سبزی مائل
glauceus	دهانی
gleba	کلوخ
glebula	کلوخک
glenohumeral	کتفی عضدی
glenoid	کتف ـ کندها
glenoidal labrum	کتفی لب
glia	گلیا ـ سریش
gliadin	گلائیڈن
glisson's capsule	گلسن کیسه
globate	گلوب دار
globigerina ooze	گلوبیجیرین رساؤ
globin	گلوبن
globoid	گلوب سا
globose	گلوب نما
globule	گلوبچه
globulin	گلوبیولین
globulose	گلوبچه دار
glochidiate	پیکانیه دار
glochidium	پیکانیه ـ گلوکیڈیم
gloea	هلام ـ سریش
glomerular	گویک نما
glomerulate	گویک دار
glomerule	گویکه
glomeruliferous	گویک بردار
glomerulus	گویک ـ مرغوله
glomus	گویک ، گچھا
glossa	لسانه
glossal	لسانی
glossarium	لسانیه
glossate	لسان دار
glosso-epiglottic	لسانی برمزماری
glossohyal	لسانی لامی

glosso-kinaesthetic area	لسانی تحرکی رقبہ
glossopalatine	لسانی حنکی
glossophagne	چٹور
glossopharyngeal	لسانی بلعومی
glossopodium	لسان نما بن پوش
glossotheca	لسانی صرہ
glottis	مزمار
glucase	گلوکیس
glucokinin	گلوکو کائنن
glucoproteins	گلوکو پروٹینس
glucosamine	گلوکو سیمین
glucose	گلوکوز
gluma	برگولہ
glumaceous	برگولہ نما
glume	برگولا
glumiferous	برگولہ بردار
glumiflorous	برگولہ گل دار
gluteal	ردفی
gluten	گلوٹن
glutenin	گلوٹینن
gluteus	ردفہ - گلوٹیس
glutinous	گلوٹنی - چپچپا
glycerine	گلیسرین
glycogen	گلائیکوجن
glycogenase	گلائیکوجینیس

glycolysis	شکر پاشی
glycosecretory	شکر افراز
gnathic	شدقی
gnathism	شدقیت
gnathites	شدقہ
gnathobase	شدقی اساس
gnathopod	شدقی پا
gnathopodite	شدقی پا
gnathostegite	شدقی پوش - چانہ پوش
gnathostomatous	شدقی دہن
gnathotheca	شدقی صرہ
goblet cells	جام نما خلئے
golgi apparatus or dodies	گالجی آلہ - گالجی اجسام
gomphosis	مفصل مسماری
gonad	مولدہ
gonodin	گوناڈن
gonoduct	مولدی قناۃ
gonal	مولدی
gonangium	مولدہ دان
gonapophyses	تولیدی زائدے
gonia	مولدی خلئے
goniale	فک زاویہ
gonidangium	تغمک دان
gonidia	تغمک

gonidial	تخمکی
gonidimium	تخمچہ
gonidiogenous	تخمک آفریں
gonidioid	تخمک نما
gonidiophore	تخمک بردار
gonidiophyll	تخمک برگ
gonidium	مولد
gonidioblast	مولد نہوض
gonion	گوشینہ
gonoblast	تولیدی نہوض
gonoblastid	تولیدی ناہضہ
gonocalyx	تولیدی کہامہ
gonocheme	مولدہ بر
gonochornism	صنفی نمو
gonochoristic	جدا صنفی
gonocoel	قعر تولیدی
gonocytes	تولیدی خلئے
gonodendron	تولیدی شجریہ
gonoduct	تولیدی قناۃ
gonomery	تولیدی اجزائیت
gonophore	مولدہ بردار
gonoplasm	تولیدی مایہ
gonopore	تولیدی مسام
gonosome	تولیدی جسم، مولد جسم
gonospherium	تولیدی کرہ
gonostyle	تولیدی سلائی
gonotheca	تولیدی صرہ
gonotokont	تکاثری خلیہ
gonotome	تولیدی تراش
gonozooid	تولیدی حیوان نما
gonydial	زیر منقاری
gonys	زیر منقار
graafian-follicle	گرافی جراب
gracilis	شیقیہ۔ گراسیلس
graduated	گاؤدم
graft-hybrid	پیوندی دوغلا
grain	دانہ
graminifolious	گیاہ برگی
graminivorous	گیاہ خوار
granellae	دانک
granellarium	دانکی ترتیب
granose	دانہ شکل
granular	دانہ دار
granulation	دانہ داری
granule cells	دانک خلئے
granule glands	دانک غدود
granulocytes	دانک دار خلئے
graphiohexaster	شش نجمہ۔ شش نجمی ترسیم
grater	دندچہ
gravid	حامل

granite soil	خارا زمین
gravitational	تجاذبی
gravity	تجاذب
grand parents	اجداد
green glands	سبز غدود
great grand parents	اسلاف
green house	سبزی خانہ
greater tuberosity	کبیر حدبیہ
gregaloid	گروہی نما
gregarious	گروہی
grey matter	رمادی مادہ
grey nerve-fibres	رمادی عصبی ریشے
groin	چڈا۔اربیہ
groove	میزاب۔کھانچہ
growing point	نقطۂ نمو
grumose	گرہدار، گانٹھ دار
grub	اکلیہ
guanidin	گانیڈن
guanin	گوانن
guanophore	گوانن برادر
guanylic	گوانینی
guard	محافظ
guard cells	محافظ خلئے
gubernacular	حاکمی
gubernaculum	حاکمہ

guest insect	مہمان کیڑا
guinea-pig	خنزیری ارنب
gula	پیش حلق
gulamentum	ذقنی پیش حلق
gular	پیش حلقی
gull	نورزہ
gullet	حلق
gum	صمغ ۔ گوند
gummiferous	صمغ بر
gummesis	صمغیت
gums	مسوڑے
gustatory	ذائقی
gustatory or lyculus	ذائقی کہامچہ
gut	آنت
gutta	وحبہ
guttation	ومدیت
guttiform	قطرہ شکل
guttulate	قطرک نما
gymnathous	بے پیرہن
gymnetrous	برہنہ شکم
gymnoariun	برہنہ بیضوی
gymnoblastic	برہنہ نموضی
gymnocarpous	بے پیرہن ثمرہ ۔ بے پیرہن ثمردار
gymnocidium	بے پیرہن کیسہ
gymnocyte	برہنہ خلیہ

gymnocytode برهنه خلیه نما
gymnogenous برهنه‌زاد ـ برهنه‌تولید
gymnogynous برهنه‌انوثی ـ برهنه‌بیض‌خانه
gymnoplast برهنه مایه
gymnorhinal برهنه عزی
gymnosomous برهنه جسم
gymnospermous برهنه تخمی
gymnospore برهنه بذره
gymnostomatous برهنه دهن
gynaecaner ماده نما نر
gynaecium ماده کوٹ
gynaecoid ماده نما
gynaecophore ماده بردار
gynandrism خنثوی مشکلی ـ خنثوی تشکیل
gynandromorph خنثوی مشکل نما
gynandromorphism خنثوی مشکل نمائی
gynandrophore خنثوی مشکل بردار
gynandrosporous خنثوی مشکل بذری
gynandrous ماده نر مشتمل
gynantherous نرماده منتقل
gynase جائنیس
gyne چیونٹی (ماده)
gynobase ماده بن
gynobasic style ماده بنی سلائی
gynodioecious ماده جدا یا دو صنفی
gynoecium ماده کوٹ
gynodioecium ماده جدا صنفی
gynogenesis ماده زادگی
gynogonidia ماده تخمک
gynomonoecious ماده مشترک صنفی
gynophore ماده بردار
gynostegium ماده پوش
gynostemium مشترک صنفی ستون
gyration گردش
gyrose لہریلا
gyrus نفه

H

habenula ورال
habituation تعوید
hadrocentric دبیر مرکزی
haem خون ، دم ، هیم
haemachrome هیمو کروم
haemad دموی خلیه
haemal دموی
haem-amoeba دموی امیبا
haemapoietic مکون دم ـ دم ساز
haemapophysis دموی دور نامی
haematal دموی
haematid سرخ جیسمے
haematin هیمیٹن

haematobia	خون باش
haematobium	خون باشه ـ خون حیاتیه
haematoblast	دم لہوض
haematocoele	دموی قعر
haematochrome	ہماٹو کروم
haematocryal	سرد خون
haematocyanin	ہماٹو سائنن
haematocytozoon	دم خلوی حیوان
haematodocha	دموی آخد
haematogen	ہماٹوجن
haematogenesis	تولید خون
haematogenous	خون زادہ خون پرورده
haematoidin	ہماٹائیڈن
haematolysis	خون پاشیدگی
haematophagous	خون خوار
haematophyte	دموی نبات
haematoporphyrin	ہماٹو پور فائرن
haematosis	دمویت
haematothermal	گرم خون
haematozoon	دموی حیوان
haemic	دموی
haemin	ہیمن
haemochromogen	ہیمو کرومہ وجن
haemocoele	دموی قعر
haemocyanin	ہیمو سائنن
haemacytoblast	دموی خلیه نہوض
haemocytolysis	دموی خلیه پاشیدگی
haemocytotrypsis	دموی دابہ فشار پاشیدگی
haemoerythrin	ہیمو ارتھرن
haemofuscin	ہیمو فسکن
haemoglobin	ہیمو گلوبن
haemoid	خون نما
haemolymph	دموی لمف
haemolysin	ہیمو لائسن
haemolysis	خون پاشیدگی
haemophilia	خون پسند
haemoplasmodium	ہیمو پلاسموڈیم
haemopoietic	دم ساز
haemopsonin	ہاپسونن
haemorrhoidal	مستقیمی
haemosiderin	ہیموسائڈرن
haemotoxin	ہیموٹاکسن
haemotropic	خون عامل ـ دم رخ
haemozoin	ہیمو زوئن
hair	بال
hair follicle	موجراب
hairworm	بال دوده
half - inferior	نیم ادنیٰ
half - terete	نیم استوانی
halfplankton	بحری عایم

hallux	ابہام القدم ۔ پیر انگوٹھا
halobies	بحر حیاتی
halolimnic	بحروحلی
halophilous	بحر پسند
halophyte	ساحلی نبات
halyeres	متوازے
hamate	خطافی
hamatum	خطافیہ
hamirostrate	خطاف منقار
hamula	خطافچے
hamular	خطافچہ دار
hamulus	خطافچہ
hapaxanthous	یک بہار
haplocaulescent	ساق تخم
haplochlamydeous	سادہ قبا
haplodont	سادہ دندان
haploid	وتری
haplomitosis	سادہ خیطیت ۔ وتر خیطیت
haploperistomous	سادہ گرد دہنی
haplopetalous	سادہ پنکھڑی
haplophase	سادہ ہیئت
haplostemonous	سادہ زر ریشئی
haptera	ربطہ ۔ ربطے
haptogen	ربطہ زا
haptomonad	ہیپٹوموناڈ
haptophores	ربطہ بردار
haptotropic	ربطہ رخ
haptotropism	ربطہ رخ
harmonic suture	متق دوخت
harmozone	ہارموزون
harpagones	خاطوفہ
harpes	درسچے
hassall's concentric corpuscles	ہاسل کے ہم مرکزی جسیمے
hastate	برچھی نما
hatching	تفریخ
haulm	وقشہ
haustellate	ممصہ دار
haustellum	ممصہ
haustorial	ممصی
haustorium	ممص
haversian cannals	ہیورسی کنال
head case	سر دان
head cell	سر خلیہ ۔ راسی خلیہ
head kidney	پیش گردہ
heart	قلب ۔ دل
heart-wood	مرکزی چوب
heat	حرارت
heat spot	حرارت رقبہ
hectocotylus	ملوی ساق


A
NEW
FABRIC
PRINTED
BY UNIQUE
SCREEN PRINTING
EQUIPMENT
UNRIVALLED Quality.
Facinating fast colours,
Soft, Strong, and Pre-
Shrunk-
ideally suited for
ladies dresses.
AVAILABLE EVERYWHERE
DAWOOD COTTON MILLS LIMITED
KARACHI.



ہمارا چاند تارا ترقی اور اطمینان کا نشان ہے۔

اس تصویر میں ہمارا چاند تارا دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوموں کے نشان بردار میناروں پر روشنی برسا رہا ہے۔

ریاست ہو یا سیاست۔ امارت ہو یا تجارت، صنعت ہو یا حرفت اب ساری دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔

پاکستان کے مشرق مغرب اور باہر کی دنیا پر عزت اور اطمینان کی اُڑان سے چلنے والے طیارے ہماری اپنی خوش نصیبی کا عملی اعلان ہیں۔

PIA

پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز — باکمال لوگ لاجواب پرواز

مطبوعـــات انجمن ترقی اردوؑ پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

روایت کی اہمیت -

از ڈاکٹر عبادت بریلوی - یہ کتاب اردو ادب کی عظیم روایات کی آئینہ دار ہے - اس میں روایت کی اہمیت - اردو شاعری میں گل و بلبل کے اشارے ، دلی کا دبستان شاعری - اردو شاعری میں حب الوطنی کی روایت اور اردو تنقید میں روایت اور تجربے کے ایسے پر مغز اور خیال افروز مقالات شامل ہیں جن سے اردو ادب کے تاریخی مد و جزر کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے مختصر الفاظ میں یہ تحقیقاتی اور تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے - قیمت سات روپے پچاس پیسے -

رس -

یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے سنہ ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء اس کا سال تصنیف ہے - اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت تلاش اور جست و جو کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے - شروع میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا محققانہ مقدمہ بھی شامل ہے - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

تلخیص الاردو -

انجمن ترقی اردو کے رسالہ "اردو" کے سی سالہ پرچوں سے بہترین مضامین کا بہترین انتخاب ہے جسے انجمن کی پنجاہ سالہ جوبلی کی یادگار میں مرتب کرکے شائع کیا گیا ہے - یہ کتاب گیارہ مضامین پر مشتمل ہے اور سب کے سب کارآمد اور عمدہ معلومات سے پر ہیں - کتاب کی جان دو مضامین ہیں : (۱) رومی ، نطشے اور اقبال از ڈاکٹر عبدالحکیم (۲) نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی ، کچھ میری زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو، اردو روڈ کراچی - ۱

H. S. No. 1138 Phone: 32784

Monthly QUOMI ZUBAN Karachi

بابائے اردو کی تصانیف

(شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان)

خطبات عبدالحق

بابائے اردو کے معرکہ آرا خطبات کا مجموعہ جس میں اردو [illegible] ادب کے بہت سے اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بابائے اردو کے نظریات اور گزشتہ نصف صدی میں اردو تحریک کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ان خطبات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

قیمت چھ روپے پچاس پیسے

سر سید - حالات و افکار

اس کتاب میں سر سید کے حالات اور افکار کے بعض پہلوؤں پر نئے انداز سے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کو حالی کی "حیات جاوید" کا ضمیمہ سمجھنا چاہیے۔ قیمت چار روپے۔

نصرتی

ملک الشعرائے بیجا پور ملا نصرتی کے حالات اور کلام کا ایسا مفصل جائزہ کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ بابائے اردو نے کئی برس کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب تالیف کی تھی اس میں نصرتی کی بہت سی نایاب تصانیف پر تفصیلی تبصرہ اور انتخاب شامل ہے۔ قیمت پانچ روپے

اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام

اس کتاب میں بابائے اردو نے یہ بتایا ہے کہ صوفیائے کرام نے اردو زبان کی نشو و نما میں کیا حصہ لیا۔ اس موضوع پر یہ اپنی نوع کی واحد کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ پچاسی [illegible]

اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ

بابائے اردو نے اس کتاب میں مفصل بتایا ہے کہ وضع اصطلاحات [illegible] لیا کوشش کی گئیں او[illegible] کامیابی ہوئی نیز اس [illegible] کہ وضع اصطلاحات [illegible] نظر رکھنا چاہیے۔ قیمت [illegible]

قدیم اردو

یہ قدیم اردو شعرا او[illegible] میں گراں قدر تحقیقی مقالات [illegible] مضامین اس اعتبار سے بڑی [illegible] کہ ان میں بعض اہم شعرا کے [illegible] بعض نادر تصانیف کی ایسی [illegible] گئی ہیں جو کسی دوسری جگہ [illegible]

قیمت پانچ روپے پچاس [illegible]

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو

اردو روڈ کراچی - [illegible]

محمد مصلح الدین سعدی کے زیر اہتمام انجمن پریس سے شائع ہوا

مدیر :- مشفق خواجہ طابع و ناشر :- لفٹننٹ کرنل عطا الرحیم